فرضیت صیام

(احکام ومسائل)

(تالیف)

عبدالمجید المدنی

ناشر

مدنی منزل

B-155/2 ابوالفضل انکلیو، پارٹ II شاہین باغ، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی 110025

نام کتاب: فرضیت صیام
تالیف: عبدالمجید المدنی
ناشر: مدنی منزل
تعداد: گیارہ سو
سن اشاعت: ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸م
مطبع: بھارت آفسٹ، دہلی ۔ ٦

ملنے کا پتہ

مدنی منزل

B-155/2 ابوالفضل انکلیو، پارٹ II شاہین باغ، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی 110025

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

اپنے والد رحمہ اللہ کے نام
جن کی انتھک محنتوں، عظیم قربانیوں اور دعاؤں سے میں اس قابل ہوا
اللہ ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور اس کتاب کو ان کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔

اپنی لائق صد احترام والدہ ماجدہ مدظلہا کے نام جن کا وجود میرے لئے سایہ رحمت ہے، جن کے قدموں تلے جنت ہے، جن کی دعائیں میرے فرحت، راحت اور رفعت و بلندی کا سبب ہیں، اللہ ان کا سایہ تا دیرہم پر قائم رکھے۔

اپنے عزیز بچوں کے نام اس دعا کے ساتھ کہ اللہ انہیں ہمیشہ دینی جذبہ سے سرشار رکھے اور کتاب وسنت کی اتباع کی توفیق بخشے۔

عبدالمجید بن عبدالوہاب مدنی

مدنی منزل
B-155/2 ابوالفضل انکلیو، پارٹ II شاہین باغ، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی 110025

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُقَدِّمَۃ

ہر قسم کی حمد وثنا، بڑائی اور بزرگی لائق وزیبا ہو اللہ وحدہ لاشریک لہ کے لئے جو محض اپنے فضل اور توفیق سے ہر سال خیر وبرکت کے موسم بہار کو اپنے بندوں کے لئے مسخر کرتا ہے تا کہ ان کے گناہوں کی بخشش ہو سکے اور جہنم سے انہیں آزادی کا پروانہ مل سکے۔ درود وسلام نازل ہو رسولوں کے سردار، آپ کے آل واصحاب اور ان تمام لوگوں پر جو بھلائی کے ساتھ قیامت تک ان کی پیروی کریں، اُما بعد!

اسلام کے ارکان خمسہ میں سے توحید اور صلاۃ کے بعد تیسرا اہم رکن صوم ہے دنیا کا شاید ہی کوئی ایسا مذہب ہو جس میں صوم کا اعتقاد اور تصور نہ پایا جاتا ہو ارشاد باری تعالی ہے: كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ (۱)

تم پر صوم (رمضان کا) فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تا کہ تم متقی بن جاؤ۔

اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ حسن بصری رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! اس نے گزشتہ قوموں اور امتوں پر بھی صوم فرض کئے تھے جیسے اس نے ہم پر مکمل ایک ماہ کے صوم فرض کئے ہیں۔ (۲)

(۱) البقرۃ/۱۸۳

(۲) تفسیر ابن کثیر ۱/ ۴۳۶

انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا نے بھی لکھا ہے کہ دنیا کا شاید ہی ایسا کوئی مذہب ہو جس میں صوم شامل نہ ہو۔

ماہ رمضان اسلامی تقویم کا سب سے اہم اور مبارک مہینہ ہے سال کے بارہ مہینوں میں سے کوئی بھی مہینہ اس کی ہمسری اور برابری نہیں کر سکتا۔ یہ مہینہ جہاں صوم کا مہینہ ہے وہیں نزول قرآن کا بھی مہینہ ہے، اسی ماہ مبارک میں وہ بابرکت رات بھی آتی ہے جس ایک رات کی تنہا عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے اعلیٰ اور افضل ہے۔

آمد رمضان کی سب سے بڑی خوشخبری یہ ہے کہ اس میں جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازوں کو بند کر دیا جاتا ہے، سرکش شیاطین بیڑیوں میں جکڑ دئے جاتے ہیں، جنت کو آراستہ کیا جاتا ہے، مغفرت ورحمت کی موسلا دھار بارش ہوتی ہے، ہر رات اللہ تعالیٰ اپنے کچھ بندوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے، ہر مسلمان کی دعا قبول ہوتی ہے۔

ماہ رمضان سال بھر کی تربیت کا نچوڑ اور گناہوں سے آلودہ دامنوں کو پاک صاف کرنے، توبہ واستغفار کرنے، جبینوں کو سجدوں کی لذت وحلاوت سے آشنا کرنے اور دلوں کی ویران بستی کو اللہ کے ذکر سے آباد کرنے کا موسم بہار بھی ہے۔

نفس کو کچلنے اور روح کو تقویت پہونچانے، دلوں کے زنگ کو ذکر الٰہی کے رگڑ اور خشیت الٰہی کے آنسوؤں سے دھونے کا یہ انتہائی بہترین موقع ہے۔

اسی مہینہ میں اسلام کا عظیم معرکہ ''غزوہ بدر'' پیش آیا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے حق وباطل کے درمیان فیصلہ فرمایا۔

اسی مہینہ میں مکہ مکرمہ فتح ہوا اور اللہ نے اپنے رسول ﷺ کی مدد فرمائی۔

یقیناً اس ماہ مبارک کی آمد ہمارے لئے خوشیوں اور مسرتوں، سعادتوں اور خوش بختیوں کی آمد ہے، خوش نصیب ہونگے اللہ کے وہ نیک اور صالح بندے جو اس مبارک مہینے کے ایک ایک لمحے کی قدر کر کے اپنی دنیا وآخرت کو بنانے اور سنوارنے کی پوری پوری کوشش کریں، دن میں صوم، رات میں تلاوت کلام پاک اور قیام اللیل نیز دیگر نیک کاموں میں نمایاں حصہ

لیکر انعامات الٰہیہ سے اپنا دامن مراد بھرلیں اور محروم وبدقسمت ہونگے وہ لوگ جو اس بابرکت اور مقدس مہینہ کو پاکر بھی لہو ولعب فسق وفجور عصیان وطغیانی غفلت اور بے پروائی میں گزار دیں اور جود وعنایت، عطاء وبخشش کے اس موسم بہار سے بھی بہرہ یاب نہ ہوسکیں۔

محترم قارئین : اسلام کے تیسرے اہم رکن صیام اور خیر وعبادت کے عظیم موسم ماہ رمضان سے متعلق یہ ایک مختصر مگر جامع کتاب ہے جسے ہم نے متعدد کتابوں سے استفادہ کرتے ہوئے قرآن وسنت کے صحیح دلائل کی روشنی میں امت کے فائدے کی خاطر ترتیب دیا ہے جس میں فقہی اختلاف سے بچتے ہوئے راجح اقوال پر اکتفا کیا ہے۔ بلا شبہ کسی فقہی مسئلہ پر قلم اٹھانا ایک مشکل امر ہے لیکن اجر وثواب کی امید میں یہ ایک ادنی سی کوشش ہے اگر اس میں قارئین کرام کو کسی مقام پر کوئی سقم نظر آئے تو از راہ نصیحت وخیر خواہی خاکسار کو آگاہ فرمائیں تاکہ اس کی تلافی کی جاسکے کمال صرف اللہ ہی کے لئے ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو شرف قبولیت بخشے اور اسے ہر خاص وعام کیے لئے نافع بنائے، اس کے مرتب اور اس کی نشر واشاعت میں معاون ہر فرد کو جزائے خیر سے نوازے۔ (آمین)

وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم أجمعین

دعا گو
عبد المجید بن عبد الوہاب مدنی
داعی عیون اسلامک سینٹر۔ سعودی عرب
موبائیل: 00966 508944036)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صوم اور اس کی فرضیت

صوم کا معنی:

''صوم'' لفظ صیام کا مصدر ہے جس کے لغوی معنی رک جانے یا روک لینے کے ہیں۔ (۱)
اگر کوئی بات سے رک جائے اور خاموش رہے تو لغوی اعتبار سے اس کو صائم کہا جائے گا
اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حضرت مریم علیہا السلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنْسِيًّا﴾ (۲)
میں نے رحمٰن کے لئے رکے رہنے کی نذر مانی ہے۔

شرعی تعریف:

شریعت کی اصطلاح میں عبادت کی نیت سے صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے' پینے اور جماع وغیرہ سے رک جانا صوم کہلاتا ہے۔ (۳)

صوم کی فرضیت:

صوم کی فرضیت شعبان ۲ھ میں ہوئی' نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں کل نو برس ماہ رمضان کے صوم رکھے۔ امام نوی رحمہ اللہ وغیرہ نے اس بات کی وضاحت کی ہے۔ (۴)

(۱) القاموس المحیط ۱۰۲۰

(۲) مریم: ۲۶

(۳) (فتح الباری ۴/۱۲۳' الشرح الممتع لإبن عثیمین ۶/۳۱۰) توضیح الأحکام ۳/۱۲۳

(۴) (المجموع ۶/۲۵۰)

صوم کی فرضیت قرآن وحدیث اوراجماع امت سے ثابت ہے:

قرآن مجید سے اس کی دلیل: فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ هُدىً لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَان فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ (۱)

ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جولوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے جس میں ہدایت اورحق وباطل کے تمیز کی نشانیاں ہیں، اس لئے تم میں سے ہراس شخص کو جو اس مہینہ کو پائے اس کا صوم رکھے۔

آیت کریمہ میں ''فلیصمه'' امر کا صیغہ ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

حدیث سے اس کی دلیل: صحیح بخاری میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی پراگندہ سر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اورعرض کیا: "یا رسول الله أخبرني ماذا فرض الله عليّ من الصيام'' اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے بتائیے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنے صوم فرض کئے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: ''شهر رمضان الا ان تطوع'' ماہ رمضان الا یہ کہ تم نفلی صوم رکھو (۲)

اجماع سے اس کی دلیل: صوم اسلام کے ارکان خمسہ میں سے تیسرا اہم رکن ہے حضرت ابن عباس وغیرہ نے اس بات پر امت کا اجماع نقل کیا ہے۔ (۳)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص صوم چھوڑنے کی حرمت کا علم رکھتے ہوئے چھوڑے اوراسے جائز سمجھے تو وہ واجب القتل ہے اوراگر وہ فاسق ہو تو بھی اسے صوم چھوڑنے کی سزادی جائے گی۔ (۴)

(۱) البقرة/ ۱۸۵

(۲) صحیح بخاری الصوم: ۱حدیث رقم: ۱۸۹۱، صحیح مسلم الإیمان: ۸ حدیث رقم: ۱۱سنن ابو داؤد الصلاۃ احدیث رقم: ۳۹۱سنن نسائی الصلاۃ ۴ حدیث رقم ۴۵۹ حم ۱/ ۱۶۲سنن دارمی الصلاۃ ۲۰۸

(۳) تفصیل کے لئے دیکھیں: المغنی لابن قدامہ ۴/ ۳۲۴ تفسیر قرطبی ۲/ ۲۶۸، المجموع ۶/ ۲۷۳، الفقہ الإسلامی وأدلته ۳/ ۱۶۲۹، بدایۃ المجتهد ۱/ ۲۷۴)

(۴) (مجموع الفتاوی ۲۵/ ۲۶۵)

سابقہ ادیان ومذاہب میں صوم کا حکم:

سابقہ امتوں پر بھی صوم کسی نہ کسی شکل میں فرض تھا قرآن کریم کی آیت کریمہ اس بات کی واضح دلیل ہے ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (۲)

تم پر صوم (رمضان کا) فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا۔

اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں علامہ قرطبی حضرت ابن عباس کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ یہودیوں پر تین دن اورمزید عاشورہ کے دن کا صوم فرض تھا پھر اس امت میں یہ صوم ماہ رمضان کے صوم کے ساتھ منسوخ ہوگئے۔ (۳)

رسول کریم ﷺ کا فرمان: ''فصل مابين صيامنا وصيام اهل الكتاب اكلة السحر'' (۴)

ہمارے صوم اوراہل کتاب کے صوم کے درمیان فرق کرنے والی چیز سحری کھانا ہے۔

مذکورہ حدیث سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ اہل کتاب کے یہاں صوم کا تصور پایا جاتا تھا۔

تورات وانجیل میں۔ تمام تر تحریفات کے باوجود۔ اس بات کا ذکر ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں پر صوم کو فرض کیا تھا۔ (۴)

(۲) البقرة/ ۱۸۳

(۳) تفسیر قرطبی ۲/ ۲۷۱

(۴) صحیح مسلم الصیام: ۹ حدیث رقم: ۱۰۹۷سنن ابو داؤد الصوم: ۱۵ حدیث رقم: ۲۳۴۳ سنن ترمذی الصوم ۱۷: حدیث: ۷۰۹سنن نسائی الصیام ۲۷ حدیث رقم: ۲۱۶۸ مسند احمد ۴/ ۱۹۷، ۲۰۲)، دي/ الصوم ۹ (۱۷۳۹) (صحیح)

(۴) تفصیل کے لئے دیکھیں (عبدالرزاق نوفل کی کتاب ''صوم رمضان'' ۱۵، ۱۶)

فرضیت صوم کے مراحل:

چونکہ اللہ تعالیٰ بڑا شفیق ومہربان اور بہت ہی رحمت والا ہے، اس لئے اس نے اپنے بندوں کے حالات وظروف اور کمزوریوں کے پیش نظر ایک ہی مرتبہ میں رمضان کے پورے مہینے کا صوم فرض نہیں کیا بلکہ مختلف مراحل سے گزار کر موجودہ شکل میں فرض کیا تاکہ بندے بتدریج صیام رکھنے کے عادی ہو جائیں اور یہ عظیم عبادت ان کے لئے گراں، مشکل اور ناقابل برداشت نہ ہو۔ یہ متعدد مراحل مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ سب سے پہلے عاشوراء (دسویں محرم) کا صوم فرض ہوا تھا چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''ان رسول اللہ ﷺ صام یوم عاشوراء وامر بصیامه ''(۱)

بے شک رسول ﷺ نے عاشوراء کا صوم خود رکھا اور لوگوں کو بھی اس کا صوم رکھنے کا حکم دیا۔

۲۔ دوسرے مرحلہ میں رمضان کے مہینہ کا صوم فرض ہوا مگر چونکہ لوگ صوم رکھنے کے عادی نہیں تھے اس لئے طاقت رکھنے والوں کو بھی رخصت دیدی گئی کہ اگر وہ صوم نہ رکھیں تو ہر صوم کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ وَ أَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (۲)

صوم کی طاقت رکھنے والے فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا دیں پھر جو شخص نیکی میں سبقت کرے وہ اسی کے لئے بہتر ہے لیکن تمہارے حق میں بہتر کام صوم رکھنا ہی ہے اگر تم باعلم ہو۔

۳۔ تیسرے اور آخری مرحلہ میں فرضیت صوم کا تاکیدی حکم دیا گیا۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ

(۱) صحیح بخاری الصوم: ۶۹ حدیث ۲۰۰۲ صحیح مسلم الصوم: ۱۹ حدیث: ۱۱۲۵ سنن ابوداؤد الصیام ۶۴ حدیث رقم: ۲۴۴۴ سنن ابن ماجہ الصیام ۴۱ حدیث ۱۷۳۴ احمد ۱/ ۲۳۶

(۲) البقرة ۱۸۴

وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ (۱)

رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہ راست دکھانے والی اور حق وباطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہے پس جو شخص اس مہینہ میں زندہ رہے وہ صوم (روزہ) رکھے اور جو بیمار یا مسافر ہو اتنے بدلے اور دنوں میں صوم (روزہ) رکھے اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے سختی نہیں چاہتا اور تاکہ تم صوم کی تعداد پوری کرسکو اور تاکہ تم اللہ کی ہدایت پر اس کی بڑائی کرو اور شکر ادا کرو۔

ابتدائے اسلام میں فرضیت صوم کی کیفیت:

ابتدائے اسلام میں صوم کی فرضیت کی کیفیت وحالت آج سے کہیں زیادہ مشقت طلب اور شدید تھی کیونکہ لوگوں کو ابتداء میں اس وقت سے صوم رکھنے کا حکم دیا گیا تھا جب وہ عشاء کی صلاۃ ادا کرلیں یا صلاۃ عشاء سے قبل سو جائیں ایسی صورت میں ان پر کھانا پینا اور عورتوں سے ہم بستری کرنا اگلے دن کے آفتاب ڈوبنے تک حرام ہوجاتا تھا۔ حرمت کے باوجود کچھ صحابہ عورتوں سے ہم بستری اور کھانے کے معاملہ میں غلطی کا ارتکاب کربیٹھے اس کی شکایت بھی اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر آسانی کرتے ہوئے آیت نازل فرمادی: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ﴾ (۲)

تمہارے لئے رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ہم بستری کرنا حلال کردیا گیا ہے، وہ تمہارے لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو، اللہ تعالیٰ نے جان لیا ہے کہ تم چوری چھپے ایسا کرلیا

(۱) البقرة ۱۸۵

(۲) البقرة/ ۱۸۷

کرتے ہواس نے تمھیں معاف کر دیا ہے اور تم سے درگزر فرمایا ہے، اب تمھیں ان سے مباشرت کی اور اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی چیز کو تلاش کرنے کی اجازت ہے، تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے، پھر رات تک صوم کو پورا کرو۔

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام خوش ہو گئے، اس بات کی صراحت صحیح بخاری کی ایک روایت میں موجود ہے جس کے راوی حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ ہیں وہ بیان کرتے ہیں ’’کان أصحاب محمد ﷺ إذا كان الرجل صائما فحضر الإفطار فنام قبل أن يفطر لم يأكل ليلته ولا يومه حتى يمسى وإن قيس بن صرمة الأنصارى كان صائما فلما حضر الإفطار أتى إمرأته فقال لها أعندك طعام ؟ قالت لا ولكن أنطلق فأطلب لك وكان يومه يعمل فغلبته عيناه فجاء ته امرأته قالت خيبة لك فلما انتصف النهار غشى عليه فذكر ذلك للنبى ﷺ فنزلت هذه االآية (۱)

محمد ﷺ کے صحابہ جب صوم سے ہوتے اور افطار کا وقت آتا تو کوئی صوم رکھنے والا اگر افطار سے پہلے سو جاتا تو پھر اس رات میں بھی اور آنے والے دن میں بھی انہیں کھانے پینے کی اجازت نہیں تھی تا آنکہ پھر شام ہو جاتی پھر ایسا ہوا کہ حضرت قیس بن صرمہ انصاری رضی اللہ عنہ بھی صوم سے تھے جب افطار کا وقت ہوا تو وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور اس سے پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ کھانا ہے؟ انہوں نے کہا اس وقت تو کچھ! نہیں ہے لیکن میں جاتی ہوں، کہیں سے تلاش کر کے لاتی ہوں، دن بھر انہوں نے کام کیا تھا اس لئے ان کی آنکھ لگ گئی، جب بیوی واپس آئی اور انہیں سوتا ہوا دیکھا تو کہا افسوس! تم محروم ہی رہے، دوسرے دن وہ دوپہر کو بے ہوش ہو گئے جب اس بات کا ذکر اللہ کے رسول ﷺ سے کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سونے کے بعد اپنی بیوی سے ہم بستر ہو کر پریشان ہوئے پھر نبی ﷺ کے پاس آ کر واقعہ بیان فرمایا تو اللہ تعالی نے آیت نازل فرما دی۔ (۲)

(۱) صحیح بخاری الصیام ۱۵ حدیث رقم: ۱۹۱۵ سنن الترمذی الصوم حدیث رقم: ۲۹۶۸

(۲) ابن کثیر ۱/ ۲۹۱، تفصیل کے لئے دیکھیں زاد المعاد ۲/ ۳۱

ثبوت ماہ رمضان:

ماہ رمضان کی آمد کا ثبوت تین طریقہ سے ہو سکتا ہے:

۱۔ چاند دیکھنے سے: شعبان کی انتیسویں تاریخ کو رمضان کا چاند نظر آ جائے تو اگلے دن سے صوم رکھا جائے گا رسول ﷺ کا ارشاد ہے ’’اذا رأيتم الهلال فصوموا‘‘ (۱)

جب تم چاند دیکھ لو تو صوم رکھو۔

۲۔ شہادت: (چاند دیکھنے کی خبر ملنا، یا اس کی گواہی دینا) شعبان کی انتیسویں تاریخ کو چاند کی رؤیت تو ہو جائے مگر آسمان ابر آلود ہونے کی وجہ سے ہر ایک بذات خود چاند نہ دیکھ سکے تو ایسی صورت میں ایک مسلمان عاقل، بالغ اور معتبر شخص کی گواہی تسلیم کی جائے گی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں: ترآءى الناس الهلال فأخبرت النبى ﷺ انى رأيته فصام وامر بصيامه‘‘ (۲)

عبداللہ بن عمر ص فرماتے ہیں: لوگوں نے چاند دیکھنے کی کوشش کی (لیکن انہیں نظر نہ آیا) اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھ لیا ہے تو آپ ﷺ نے خود صوم رکھا اور لوگوں کو صوم کا حکم فرمایا۔

معلوم ہوا کہ صوم رکھنے کے تعلق سے ایک مسلمان عاقل، بالغ اور معتبر شخص کی گواہی واجب التسلیم ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی گواہی کو تسلیم فرمایا۔

واضح رہے چاند دیکھنے کے تعلق سے عورت کی گواہی راجح قول کے مطابق قابل قبول نہ ہوگی کیونکہ یہ مقام مردوں کا ہے اور وہی اس کے زیادہ جاننے اور سمجھنے والے ہوتے ہیں۔

۳۔ اگر مطلع صاف نہ ہو یا کسی اور نا طے انتیس کا چاند نظر نہ آئے تو ایسی صورت میں ماہ

(۱) صحیح بخاری الصیام: ۱۱ تعلیقا، صحیح مسلم الصیام ۴، ۷ سنن نسائی الصوم ۷ حدیث ۲۱۲۲ سنن ابو داؤد الصوم ۴ حدیث ۲۳۲۰ حم ۲/ ۵ سنن دارمی الصوم ۲ حدیث ۱۷۲۶

(۲) سنن ابوداود: الصیام ۱۴ حدیث رقم: ۲۳۴۲ دارمی الصوم ۶ حدیث رقم: ۱۷۳۳ وصححہ الألبانی فی الإرواء

رمضان کی آمد کا اثبات شعبان کے تیس دن پورا کرنے سے بھی ہوتا ہے۔ کیونکہ قمری مہینہ تیس سے زائد اور انتیس سے کم نہیں ہوتا رسول ﷺ کا ارشاد ہے: ’’الشهر تسع وعشرون فلا تصوموا حتىٰ تروه ولا تفطروا حتىٰ تروه فإن غم عليكم فاقدروا له ‘‘ (۱)

مہینہ انتیس (۲۹) دنوں کا بھی ہوتا ہے لہذا چاند دیکھے بغیر صوم نہ رکھو اور چاند دیکھے بغیر افطار (عید) نہ کرو، اگر بدلی ہو جائے (اور چاند نظر نہ آئے) تو گنتی مکمل کرو۔ گنتی مکمل کرنے کا مطلب ہے کہ شعبان کا مہینہ تیس دن پورا کرو۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وضاحت ہے:

’’صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته فان غم عليكم فاكملوا العدة ثلاثين يوما‘‘ (۲)

چاند دیکھ کر صوم رکھو اور چاند دیکھ کر افطار (عید) کرو اور اگر موسم ابر آلود ہو تو مہینہ تیس دن کا شمار کرو۔

حدیث اس بات پر واضح دلیل ہے کہ صوم رمضان کا وجوب مکلّف پر اس وقت ہوگا جب شرعا رؤیت ہلال کا ثبوت ہو جائے بصورت دیگر شعبان کا مہینہ تیس دن پورا کیا جائے۔

فلکیاتی حساب پر بھروسہ:

ماہ رمضان کی آمد کا ثبوت مذکورہ تین طریقوں سے ہی کیا جائے گا فلکی حساب کے ذریعہ ماہ رمضان کی تعیین بے معنی ہے کیونکہ:

۱۔ فلکی حساب ایک انسانی کوشش اور تخمینہ ہے جس میں غلطی کا واضح امکان ہے۔

۲۔ امت اسلامیہ اپنے رسول کی اتباع کے پیش نظر آج تک رؤیت ہلال پر اعتماد کرتی چلی آ رہی ہے فلکی حساب پر اعتماد امت مسلمہ کے تواتر کے خلاف ہوگا۔

۳۔ شریعت اسلامیہ نے چاند سے متعلق احکام کو فلکیاتی حساب پر نہیں بلکہ رؤیت ہلال سے جوڑا ہے تاکہ ہر خاص وعام کے لئے آسانی ہو سکے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ’’إنا أمة أمية لانكتب ولا نحسب الشهر هكذا وهكذا يعني مرة تسعة وعشرين

(۱) صحیح بخاری الصیام: ۵ حدیث رقم: ۱۹۰۰، صحیح مسلم صیام ۴، ۱۰۸۰ سنن ابی داؤد حدیث رقم ۲۳۲۰

(۲) صحیح بخاری الصیام: ۱۱ حدیث رقم: ۱۹۰۷ صحیح مسلم صیام ۴، ۷

ومرة ثلاثين‘‘ (۱)

ہم ایک امی امت ہیں ہم لکھنا پڑھنا اور حساب کرنا نہیں جانتے مہینہ کبھی انتیس دن کا اور کبھی تیس دن کا ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ یہاں حساب سے مراد نجوم کا حساب اور ستاروں کا چلنا ہے جس کا علم بہت ہی کم لوگوں کے پاس ہوتا ہے شریعت اسلامیہ نے اسی حکمت کے پیش نظر صوم رکھنے کے حکم کو رؤیت ہلال پر موقوف کیا تاکہ عام لوگوں کے لئے حساب کی وہ پریشانی دور ہو جائے جو ستاروں کو چلتے ہوئے دیکھ کر کی جاتی ہے۔

شیخ موصوف آگے لکھتے ہیں: صوم رکھنے کے حکم کو فلکیاتی حساب پر قطعاً معلق نہ کیا جائے جس کی وضاحت گزری ہوئی حدیث بھی کر رہی ہے' اگر مطلع صاف نہ ہو تم تیس دن پورا کرو' یہ نہیں فرمایا کہ ماہرین فلکیات سے پوچھو۔ (۲)

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر بادل وغیرہ کی وجہ سے آسمان پوشیدہ ہو یا کسی اور ناطے انتیس کا چاند نظر نہ آئے تو ایسی صورت میں شعبان کی تیس تاریخ پوری کرنے کے بعد ہی صوم رکھا جائے فلکی حساب پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہوئے تیسویں دن احتیاطا صوم رکھنا درست نہ ہوگا۔

چاند دیکھنے کے لئے دوربین کا استعمال:

چاند دیکھنے کے لئے دوربین یا اس طرح کی دیگر اور کسی چیز کا استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اصل مقصود ہے چاند کا دیکھنا اب وہ جس بھی طرح سے حاصل ہو جائے مسجد کے مناروں پر چڑھ کر یا گھروں کی چھت سے یا پھر نت نئے آلات کے ذریعہ۔ زمانہ قدیم سے چاند دیکھنے کے سلسلے میں اس قسم کا دستور ملتا ہے۔ البتہ ایسا کرنا ضروری نہیں ہے۔

(۱) صحیح بخاری الصیام: ۱۳ حدیث رقم: ۱۹۱۳ صحیح مسلم صیام ۲، ۱۰۸۰ سنن ابی داؤد حدیث رقم ۲۳۱۹ سنن نسائی الصیام ۸ حدیث رقم ۲۱۴۲ حم ۲/۱۲۲

(۲) فتح الباری ۴/۱۵۱

اختلاف مطالع:

علماء کی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں لہٰذا کسی ایک ملک یا شہر کے باشندوں نے چاند دیکھا تو دیگر ممالک کے باشندوں پر صوم فرض ہو گیا انہوں نے درج ذیل اس حدیث سے استدلال کیا ہے "صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته "(۱)
چاند دیکھ کر صوم رکھو اور چاند دیکھ کر افطار (عید) کرو۔

ان کا کہنا ہے کہ حدیث مذکور میں خطاب پوری امت کو کیا گیا ہے' لہٰذا کسی بھی جگہ اگر ایک شخص نے چاند دیکھا تو وہ سب کی رؤیت مانی جائے گی۔

ان کے برخلاف علماء کی ایک جماعت کا یہ کہنا ہے کہ چاند کی رؤیت میں اختلاف مطالع کا لحاظ ضروری ہے اس قول کے ثبوت میں انہوں نے حضرت کریب رضی اللہ عنہ کی روایت کو بطور دلیل پیش کیا ہے روایت اس طرح ہے: عن كريب أن أم الفضل ابنة الحارث بعثته إلىٰ معاوية بالشام قال فقدمت الشام فقضيت حاجتها فاستهل رمضان وأنا بالشام فرأينا الهلال ليلة الجمعة ثم قدمت المدينة فى آخر الشهرفسألنى بن عباس ثم ذكر الهلال فقال متىٰ رأيتم الهلال قلت رأيته ليلة الجمعة قال أنت رأيته قلت نعم ورأه الناس وصاموا وصام معاوية قال لكنا رأيناه ليلة السبت فلا نزال نصوم حتىٰ نكمل ثلاثين أو نراه فقلت أو لا تكتفى برؤية معاوية وصيامه ؟ فقال لا،هكذا أمرنا رسول الله ﷺ (۲)

کریب فرماتے ہیں کہ کہ مجھے ام فضل بنت حارث نے شام میں معاویہ کے پاس بھیجا میں نے ان کا کام پورا کیا وہاں شام میں رمضان کا چاند نظر آ گیا میں نے یہ چاند جمعہ کی رات دیکھا پھر میں مہینہ کے آخر میں مدینہ آیا تو مجھ سے عبداللہ بن عباس نے پوچھا تم

(۱) تخریج گزر چکی

(۲) صحیح مسلم/ الصیام۲ حدیث رقم:۱۰۸۷سنن ابوداؤد الصوم حدیث رقم:۲۳۳۲سنن ترمذی/ الصوم حدیث رقم:۶۸۹سنن نسائی۴/۱۳۱

نے کب چاند دیکھا؟ میں نے کہا جمعہ کی رات کو، انہوں نے کہا کیا تم نے بھی دیکھا، میں نے کہا ہاں اور لوگوں نے بھی دیکھا اور صوم رکھا اور معاویہ نے بھی صوم رکھا ابن عباس نے کہا لیکن ہم نے ہفتہ کی رات کو چاند دیکھا ہے لہٰذا ہم اس وقت تک صوم رکھتے رہیں گے جب تک کہ تیس پورے نہ کر لیں یا ہم دوبارہ چاند نہ دیکھ لیں۔ پھر کریب نے کہا کہ کیا آپ کے لئے معاویہ رضی اللہ عنہ کا چاند دیکھ لینا اور صوم رکھ لینا کافی نہیں ہے؟ تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں۔ اسی طرح ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے۔

انہوں نے عقلی دلیلوں کا بھی سہارا لیا ہے ان کا یہ کہنا ہے کہ چاند کے مطالع مختلف ہیں یہ ایک متفق علیہ مسئلہ ہے تو جب پوری دنیا میں چاند کا مطلع ایک نہیں ہو سکتا تو پھر ہر ملک اور شہر کے لئے اس کی اپنی رؤیت کا اعتبار ہوگا۔ جہاں چاند نظر آ جائے وہاں سے مشرق کی جانب ۵۶۰ میل (۸۴۰) تک طلوع ہلال کا اعتبار ہوگا۔

اور جو ممالک مغرب کی جانب ہوں ان سب پر صوم رکھنا فرض ہوگا اس کو ایک مثال سے سمجھتے ہیں فرض کیجئے بحرین کے لوگوں نے چاند دیکھ لیا تو بحرین سے مشرق کی جانب تو صرف ۵۶۰ میل (۸۴۰) تک طلوع ہلال کا اعتبار ہوگا مگر جو ممالک بحرین سے آگے یعنی مغرب کی جانب واقع ہیں مثلاً سعودی عرب، مصر مغرب وغیرہ ان سب پر صوم رکھنا فرض ہوگا۔

کیونکہ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ جب کسی ایک ملک میں چاند کی رؤیت حاصل ہو گئی تو ضروری ہے کہ اس سے بعد والے ممالک میں بھی چاند نظر آئے کیونکہ چاند سورج کے بعد ڈوبتا ہے اور جس قدر اس میں تاخیر ہوگی چاند سورج سے دور ہوتا چلا جائے گا اور اس کا دیکھا جانا ممکن اور آسان ہوگا شیخ الاسلام ابن تیمیہ وغیرہ کی یہی رائے ہے۔(۱)

دوسری دلیل یہ دی ہے کہ شریعت اسلامیہ نے چاند سے متعلق احکام کو رؤیت ہلال سے جوڑا ہے اور مطلع مختلف ہونے کی وجہ سے جہاں چاند نہیں دیکھا گیا نہ حکماً نہ حقیقتاً پھر وہاں کے لوگوں پر صوم رمضان کیسے لاگو ہوگا۔

(۱) دیکھیں مجموع الفتاوی ۲۵/۱۰۳

تیسری دلیل: مواقیت صلاۃ میں اختلاف ایک حقیقت ہے دنیا کے کسی گوشے میں اگر فجر کا وقت ہے تو دوسری جگہ ظہر کی صلاۃ پڑھی جارہی ہوتی ہے جبکہ تیسری جگہ عصر کی صلاۃ کا وقت ہوا چکا ہوتا ہے اسی طرح مغرب اور عشاء کا بھی معاملہ ہے۔جس طرح امت مسلمہ ایک وقت میں کوئی صلاۃ ایک ساتھ ادانہیں کرتی،اسی طرح یہ بات بھی ممکن نہیں کہ ایک ساتھ سب صوم رکھیں اور ایک ساتھ افطار کریں۔

چوتھی دلیل: اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جولوگ مشرق میں رہتے ہیں وہ مغرب میں رہنے والوں سے پہلے صوم رکھیں گے اور افطار کریں گے،جب ہم نے زندگی کے شب وروز میں اختلاف مطالع کو مان لیا تو ہمیں ماہانہ ٹائم ٹیبل میں بھی اختلاف مطالع کو تسلیم کرنا پڑے گا کیونکہ جس طرح ایک ملک کے دوسرے ملک سے دن کے اوقات سحری وافطاری کے لحاظ سے مختلف ہیں اسی طرح صوم رکھنے اور نہ رکھنے میں بھی مختلف ہونا ضروری ہے۔(۱)

جسے طلوع فجر کے بعد ماہ رمضان کی آمد کا علم ہوا ہو:

ایک شخص کو ماہ رمضان کے داخل ہونے کی اطلاع طلوع فجر کے بعد ہوئی تو ایسے شخص کو دن کا بقیہ حصہ ماہ رمضان کے احترام میں صوم رکھ کر گزارنا چاہئے کیونکہ یہ رمضان کا دن ہے۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں ’’أن أعرابیا جاء إلی النبی ﷺ فقال إنی رأیت الهلال فقال أتشهد أن لااله الا الله ؟ قال نعم قال أتشهد أن محمدا رسول الله ؟ قال نعم قال فأذن فی الناس یا بلال أن یصوموا غدا‘‘(۲)

ایک دیہاتی نے رسول ﷺ سے آکر کہا کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھ لیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس بات کی شہادت دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں؟

(۱) تفصیل کے لئے دیکھیں: المغنی۴/ ۳۲۸ جدید فقہی مسائل ۷۹،۸۰ توضیح الأحکام ۳/۱۳۴

(۲) سنن ابوداؤد الصوم ۱۴ حدیث: ۲۳۴۰ سنن ترمذی: الصوم ۷ حدیث: ۶۹۱ نسائی الصوم ۶ (۲۱۱۵) ابن ماجہ: الصوم ۶ حدیث: ۱۶۵۲' دارمی الصوم ۶ (۱۷۳۴)، سند میں سماک ہیں جن کی عکرمہ سے روایت میں اضطراب ہے لیکن امام حاکم' امام ذہبی' ابن خزیمہ ابن حبان وغیرہم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

اس نے جواب دیا: ہاں پھر آپ ﷺ نے دریافت کیا: کیا تم اس بات کی شہادت دیتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں؟ تو اس نے جواب دیا: ہاں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اے بلال! لوگوں میں اعلان کردو آئندہ کل صوم رکھیں۔

واضح رہے مذکورہ صورت میں صوم کی قضاء کے تعلق سے علماء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے جمہور اہل علم نے قضاء کو ضروری قرار دیا ہے کیونکہ اس نے فجر سے قبل صوم کی نیت نہیں کی جبکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد رشید ابن قیم وغیرہ نے وجوب کا انکار کیا ہے کیونکہ اس نے لاعلمی کی وجہ سے صوم نہیں رکھا ہے اور لاعلمی کی وجہ سے آدمی معذور سمجھا جائیگا۔

جس نے طلوع فجر یا غروب آفتاب میں شک کی بنا پر کھا پی لیا ہو:

اگر کوئی شخص طلوع فجر سے متعلق شک میں مبتلا ہو کر کھا پی لیا تو اس پر کوئی حرج نہیں اس کا صوم درست ہوگا البتہ اگر واضح طور پر معلوم ہو جائے کہ اس نے طلوع فجر کے بعد ہی کھایا پیا تھا تو اس کا صوم باطل ہے اور اس پر قضاء ضروری ہے۔رہا وہ شخص جس نے غروب آفتاب میں شک کی بناء پر کھا پی لیا تو اس نے غلطی کی اور اسے قضاء کرنا ہوگا کیونکہ جب تک غروب ہونے کا ظن غالب یا یقین کامل نہ ہو جائے افطار کرنا جائز نہیں ہے۔

واضح رہے فضاء ابر آلود ہونے کی وجہ سے اگر مؤذن اذان دے دے اور لوگ افطار کر لیں لیکن بعد میں سورج نکل آئے تو ایسی صورت میں بھی قضاء کرنی ہوگی۔

کیا رمضان کے صرف اٹھائیس دن صوم رکھنا جائز ہے؟

اگر رؤیت کی غلطی کی وجہ سے اٹھائیس ہی دن پر رمضان کا صوم سمٹ جائے تو ایسی صورت میں اگلے دن عید کرلیں یہ مان کر کہ یکم رمضان کا صوم نہیں رکھا گیا لیکن عید کے بعد ایک صوم کی قضاء ضروری ہوگی کیونکہ یہ بات ناممکن ہے کہ مہینہ عربی کا انتیس دن سے کم ہو۔(۱)

(۱) بدایۃ المجتہد ۲/۹۲ فتاوی الصیام جمع وترتیب المسند ۵

ایک شخص جس نے ایک ملک میں صوم رکھنا شروع کیا اور پھر دوسرے ملک کا سفر کیا

اگر کوئی شخص کسی ملک میں نوکری کرتا ہو اور وہ صوم رمضان کی شروعات اس ملک میں کرے لیکن رمضان کے آخر میں وہ اپنے وطن واپس ہو جائے تو ایسی صورت میں اس کے سامنے تین شکلیں ہونگی یا تو وہاں کے حساب سے اس کا صوم اکتیس دن کا بن رہا ہے ایسی صورت میں وہ صوم رکھے گا گرچہ اس نے تیس کی گنتی پوری کر لی ہے کیونکہ نبی ﷺ نے یہ فرمایا ہے ''الصوم يوم تصومون والفطر يوم تفطرون '' (۱)

جب لوگ صوم رکھیں تو تم صوم رکھو اور جب لوگ صوم افطار کریں تو تم صوم افطار کرو۔

دوسری صورت یہ ہے کہ وہ مشرق سے مغرب کی طرف سفر کرے جہاں مہینہ آگے بڑھتا ہے اور ایسی صورت میں اس کا صوم اٹھائیس پر سمٹ جائے تو اسے چاہئے کہ وہ لوگوں کے ساتھ ہی افطار کرے اور بعد میں ایک صوم کی قضا کرے کیونکہ عربی کا مہینہ انتیس دن سے کم کا نہیں ہوتا۔

تیسری شکل یہ ہے کہ اس کا صوم انتیس یا تیس دن کا پورا ہو رہا ہے ایسی صورت میں اس کے سامنے کوئی مشکل نہیں کیونکہ انتیس یا تیس دونوں صورت میں ماہ کامل ہو رہا ہے۔ (۲)

صرف ایک آدمی کی رؤیت:

اگر کسی نے تنہا چاند دیکھا لیکن وہ اس قدر آبادی سے دور ہے کہ نہ تو چاند دیکھنے میں کوئی آدمی اس کے ساتھ شریک ہوا اور نہ ہی وہ رؤیت ہلال کمیٹی کو اپنے چاند دیکھنے کی اطلاع دے سکا تو ایسے شخص کے لئے تنہا صوم رکھنا ضروری ہے کیونکہ ماہ رمضان کی آمد کا اسے پورا یقین ہو چکا ہے۔

لیکن اگر کوئی شخص اپنے شہر میں تنہا چاند دیکھے اور وہ اسلامی حکومت کے ریڈیو اسٹیشن

(۱) سنن ابو داؤد الصوم ۵ حدیث رقم : ۲۳۲۴ سنن ترمذی الصوم ۱۱ حدیث رقم ۶۹۷ سنن ابن ماجہ: الصیام ۹ حدیث رقم: ۱۶۶۰ صحیح الجامع حدیث رقم: ۳۸۶۹ عن ابی ہریرۃ۔

(۲) تفصیل کے لئے دیکھیں روضۃ الطالبین ۲/ ۳۴۹، شرح المهذب ۶/ ۲۷۴

یا رؤیت ہلال کمیٹی کو اس کی اطلاع بھی دے لیکن کسی وجہ سے محکمہ شرعیہ یا رؤیت ہلال کمیٹی اس کی شہادت کو رد کر دے اور نہ مانے تو ایسی صورت میں وہ خاموشی سے صوم رکھ لے کیونکہ اس نے خود کی آنکھوں سے چاند دیکھا ہے لیکن اس کا اعلان نہ کرے تاکہ لوگوں کے درمیان فتنہ کا سبب نہ ہو۔ (۱)

صوم برائے استقبال رمضان:

چاند دیکھنے سے دو چار دن پہلے رمضان کے استقبال کے طور پر صوم رکھنا درست اور جائز نہیں ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ''لايتقدمن احدكم رمضان بصوم يوم او يومين الا ان يكون رجل كان يصوم صومه فليصم ذلك اليوم '' (۲)

تم میں سے کوئی رمضان سے ایک یا دو دن پہلے صوم نہ رکھے سوائے اس شخص کے جو اپنا صوم رکھا کرتا تھا تو وہ (اپنی عادت کے مطابق) اس دن صوم رکھے۔

حدیث کے پہلے ٹکڑے میں مذکور ممانعت ایسے شخص کے لئے ہے جو عادتا نفلی صوم نہ رکھتا ہو اگر کوئی شخص ایسا ہے جو عادتا ایام بیض یعنی چاند کی تیرہ چودہ پندرہ تاریخ یا اسی طرح سوموار یا جمعرات کا صوم پابندی سے رکھتا ہو اور وہ دن رمضان سے ایک یا دو دن پہلے آجائے تو بغیر کراہت کے اس شخص کے لئے اس دن کا صوم رکھنا جائز اور درست ہے۔ حدیث کا آخری ٹکڑا اس کی صراحت کر رہا ہے۔

مشکوک دن میں صوم رکھنے کا حکم:

چاند کے بظاہر چھوٹا اور بڑا ہونے سے شک میں پڑ کر احتیاطا رمضان کے صوم کی نیت کر کے صوم رکھنا بھی درست نہیں ہے۔ ابوالبختری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: ''خرجنا للعمرة فلمانزلنا ببطن نخلة ترائينا الهلال فقال بعض القوم هوابن ثلاث وقال بعض

(۱) الشرح الممتع ۶/ ۳۲۹

(۲) صحیح بخاری الصیام: ۱۴ حدیث رقم: ۱۹۱۴ صحیح مسلم الصوم: ۳ حدیث ۱۸۰۲ سنن ابو داؤد الصوم ۶ حدیث رقم: ۲۳۳۵ سنن ترمذی الصوم ۱۰ حدیث رقم ۶۸۴ سنن نسائی: الصیام ۴/ ۱۴۹

القوم هو ابن ليلتين قال فلقينا ابن عباس رضى الله عنهما فقلنا انا رأينا الهلال فقال بعض القوم هوابن ثلاث وقال بعض القوم هوابن ليلتين فقال اى ليلة رأيتموه قال قلنا ليلة كذا و كذا فقال ان الله مده للرؤية فهو لليلة رأيتموه (۱)

ہم عمرہ کے لئے (مدینہ) سے روانہ ہوئے جب نخلہ کے مقام پر پہونچے تو سب نے (نیا) چاند دیکھا کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ تیسری رات کا چاند لگتا ہے کچھ لوگوں نے کہا دوسری رات کا لگتا ہے ہماری ملاقات حضرت عبداللہ بن عباس سے رضی اللہ عنہما سے ہوئی تو ہم نے ان سے کہا کہ ہم نے چاند یکھا ہے کچھ لوگوں نے اسے تیسری رات کا کہا ہے کچھ نے دوسری رات کا انہوں نے پوچھا تم نے کون سی رات چاند دیکھا تھا بتایا کہ ہم نے فلاں رات کا چاند دیکھا ہے تو وہ کہنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو تمہارے دیکھنے کے لئے بڑا کر دیا تھا وہ تو اسی رات کا تھا جس رات تم نے اسے دیکھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماہ رمضان کی پہلی رات کا چاند کچھ دیر تک باقی رہے یا کچھ بڑا نظر آئے تو اس سے پریشان نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اللہ تعالی ایسا اس لئے کر دیتے ہیں تا کہ لوگوں کو چاند دیکھنے میں آسانی ہو جائے۔

صلہ بن زفر کہتے ہیں کہ ہم اس دن میں جس دن کا صوم مشکوک ہے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پاس تھے‘ ان کے پاس ایک (بھنی ہوئی) بکری لائی گئی‘ تو لوگوں میں سے ایک آدمی کھانے سے احتراز کرتے ہوئے) الگ ہٹ گیا اس پر عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا:’’من صام اليوم الذى يشك فيه فقد عصىٰ ابا القاسم‘‘(۲)

جس نے شک والے دن میں صوم رکھا اس نے ابوالقاسم (یہ آپ ﷺ کی کنیت ہے) کی

(۱) صحیح مسلم کتاب الصیام باب بیان أنہ لا اعتبار بکبر الھلال وصغرہ حدیث رقم: ۱۰۸۸‘ السلسلۃ الصحیحۃ ۵/ ۳۶۶ حدیث رقم: ۲۲۹۲

(۲) صحیح بخاری الصوم ۱۱ (۱۹۰۶) تعلیقا سنن ابو دداؤد الصوم ۱۰ حدیث رقم: ۲۳۳۴ ترمذی/ الصوم ۳ حدیث: ۶۸۶ سنن نسائی/ الصوم ۲۰ حدیث: ۲۱۹۰، ابن ماجہ الصیام ۳ حدیث رقم: ۱۶۴۵ ادی/ الصوم حدیث رقم: ۱۷۲۴

نافرمانی کی۔

شک والے دن سے مراد ۳۰ شعبان کا دن ہے بدلی وغیرہ کی وجہ سے ۲۹ ویں کو چاند نظر نہ آنے کی صورت میں اس دن صوم رکھنا سراسر رسول کی نافرمانی ہے کیونکہ یہ ایک طرح سے حدود الٰہی پر اضافہ ہے۔ (۱)

اس مفہوم کی تائید صحیحین میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: لايتقدمن أحد كم بصوم يوم أو يومين إلا أن يكون رجل كان يصوم صوما فليصم ذلك اليوم (۲)

تم میں سے کوئی رمضان سے ایک یا دو دن پہلے صوم نہ رکھے سوائے اس شخص کے جو اپنا صوم رکھا کرتا تھا تو وہ (اپنی عادت کے مطابق) اس دن صوم رکھے۔

حدیث مذکور پر یہ اعتراض ممکن ہے کہ صحیحین میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو فرمایا:’’هل صمت من سرر شعبان شيئا قال لاقال فإذا أفطرت فصم يوما وقال أحدهما يومين (۳)

کیا تو نے اس مہینہ کے آخر میں کوئی صوم رکھا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا نہیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم صوم ختم کرو تو اس کے بدلے میں ایک دن کا صوم رکھو ان دونوں میں سے کسی ایک راوی کی روایت میں ہے دو دن صوم رکھ لیا کرو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص سے نبی ﷺ نے پوچھا تھا اس کی عادت کے بارے میں نبی ﷺ کو معلوم تھا کہ وہ صوم رکھتا ہے چونکہ اس نے جب نبی ﷺ سے ایک دو دن برائے استقبال رمضان صوم کی ممانعت سنی تو اس نے اپنا معمول بدل دیا تو آپ ﷺ نے اس کے غلط فہمی دور کرنے کے لئے ایسا فرمایا۔

(۱) تفصیل کے لئے دیکھیں توضیح الأحکام ۳/ ۱۲۸‘ ۱۲۹

(۲) صحیح بخاری الصوم ۱۴ حدیث رقم: ۱۹۱۴ صحیح مسلم الصوم ۱۰۸۲۳ سنن ابو داؤد/ الصوم ۱۱ حدیث رقم ۲۳۳۵ سنن نسائی/ الصوم ۳۱ حدیث رقم ۲۱۷۱ سنن ابن ماجہ/ الصیام ۵ حدیث رقم: ۱۹۵۰

(۳) صحیح بخاری/ الصوم ۶۲ حدیث رقم: ۱۹۸۳ تعلیقا صحیح مسلم/ الصوم ۳۷ حدیث رقم: ۱۱۶۱ سنن ابو داؤد/ الصوم حدیث رقم: ۲۳۲۸ سنن دارمی/ الصوم ۳۵ حدیث رقم: ۱۱۸۳

یا پھر یہ کہ اس نے نذر مان رکھی تھی اور آپ ﷺ نے اسے قضاء میں صوم رکھنے کا حکم دیا تھا جیسا کہ بہت سارے شارحین حدیث نے یہ بات ذکر کی ہے۔

اس مسئلہ میں اور بھی متعدد اقوال پائے جاتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ شعبان کے آخر میں صوم رکھنے کی تین حالتیں ہیں

۱۔رمضان کے احتیاط میں رمضان کی نیت سے صوم رکھے ایسا کرنا حرام ہے۔

۲۔نذر یا پھر رمضان کی قضاء یا پھر کفارہ کی نیت سے صوم رکھے جمہور علماء کرام اسے جائز قرار دیتے ہیں۔

۳۔مطلقا نفلی صوم کی نیت کرتے ہوئے صوم رکھا جائے۔

جو علماء کرام شعبان اور رمضان کے درمیان صوم نہ رکھ کر ان میں فرق کرنے کو کہتے ہیں وہ صوم رکھنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں البتہ اگر عادتاً اپنا صوم رکھا کرتا تھا تو وہ (اپنی عادت کے مطابق) اس دن صوم رکھے کوئی حرج نہیں ہے۔

رمضان کا مہینہ اگر انتیس دن کا ہو جائے تو اس سے اجر میں کمی نہیں ہوتی:

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا :"شهران لاينقصان شهرا عيد رمضان و ذو الحجة"(۱)

رمضان اور ذی الحجہ کے دونوں مہینے ناقص نہیں رہتے۔

یعنی دونوں ۲۹ کے نہیں ہوتے، اگر ایک ۲۹ کا ہوتا ہے تو دوسرا تیس کا

محدثین نے اس حدیث کی شرح کے ضمن میں یوں بھی لکھا ہے کہ اگر یہ کم بھی ہوں پھر بھی اجر کے اعتبار سے پورے تیس دن کے برابر ہوتے ہیں اور یہی صحیح ہے۔(۲)

(۱) صحیح بخاری کتاب الصیام باب شہرا عید لا ینقصان حدیث رقم: ۱۹۱۲ صحیح مسلم الصوم ۷ حدیث: ۱۰۸۹ سنن ترمذی الصوم ۸ حدیث ۶۹۲

(۲) صحیح بخاری مع الفتح کتاب الصیام حدیث رقم: ۱۹۱۲ سے پہلے، شرح مسلم للنوی ۴/۲۲۳

چاند دیکھنے کی دعا:

رمضان، عید یا کسی بھی ماہ کا چاند پہلی مرتبہ دیکھیں تو یہ دعا کریں۔ اَللّٰهُمَّ أَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْأَمْنِ وَالإِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالإِسْلَامِ وَالتَّوْفِيقِ لِمَا تُحِبُّ رَبَّنَا وَتَرْضىٰ رَبَّنَا وَرَبُّكَ اللّٰهُ (۱)

اے اللہ! اس کو ہم پر امن وایمان اور سلامتی واسلام کے ساتھ نکال اور اس چیز کی توفیق کے ساتھ جس کو اے ہمارے رب! تو پسند کرتا اور چاہتا ہے، اے چاند میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔

بوقت دعا ہاتھ اٹھانا، چاند کی طرف رخ کر کے کھڑے ہونا اور اس طرح کی دیگر چیزوں کے اہتمام کی ضرورت نہیں بس چاند دیکھیں اور اپنی راہ لیں اور دعا کرتے جائیں۔

صوم کے اہداف ومقاصد قرآن کریم کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صوم کی فرضیت کے ساتھ اس کا مقصد بھی بیان فرمایا ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾(۲)

اے ایمان والو! تم پر صوم (رمضان کا) فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صوم کی حقیقت تقویٰ بتایا ہے چونکہ صوم کی یہ حقیقت تمام مذاہب میں مشترک تھی اس لئے قرآن مجید نے دیگر مذاہب کو بھی اس حقیقت میں " كما كتب على الذين من قبلكم " کے ذریعہ شریک کر لیا۔

تقویٰ کے لغوی معنی ہیں بچنا، دور رہنا، کسی چیز کو چھوڑ دینا اور پرہیز گاری اختیار کرنا۔

(۱) صحیح ترمذی کتاب الدعوات باب مایقول عند رؤیۃ الہلال ۵۱ حدیث رقم: ۳۴۵۱ قال الألبانی رحمہ اللہ فی الکلم الطیب ص ۱۳۹ صحیح بشواہدہ

(۲) البقرۃ/۱۸۳

قرآن وحدیث میں لفظ تقویٰ مختلف صورتوں میں بے شمار مقامات پر استعمال کیا گیا ہے مختلف استعمالات کے پیش نظر علماء نے اس کی مختلف تعریفیں کی ہیں۔

لیکن ان تعریفات میں جو چیز قدرے مشترک ہے وہ یہ کہ آدمی اپنے اور عذاب الٰہی کے مابین بچاؤ کا سامان کرلے بایں طور کہ احکام کی پابندی کرے اور ممنوعات سے دور رہے۔

اس توضیح کی روشنی میں جو تدبیر بھی اللہ کے عذاب سے بچنے کے لئے کی جائے گی بشرطیکہ وہ کتاب وسنت کی روشنی میں ہو تقوی کے مفہوم میں شامل ہوگی اسی طرح وہ تمام کے تمام اعمال وافعال جو ہماری اخروی زندگی کے لئے باعث نقصان ہوں ان سے بچنا تقوی اپنانا ہوگا۔

انسان کو ہر وقت اس کوشش میں لگے رہنا چاہئے کہ کوئی چیز راہ دین سے غفلت کا سبب نہ بنے، شیطانی طاقتیں اس پر غالب نہ آئیں، نفس امارہ اسے اپنے دامن میں نہ لے لے اور یہ سب کچھ تقویٰ کے بدولت حاصل ہوسکتا ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ نے تقوی کے تعلق سے ابی رضی اللہ عنہ کا قول یوں نقل فرمایا ہے

’’سأل عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنه ابیاّ عن التقویٰ فقال:هل اخذت طريقا ذا شوك ؟قال نعم‘ قال:فما عملت فيه ؟قال تشمرت و حذرت ‘قال:فذاك التقویٰ‘‘(۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی رضی اللہ عنہ سے جب تقوی سے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ کیا آپ کا گزر کسی خاردار راستے سے ہوا ہے تو جواب دیا کہ ہاں پھر سوال کیا کہ اس وقت آپ نے کیا کیا؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے دامن سمیٹ لیا اور بچ بچا کر نکل گیا ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہی تقوی ہے۔

اس کا مطلب ہے کہ دنیا کی مثال خاردار راستے کی ہے مومن کا کام یہ ہے کہ اس میں سے گزرتے ہوئے دامن سمیٹ کر چلے اس کی کامیابی اسی میں ہے کہ ہر کام میں دیکھے کہ اس میں اللہ کی خوشنودی مضمر ہے یا نہیں؟

(۱) القرطبی ۱/تفسیر سورۃ البقرۃ

تقوی ہی کے سلسلے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں کتاب الایمان کے اندر ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول ذکر کیا ہے ’’قال ابن عمر لايبلغ العبد حقيقة التقویٰ حتى يدع ما حاك فی الصدر (۱)

بندہ تقوی کی حقیقت کو نہیں پاسکتا یہاں تک کہ ہر وہ چیز جو دل کے اندر کھٹک پیدا کرتی ہے ترک کردے۔

معلوم ہوا کہ ہر قسم کی غلط جسمانی‘ نفسانی‘ دنیاوی لذائذ اور خواہشات سے جسم اور روح کو محفوظ رکھنے کا نام تقویٰ ہے۔انسان جب چھوٹی سے چھوٹی چیز کے اندر بھی شیطانی پھندوں سے بچتا ہوا رب کی رضامندی تلاش کرتا ہے تو دل کے اندر ہر کھٹکنے والی چیز کو ترک کردیتا ہے۔

ایک عربی شاعر کہتا ہے:

خل الذنوب صغيرها   و كبيرها ذاك التقیٰ
واصنع كماشٍ فوق ارض   الشوك يحذر ما يریٰ
لاتحقرن صغيرة   إن الجبال من الحصیٰ

یعنی ہر چھوٹے بڑے گناہ کو چھوڑ دو یہی تقویٰ ہے۔ایسے رہو جیسے کانٹوں والی راہ پر چلنے والا انسان کانٹوں سے بچ کر چلتا ہے۔چھوٹے گناہ کو بھی ہلکا نہ جانو دیکھو! پہاڑ کنکریوں سے ہی بن جاتے ہیں۔

تقویٰ کے علاوہ اللہ تعالی نے صوم کے دو اہم مقاصد قرآن حکیم کی ایک دوسری آیت میں بیان فرمایا ہے جن کا وجود سابقہ مذاہب میں نہیں ملتا۔

نمبر۱ ’’وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلىٰ مَا هَدَاكُمْ ‘‘

صوم اسلئے فرض ہوا تاکہ تم اس عطاء ہدایت پر اللہ کی بڑائی کرو۔(۲)

بلاشبہ اللہ کی کبریائی اور بڑائی کا نغمہ سے انسان کی زبان ہمیشہ تر ہو یہ بہت بڑے فضل کی چیز ہے، اللہ کا ذکر دلوں کو صاف کرتا ہے، بداعمالیوں اور بدعقیدگیوں سے نجات دلاتا ہے، بے حیائی

(۱) صحیح بخاری کتاب الإیمان:۱

(۲) البقرۃ ۱۸۵

اور فحاشی سے منع کرتا ہے، انسانی کردار کو نکھارتا ہے، مزاج میں اعتدال پیدا کرتا ہے، سیرت میں حسن لاتا ہے، طبیعت کو استغنا بخشتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کثرت ذکر سے انسان قربت الٰہی کی منزلوں کا راہی بن جاتا ہے سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ (۱)

بے شک اللہ کا ذکر ایک بڑی چیز ہے۔

نمبر۲ ''وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ'' صوم اس لئے فرض ہوا تا کہ تم اس انعام الٰہی پر رب کا شکر ادا کرو۔ (۲)

شکر وہ جذبہ احسان شناسی ہے جس سے بندہ مؤمن کا دل ہر لمحہ، ہر گھڑی معمور رہنا چاہئے، یہ وہ بڑی دولت ہے کہ جس کو حاصل ہو جائے اس کے لئے تمام نعمتوں کے دروازے از خود کھلتے چلے جاتے ہیں حضرت انسان کا یہ فرض بنتا ہے کہ اللہ کی نعمتوں پر ہر پل اس کی نگاہ ہو، جیسے ہی اسے رب کی کسی نعمت کا احساس ہوا سے قولاً وعملاً اپنے منعم حقیقی کا شکر بجالانا چاہئے۔

صوم انسان کو تقویٰ کے عظیم المرتبت مقام کے ساتھ مقام شکر پر بھی فائز دیکھنا چاہتا ہے وہ صائم (روزہ دار) کے اندر یہ جوہر پیدا کرنا چاہتا ہے کہ ہر تنگی وترشی کا ہر حال میں خندہ پیشانی سے مقابلہ کرتے ہوئے اپنے پروردگار کا شکر ادا کرتا رہے۔

صوم کے فوائد:

صوم کے بے شمار دینی اور دنیاوی فوائد ہیں:

۱۔صوم ایک اہم عبادت ہے بندہ اس عبادت کی ادائیگی سے قربت الٰہی کی منزلوں کا راہی بن جاتا ہے وہ اپنی پسندیدہ اور مرغوب چیزوں کو اللہ کی رضاء کی خاطر چھوڑ دیتا ہے اور یہ چیز اس کے ایثار کو ظاہر کرتی ہے۔

۲۔صوم انسان کے اندر تقوی کی صفت پیدا کرتا ہے اور صائم اس صفت کی بدولت شیطان

(۱) (العنکبوت ۴۵)

(۲) البقرۃ ۱۸۵

کے مکر وفریب سے محفوظ ہو جاتا ہے ﴿إن الذين اتقوا إذا مسهم طائف من الشيطان تذكروا فإذا هم مبصرون ﴾ (۱)

بے شک جو لوگ متقی ہیں شیطان کی طرف سے کوئی خیال ان کو چھونا بھی چاہتا ہے تو اللہ کو یاد کرتے ہیں سو یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

۳۔صوم انسان کو صبر وتحمل، ضبط نفس اور جفاکشی کی تعلیم دیتا ہے اس کے ذریعہ انسان کو اپنے نفس پر قابو پانے کا طریقہ معلوم ہو جاتا ہے۔ معرکہ بدر اس کا واضح ثبوت ہے صحابہ کرام نے اپنے سے تین گنا تعداد میں دشمنوں کو شکست فاش دی، انہوں نے صوم سے جفاکشی اور صبر کی تعلیم حاصل کی تھی یہ لڑائی ماہ رمضان میں لڑی گئی تھی۔ (۲)

۴۔صوم انسان کے نفسانی کبر وغرور کو ختم کر کے اس کو حق کا تابع اور مخلوق کے لئے نرم کر دیتا ہے کیونکہ دنیاوی لذتوں سے فائدہ اٹھانے والا شخص اکثر کبر وغرور کا شکار ہو جاتا ہے۔

۵۔صوم رکھنے سے ایک مسلمان کے اندر ہمدردی اور ایثار کے جذبات پروان چڑھتے ہیں۔ کیونکہ جب ایک مالدار انسان خود بھوک اور پیاس کو برداشت کرتا ہے تو دوسرے غریب، لاچار انسان کی بھوک اور پیاس کا اسے احساس ہوتا ہے اور پھر وہ اللہ کی نعمت کے شکریہ میں فقیر اور نادار لوگوں سے نرم رویہ اختیار کرتا ہے۔

۶۔صوم انسان کو دوسروں کے دکھ درد کو سمجھنے کے قابل بناتا ہے اور پھر انہیں دور کرنے کے لئے آمادہ کرتا ہے، صبح سے شام تک بھوکا رہنے سے اس میں غریبوں، ناداروں کے لئے ہمدردی پیدا ہوتی ہے اور پھر ان کا دکھ درد، دور کرنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: «المؤمنون كرجل واحد إن اشتكى رأسه تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى» (۳)

سارے مؤمن ایک آدمی کے مانند ہیں اگر اس کے سر میں تکلیف لاحق ہو تو اس کا سارا جسم

(۱) البقرۃ ۱۸۵

(۲) زاد المعاد ۱/۵۵

(۳) صحیح مسلم باب تراحم المؤمنین حدیث رقم: ۶۷۵۳

بخاراور بےخوابی سے دوچار ہوتا ہے۔

صحیح مسلم ہی کی ایک دوسری روایت ان الفاظ سے مروی ہے:المؤمنون کرجل واحد إن اشتکیٰ رأسه اشتکیٰ کله وإن اشتکیٰ عینه اشتکیٰ کلهٍ (۱)

سارے مؤمن ایک آدمی کے مانند ہیں اگراس کے سر کو تکلیف پہونچے تو سارا بدن اس تکلیف کومحسوس کرتا ہےاوراگراس کی ایک آنکھ کوتکلیف لاحق ہوتواس کا سارابدن تکلیف سے دوچارہوتا ہے۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إن المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضه بعضا وشبك أصابعهٍ (۲)

۷۔صوم رکھنے سے عفت و پاکدامنی حاصل ہوتی ہے، شیطانی راستے مسدود ہوتے ہیں انسانی شہوت کوکنٹرول کرنے میں مددملتی ہے، کیونکہ انسان جب صوم رکھتا ہے تو بھوک اور پیاس برداشت کرتا ہےاوراس کی وجہ سے اس کےجسم میں خون کا دوران کم ہوجاتا ہے اور پھر بدن میں شیطان کی دوڑ بھی کم ہوجاتی ہے احادیث صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ شیطان انسانی جسم میں خون کے مانند دوڑ لگاتا ہے یہی سبب ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:''یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءة فلیتزوج فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیه بالصوم فإنه له وجاء''(۳)

اے جوانو!تم میں جوشخص قوت مردانگی رکھتا ہووہ شادی کرلے کیونکہ نکاح آدمی کی نگاہ پست کردیتا ہےاورشرمگاہ کی حفاظت کرتا ہےاور جوشخص طاقت نہ رکھتا ہووہ صوم رکھے کیونکہ صوم شہوت کی حدت کم کردیتا ہے۔

(۱) صحیح مسلم باب تراحم المؤمنین حدیث رقم:۶۷۵۴)

(۲) صحیح بخاری باب تشبیک الأصابع ۵۴ حدیث رقم:۶۴۷ ونصر المظلوم/ ۶ حدیث رقم:۲۳۲۴ صحیح مسلم باب تراحم المؤمنین حدیث رقم:۶۷۵۰) سنن نسائی حدیث رقم:۲۵۶۰ سنن الترمذی حدیث رقم:۱۹۲۸

(۳) صحیح بخاری/ الصوم:۱۰ حدیث رقم:۱۹۰۵ والنکاح ۲،۳ حدیث رقم:۵۰۶۵ صحیح مسلم النکاح ۱،۳ حدیث رقم:۱۴۰۰

بلاشبہ انسان کے ظاہر و باطن کو بدلنے میں صوم کی تاثیر عجیب ہے نفس کے وہ حصے جو خواہشات وشہوات کے زیرآب آچکے ہوتے ہیں وہ اس عمل کے نتیجے میں سرد پڑ جاتے ہیں اوردل میں تقویٰ کی راہ ہموار ہوجاتی ہے۔

۸۔صوم جسمانی صحت کا بھی باعث ہےعصر حاضر کی جدید سائنسی تحقیق یہ کہتی ہے کہ فاضل مادہ''کولیسٹرول'' کے پیدا ہوجانے سے انسان کے جسم میں جو مختلف بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں اس سے وہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔صوم رکھنے سے جگراور پتے کوآرام ملتا ہے' نظام ہضم کوتندرست اورتوانا بناتا ہے' کھانے کی اشتہا پیدا ہوتی ہے' خون بنانے میں بعض اہم اورمفید ہرمونات کوجنم دیتا ہے' وٹامن ڈی جو ہڈیوں کومضبوط بناتا ہے اس کے پیدا کرنے میں بھی اہم کردارادا کرتا ہے۔

صوم گردے کوبھی آرام پہونچاتا ہے' بلڈ پریشر کوکم کرتا ہے' جسم کوسوزشی خلیوں سے پاک کردیتا ہے صوڈیم اورکیلیم کی کمی بیشی کواپنے صحیح مقدار پرلے آتا ہے قوت مدافعت کو مضبوط بناتا ہے' خون میں سفید خلیوں کا اضافہ کرتا ہے جو بیماری کوروکنے میں ممد اور معاون ثابت ہوتے ہیں۔اس اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو صوم جہاں روحانی غذا ہے وہیں جسمانی بیماریوں کے لئے اکسیر ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے صوم کے اسرار ومقاصد پرنہایت بلاغت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے وہ لکھتے ہیں:صوم سے مقصود یہ ہے کہ نفس انسانی خواہشات اور عادتوں کے شکنجہ سے آزاد ہوسکےاس کی شہوانی قوتوں میں اعتدال اورتوازن پیدا ہواوراس ذریعہ سے وہ سعادت ابدی کے گوہرمقصود تک بآسانی پہونچ سکےاورحیات ابدی کےحصول کے لئے اپنےنفس کا تزکیہ کر سکے' بھوک اور پیاس سے اس کی تیزی اورشہوت کی حدت میں تخفیف پیدا ہواور یہ بات یاد آئے کہ کتنے مسکین ہیں جونان شبینہ کےمحتاج ہیں وہ شیطان کے راستوں کواس پرتنگ کر دے اوراعضاء وجوارح کوان چیزوں کی طرف مائل ہونے سے روک دے جن میں دنیا وآخرت دونوں کا نقصان ہے۔اس لحاظ سے یہ اہل تقویٰ کی لگام' مجاہدین کی ڈھال' اورابرار

ومقربین کی ریاضت ہے۔(۱)

صوم واجب ہونے کی شرطیں:

۱۔ **اسلام**: غیر مسلم پر صوم واجب نہیں لہذا اگر کوئی کافر یا مرتد صوم رکھ بھی لے تب بھی اس کا صوم صحیح نہ ہوگا اور نہ ہی عنداللہ وہ ماجور ہوگا کیونکہ صوم کے صحیح ہونے کے شرائط میں سے ایک بنیادی شرط اسلام ہے۔

۲۔ **بلوغت**: نابالغ پر صوم واجب نہیں لیکن اگر کوئی بچہ سن شعور کو پہونچ جائے اور اپنی مرضی سے صوم رکھے تو اس کا صوم اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہوگا اور اس کے والدین یا سرپرست بھی حسن تربیت پر اجر وثواب کے مستحق ہوں گے۔

مشہور صحابیہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالی عنہا روایت کرتی ہیں: أرسل رسول الله صلى الله عليه وسلم غداة عاشوراء إلىٰ قرى الأنصار التي حول المدينة من كان أصبح صائما فليتم صومه ومن كان أصبح مفطرا فليصم بقية يومه فكنا نصومه بعد ذلك ونصوم صبياننا الصغار منهم ونذهب إلى المسجد فنجعل لهم اللعبة من العهن فإذا بكى أحدهم على الطعام أعطيناها إياها حتىٰ يكون عند الإفطار(۲)

عاشورہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے ارد گرد انصار کی بستیوں میں یہ فرمان روانہ کیا جو صوم سے ہو وہ اپنا صوم پورا کرے اور جس نے صوم نہ رکھا ہو وہ باقی دن صوم کی طرح گزارے، ہم اس کے بعد عاشورہ کا صوم رکھا کرتے تھے اور بچوں کو صوم رکھواتے تھے، ہم مسجد جاتے وقت بچوں کے لئے روئی کا کھلونا بنالیا کرتے تھے، اگر کوئی بچہ کھانے کے لئے روتا تھا تو اسے یہی کھلونا دے دیا کرتے تھے، یہانتک کہ افطار کا وقت ہوجاتا تھا۔

(۱) زادالمعاد ۲/ ۲۸، ۲۹

(۲) بخاری الصوم باب صوم الصبیان ۱۹۶۰ صحیح مسلم الصیام ۲۱ حدیث رقم: ۲۷۲۵ من طریق خالد بن ذکوان صحیح ابن حبان باب صوم التطوع حدیث رقم: ۳۶۲۰ حم ۲۷۰۹۳

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وفي الحديث حجة على مشروعية تمرين الصبيان على الصيام كما تقدم لأن من كان في مثل السن الذي ذكر في هذا الحديث فهو غير مكلف وإنما صنع لهم ذلك للتمرين(۱)

اس حدیث میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ بطور مشق بچوں سے صوم رکھوانا چاہئے جیسا کہ یہ بات پہلے بھی گزر چکی ہے۔ تاکہ وہ اس کے عادی ہوجائیں اگر چہ وہ اس عمر میں احکام شرع کے مکلّف نہیں ہیں۔

واضح رہے بلوغت تین علامتوں میں سے کسی ایک کے ذریعہ ثابت ہوتی ہے ۱۔ خروج منی ۲۔ شرمگاہ کے قریب سخت بالوں کا اگنا ۳۔ پندرہ سال مکمل ہونا۔

عورت ہو تو مزید ایک اور علامت کا اعتبار ہوگا، میری مراد ہے حیض کا آنا، عورت کو جب بھی حیض آنا شروع ہوجائے وہ بالغ شمار ہوگی چاہے وہ دس سال سے قبل ہی کیوں نہ ہو۔

۳۔ **عقل**: مجنون آدمی پر صوم واجب نہیں کیونکہ وہ مرفوع القلم ہے اسی طرح وہ کم عقل جسے کچھ شعور وتمیز نہ ہو۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے ''رفع القلم عن ثلاث عن النائم حتى يستيقظ وعن الصبي حتى يشب وعن المعتوه حتى يعقل(۲)

تین آدمیوں کا حساب نہیں لکھا جاتا سونے والا بیدار ہونے تک بچہ بالغ ہونے تک، جس کی عقل خبط ہوچکی ہو افاقہ پانے تک۔

واضح رہے سویا ہوا آدمی گرچہ مرفوع القلم کے حکم میں ہے لیکن اس کا صوم صحیح ہے خواہ وہ دن بھر سویا رہے کیونکہ سونا ایک عادت ہے جس سے پورے طور پر انسان کا احساس و ادراک ختم نہیں ہوتا۔

(۱) فتح الباری ۴/ ۲۳۷

(۲) سنن ابوداؤد الحدود ۱۶ حدیث رقم ۴۳۹۸ سنن نسائی الطلاق ۲۱ حدیث رقم: ۳۴۶۲ سنن ابن ماجہ الطلاق ۱۵ حدیث رقم: ۲۰۴۱ مسند الدارمی الحدود ۱۳ حدیث رقم ۲۳۴۳ والحدیث قد اخرجہ الألبانی فی صحیح الجامع حدیث رقم: ۳۵۱۴

۴۔ **صوم کی طاقت**: لہٰذا ایسے بڑے بوڑھے پر صوم واجب نہیں جو صوم کی وجہ سے مشقت میں پڑ جائے اور اس مریض پر بھی واجب نہیں جو بالکل شفا سے ناامید ہو چکا ہے۔(۱)

صوم درست ہونے کی شرطیں:

۱۔اسلام: تفصیل گزر چکی

۲۔حیض ونفاس کا نہ ہونا: حیض اور نفاس کی حالت میں صوم رکھنا حرام ہے اور اگر کسی عورت نے رکھ لیا تو اس کا صوم صحیح نہیں ہوگا۔

۳۔تمیز: تفصیل گزر چکی

۴۔عقل: تفصیل گزر چکی

۵۔نیت: اس کا تفصیلی ذکر رکن صوم کے باب میں آئے گا۔

(۱) زاد المعاد ۲/۳۰

ماہ رمضان کی فضیلت

لفظ رمضان رمض سے مشتق ہے جس کا معنیٰ ہے سخت گرم' لسان العرب کے مطابق ماہ رمضان کو رمضان کا نام اس لئے دیا گیا ہے کہ وہ گناہوں کو جلا دیتا ہے۔(۱)

بعض اہل علم یہ کہتے ہیں کہ لفظ رمضان رمضاء سے مشتق ہے جس کا معنیٰ سخت اور گرم زمین ہے' اس اعتبار سے اس نام کا وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب اس کا نام رکھا جانے والا تھا تو اس وقت موسم سخت گرم تھا اس لئے اس ماہ کو رمضان کہا گیا۔

بعض اہل علم نے اس کے علاوہ متعدد اور توجیہیں کی ہیں۔(۲)

رمضان المبارک کا مہینہ بڑی فضیلت اور اہمیت کا حامل ہے اور اس کی فضیلت واہمیت پر کتاب وسنت کی بے شمار آیات اور احادیث دلالت کرتی ہیں چند درج ذیل ہیں:

۱۔سال کے کل بارہ مہینے ہوتے ہیں لیکن ان تمام مہینوں میں سے رمضان وہ مبارک مہینہ ہے جس کا ذکر قرآن میں اس کے نام کے ساتھ آیا ہے۔اللہ تعالی فرماتا ہے: رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا(۳)

۲۔اس ماہ مبارک کی ایک خوبی یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس پورے ماہ کے صوم کو فرض قرار دیا ہے۔

۳۔ماہ رمضان نزول قرآن کا مہینہ ہے: اس مہینے میں اللہ تعالی نے انسانیت کی رہنمائی

(۱) لسان العرب ۷/۱۶۰ باب رمض مصباح اللغات ص۳۱۴

(۲) لسان العرب ۷/۱۶۰ باب رمض مصباح اللغات ص۳۱۵

(۳) البقرۃ ۱۸۵

اور رہبری کے لئے قرآن مجید جیسا دستور حیات اور کتاب زندگی لوح محفوظ سے سماء دنیا پر یکبارگی نازل فرمایا اور پھر وہاں سے حضرت جبرئیل علیہ السلام بحکم رب (۲۳) سالہ دور نبوت میں حسب ضرورت لاتے رہے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ (۱)

ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں، تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے اسے صوم رکھنا چاہئے۔

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''أنزلت صحف إبراهيم أول ليلة من شهر رمضان وأنزلت التوراة لست مضت من رمضان وأنزل الإنجيل لثلاث عشرة مضت من رمضان وأنزل الزبور لثمان عشرة من رمضان وأنزل القرآن لأربع وعشرين خلت من رمضان ''(۲)

صحف ابراہیم ماہ رمضان کی پہلی رات میں نازل کئے گئے تورات اس وقت نازل کی گئی جب رمضان کے چھ ایام گزر چکے تھے۔ انجیل تب نازل کی گئی جب رمضان کے تیرہ ایام گزر چکے تھے زبور اس وقت نازل کی گئی جب رمضان کے اٹھارہ ایام گزر چکے تھے اور قرآن اس وقت نازل کیا گیا جب رمضان کے چوبیس ایام گزر چکے تھے۔

۴۔ یہ قرآن کے دور کا مہینہ ہے: اس مہینہ میں صوم رکھنے کے ساتھ ساتھ زیادہ سے زیادہ تلاوت کلام پاک کا بھی اہتمام کرنا چاہئے خود رسول اکرم ﷺ اس ماہ میں بکثرت تلاوت قرآن کریم کا اہتمام کرتے تھے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان

(۱) البقرة ۱۸۵

(۲) حم ۴/ ۱۰۷ وانظر الحدیث فی (صحیح الجامع الصغیر ۱۴۹۷، الصحیحۃ ۱۵۷۵، حسن)

فرماتے ہیں: "وكان يلقاه جبريل في كل ليلة من رمضان فيدارسه القرآن" (۱)

اور جبریل امین رمضان کی ہر رات میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور قرآن کا دور کرتے تھے۔

۵۔ یہ سخاوت کا مہینہ ہے: رمضان میں صدقہ وانفاق ایک مبارک عمل ہے نبی کریم ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ رمضان کے مہینہ میں آپ کی سخاوت اس حد تک بڑھ جاتی تھی کہ تیز وتند ہوائیں بھی پیچھے رہ جاتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں: كان النبي ﷺ أجود الناس بالخير وكان أجود ما يكون في رمضان حين يلقاه جبريل''(۲)

نبی کریم ﷺ خیر کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخی تھے اور آپ ﷺ کی سخاوت اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی تھی جب جبریل علیہ السلام آپ سے رمضان میں ملاقات کرتے۔

بلاشبہ صوم کی حالت میں نیکی کی طرف رغبت۔ تقوی اور روحانیت کی دلیل ہے علامہ نووی رحمہ اللہ مذکورہ حدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں: کہ ماہ رمضان میں کثرت کے ساتھ سخاوت کرنا مستحب ہے (۳)

واضح رہے سخاوت کے لئے مال ودولت کی کثرت مطلوب نہیں ہے بلکہ انسان کے پاس موجود کل مال کا اعتبار ہے اگر کروڑ پتی شخص ایک لاکھ روپیہ خیرات کرتا ہے اور دوسری طرف ایک غریب آدمی ایک روپیہ دیتا ہے تو یہ افضل ہوگا کیونکہ اس کے پاس ایک ہی روپیہ تھا جو اس نے دے دیا گویا کل مال خیرات کر دیا۔

(۱) صحیح بخاری بدء الوحی: ۵ حدیث رقم: ۶، الصوم: ۷: حدیث رقم: ۱۹۰۲ سنن نسائی باب الفضل والجود فی شہر رمضان حدیث رقم: ۲۰۹۵، عن طریق عبداللہ بن عباس وانظر إرواء الغلیل حدیث رقم: ۸۸۸

(۲) المصدر السابق

(۳) شرح مسلم ۷/ ۴۰۹

٦۔ایمان اورحصول ثواب کی نیت سے قیام کرنے والے کی اس ماہ میں بخشش کردی جاتی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه"(۱)

جس نے ایمان اورحصول ثواب کی نیت سے ماہ رمضان میں قیام اللیل کیا اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

۷۔اللہ تعالیٰ نےصوم کےسوااس ماہ میں تمام نیک کام کی مزدوری دس سے لےکرسات سو گنا میں کررکھاہےارشادنبوی ہے" کل عمل ابن آدم یضاعف الحسنة بعشر امثالها الی سبعمائة ضعف قال اللّٰه تعالی: الا الصوم فانه لی وانا اجزی به"(۲)

آدمی کے ہرنیک عمل کا ثواب دس گنا سے لےکرسات سوگنا تک بڑھا کردیا جاتا ہے لیکن صوم کےثواب کے بارے میں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ یہ میرے لئے ہےاور میں ہی اسکی جزادوں گا۔

دراصل اس کی وجہ یہ ہے کہ صوم کےعلاوہ نیکیوں کا ثواب معین اورمعلوم ہے اسی ناطےفرشتوں کےسپردہےجبکہ صیام کاثواب اللہ تعالیٰ نےاپنےعلم میں رکھاہے۔

۸۔ماہ رمضان بخشش ومغفرت کامہینہ ہےجس شخص کی زندگی میں ماہ رمضان آئےاس کواپنے گناہوں کی بخشش کے لئے ہرممکن جدوجہد کرنی چاہئے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:أن النبی ﷺ صعد المنبر فقال أمین'آمین'آمین قیل یا رسول اللہ إنك

(۱)صحیح بخاری الإیمان ۲۷حدیث رقم:۳۷ والصوم ٦ حدیث رقم:۱۹۰۱صحیح مسلم المسافرین ۲۵حدیث رقم:۷۵۹سنن ابوداوٗدالصلاۃ ۳۱۸حدیث رقم:۱۳۷۱سنن ترمذی الصوم احدیث رقم:۶۸۳سنن نسائی قیام اللیل ۳حدیث رقم:۲۱۰۴احمد۲/۲۳۲

(۲)صحیح مسلم الصوم ۳۰حدیث:۱۱۵۱سنن ابن ماجہ صیام:احدیث رقم:۳۸۲۳وانظرحدیث رقم:۴۵۳۸فی صحیح الجامع

صعدت المنبر فقلت:آمین'آمین'آمین فقال: إن جبریل أتانی فقال: یامحمد رغم أنف إمرإدخل علیه شهر رمضان ثم خرج ولم یغفر له فادخله النار فابعده فیها قل آمین فقلت آمین "(۱)

نبی کریم ﷺ منبر پر چڑھےاورکہا: آمین آمین آمین صحابہ نے دریافت کیا اے اللہ کےرسول ﷺ آپ منبر پر چڑھےاورآپ نے کہا آمین آمین آمین (اس کی وجہ کیا ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبریل آئے اور بیان کیا کہ اے محمد ﷺ اس آدمی کی ناک خاک آلودہو جورمضان کامہینہ پائے اورگزاردےاوراسکی بخشش نہ ہواوراسکواللہ جہنم میں ڈال دےآپ آمین کہیئے میں نے کہا آمین۔

۹۔ اس مہینے کےآتےہی فضائل کےدرج ذیل چشمےبھی کھول دیئے جاتے ہیں۔

۱۔جنت کےدروازےکھول دئے جاتے ہیں

۲۔جہنم کےدروازوں کو بند کردیا جاتا ہے

۳۔سرکش شیاطین بیڑیوں میں جکڑدئے جاتے ہیں جس کی وجہ سے اللہ کے نیک بندوں کوحق کےراستے سے بھٹکانےاورگمراہ کرنے کے مذموم مقاصد میں کامیابی سے ہمکنارنہیں ہوسکتے۔

رسول اللہ ﷺ کاارشادہے:''اذادخل رمضان فتحت ابواب السماء وفی روایة فتحت ابواب الجنة وغلقت ابواب جهنم وسلسلت الشیاطین وفی روایة فتحت ابواب الرحمة " (۲)

(۱)الأدب المفرد ا/۲۲۵حدیث رقم:٦۴٦صحیح ابن خزیمہ ۳/۱۹۲باب فضائل شهررمضان حدیث رقم:۱۸۸۸صحیح ابن حبان۳/۱۸۸باب الأدعیة حدیث رقم:۹۰۷صحیح الترغیب والترهیب ۱٦۷۹

(۲)صحیح بخاری صوم:۵حدیث رقم:۱۸۹۹صحیح مسلم صیام۱'۲حدیث رقم:۲۵۴۸سنن النسائی حدیث رقم ۲۱۰۵حم۲/۲۸۱ وانظرصحیح الجامع الصغیرحدیث رقم:۵۲۸

جب رمضان کا مہینہ شروع ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے اور ایک روایت میں ہے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو پا بہ زنجیر کر دیا جاتا ہے اور دوسری روایت کے مطابق رحمت کے دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ جنت کے دروازوں کا کھولنا جہنم کے دروازوں کا بند کرنا اور شیاطین کا قید کر دیا جانا مبنی بر حقیقت ہے لیکن سوال یہ ہیکہ انسان اگر اپنے دل کے اندر ہی شیطان بٹھا لے تو پھر یہ شیطان جسے رب نے جکڑ دیئے اسکے کسی فائدہ کے نہیں بھلا بتائے کہ جس کے گھر میں ٹیلی ویزن' ڈس اینٹینا' موبی وغیرہ کی شکل میں ماڈرن شیطان موجود ہو اسکے گھر میں شیطان آنے کی کیا ضرورت' شیطان کا نمائندہ تو اس کے گھر میں پہلے ہی سے موجود ہے۔

۱۰۔رمضان کی ہر رات میں اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"ان لله عند کل فطر عتقاء و ذلك فی کل لیلة"(۱)

بلاشبہ ہر رات افطاری کے وقت اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے۔

۱۱۔اس ماہ میں کسی مسلمان کی دعا رد نہیں کی جاتی: رمضان کا مبارک مہینہ جہاں عبادتوں اور ریاضتوں کا موسم بہار ہے وہیں قبولیت دعا کا بھی مہینہ ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا"لکل مسلم دعوة مستجابة یدعو بها فی رمضان" (۲)

ہر مسلمان کی دعا قبول ہوتی ہے جسے وہ رمضان میں کرتا ہے۔

۱۲۔رمضان میں عمرہ کا ثواب حج کے برابر ملتا ہے: عمرہ کرنا یوں بھی ایک افضل عمل ہے لیکن رمضان میں عمرہ کا ثواب بڑھ جاتا ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:"عمرة فی رمضان

(۱) ابن ماجہ ۱۶۴۳ حدیث شواہد کی بناء پر صحیح ہے دیکھیں: صحیح الجامع الصغیر حدیث رقم: ۲۱۷۰ و صحیح الترغیب حدیث رقم: ۹۹۱، ۹۹۳، و صحیح ابن خزیمۃ حدیث رقم: ۱۸۸۳

(۲) مسند احمد ۳/۲۵۴ وانظر حدیث رقم: ۲۱۶۹ فی صحیح الجامع، صحیح الترغیب حدیث رقم: ۱۰۰۲

تعدل حجة"(۱)

وفی روایة تعدل حجة معی"(۲)

رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے اور ایک روایت میں ہے میرے ساتھ حج کے برابر ہے

۱۳۔اس ماہ میں قدر کی ایک رات ہے جو ہزار ماہ (تراسی سال چار مہینے) کی عبادت سے بہتر ہے' اس میں جبرئیل کے علاوہ دیگر فرشتے نازل ہوتے ہیں جو صلاۃ وقیام، صدقہ وخیرات، ذکر واذکار وغیرہ کسی بھی عبادت میں لگے ہوئے شخص کے حق میں طلوع فجر تک دعا کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ لیلة القدر خیر من اَلْفِ شهرٍ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ (۳)

یقیناً ہم نے اسے شب قدر میں نازل فرمایا، تو کیا سمجھا کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس رات میں فرشتے اور جبریل روح الأمین اپنے رب کے حکم سے ہر حکم لے کر اترتے ہیں وہ رات طلوع فجر تک سلامتی والی ہوتی ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے بعض قابل اعتماد اہل علم سے یہ بات سنی ہے: أنه سمع من یثق به من أهل العلم یقول: إن رسول الله ﷺ أری أعمار الناس قبله، أو ما شاء الله من ذلك فكأنه تقاصر أعمار أمته أن لا یبلغوا من العمل مثل الذی بلغ غیرهم فی طول العمر

(۱) صحیح بخاری العمرۃ ۴ حدیث رقم: ۱۷۸۲، صحیح مسلم الحج ۳۶ حدیث رقم: ۲۲۱ سنن ابو داؤد مناسک ۸۰ حدیث رقم: ۱۹۸۸ سنن ترمذی: حج ۹۵ حدیث رقم: ۹۳۹، سنن نسائی: صیام ۶ حدیث رقم: صحیح الجامع ۶۶۷۷ سنن ابن ماجۃ الحج ۴۵ حدیث رقم: ۲۹۹۳ حم ۶/۴۰۵ سنن دارمی حدیث رقم: ۱۸۵۹ حدیث شواہد کی بناء پر حسن ہے

(۲) سنن ابوداؤد مناسک ۸۰ حدیث رقم: ۱۹۹۰ سنن ابن ماجۃ الحج ۴۵ حدیث رقم: ۲۹۹۳ حم ۶/۴۰۵ صحیح ابن خزیمہ ۴/۳۶۱ حدیث رقم: ۳۰۷۷ حدیث شواہد کی بناء پر حسن ہے

(۳) سورۃ القدر

فأعطاه الله ليلة القدر خير من ألف شهرٍ (۱)

کہ رسول اللہ ﷺ کو آپ سے پہلے لوگوں کی عمریں دکھلائی گئیں، تو آپ کو ایسا محسوس ہوا کہ آپ کی امت کی عمریں ان سے کم ہیں اور اس وجہ سے وہ ان لوگوں سے عمل میں پیچھے رہ جائیں گی، جن کو عمریں لمبی دی گئیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کا ازالہ اس طرح فرمادیا کہ امت محمدیہ کے لئے لیلۃ القدر عطا فرمادی۔

۱۴۔ اسی مہینہ میں اسلام کا عظیم معرکہ ''غزوہ بدر'' پیش آیا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے حق وباطل کے درمیان فیصلہ فرمایا چنانچہ اسلام اور مسلمانوں کو فتح مبین حاصل ہوئی اور مشرکین ذلیل وخوار ہوئے۔ (۲)

۱۵۔ اسی مہینہ میں مکہ مکرمہ فتح ہوا اور اللہ نے اپنے رسول ﷺ کی مدد فرمائی۔ اس لئے اعلاء کلمۃ اللہ کی جملہ مساعی اور جملہ اقسام کا اس ماہ میں خوب خوب اہتمام ہونا چاہئے۔

''اللھم اجعلنا منھم''۔

(۱) البدایۃ والنہایۃ ۳/۲۲۴ زادالمعاد ۲/۵۵

(۲) موطا امام مالک الإعتکاف باب ماجاء فی لیلۃ القدر

صوم کی اہمیت وفضیلت

صوم کی اہمیت وفضیلت پر بے شمار احادیث دلالت کرتی ہیں، ان میں سے کچھ حدیثیں عام ہیں جو ہر قسم کے صوم کی فضیلت کو شامل ہیں چاہے وہ نفلی ہوں یا فرض لیکن کچھ حدیثیں ایسی ہیں جو خصوصی طور سے صوم رمضان کی فضیلت کو بیان کرتی ہیں۔

صوم رمضان کی فضیلت میں وارد احادیث:

۱۔ حصول ثواب کی نیت سے رمضان کا صوم رکھنے والے کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه'' (۱)

جس نے ایمان اور حصول ثواب کی نیت سے رمضان کا صوم رکھا اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

۲۔ دیگر فرائض اسلام (ارکان اسلام) کی پابندی کے ساتھ رمضان کا صوم رکھنے پر رسول ﷺ نے جنت کی بشارت دی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے " ان اعرابیا اتی النبی ﷺ فقال دلنی علی عمل اذا عملته دخلت الجنةقال:"تعبداللّٰه ولا تشرك به شيئا وتقيم الصلاة المكتوبة‘وتؤتی الزكاة المفروضة وتصوم رمضان" قال والذی نفسی بيده لاازيد علی هذافلما ولی قال النبی ﷺ من سره ان ينظر الی رجل من اهل الجنة فلينظر الی هذا (۲)

(۱) صحیح بخاری/ الصوم: ۶: ۱۹۰۱ سنن نسائی/ قیام اللیل ۳ حدیث رقم: ۱۶۰۴ سنن ترمذی الصوم ۱ حدیث رقم: ۶۸۳ ابن ماجہ الصیام: ۲ حدیث رقم: ۱۶۴۱ احمد ۲/۲۴۱ سنن دارمی الصوم ۵۴ حدیث رقم: ۱۸۱۷

(۲) صحیح البخاری: باب الطیب للجمعۃ حدیث رقم: ۱۳۹۷ والزکاۃ: ۱ حدیث رقم: ۱۳۳۳) صحیح مسلم: ۱: لإیمان باب بیان الإیمان الذی یدخل بہ الجنۃ حدیث رقم: ۱۱۵

ایک دیہاتی نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھ کو ایسا عمل بتایئے کہ جب میں اس کو کروں تو جنت میں جاؤں آپ نے فرمایا: تم صرف اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، فرض نمازوں کی پابندی کرو، زکاۃ دیتے رہو اور رمضان کا صوم رکھو۔ دیہاتی گویا ہوا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں اس میں زیادتی نہ کروں گا جب وہ واپس ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جسے جنتی آدمی دیکھنے کی چاہت ہو وہ اس شخص کو دیکھے۔

۳۔صائم کی دعا قبول کی جاتی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"ان للہ تبارك وتعالی عتقاء وذلك فی کل یوم و لیلة-یعنی فی رمضان- وإن لکل مسلم یوم ولیلة دعوة مستجابة"(۱)

ماہ رمضان کے ہر دن اور رات میں اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے اور ماہ رمضان کے ہر دن اور رات میں ہر مسلمان کے لئے ایک ایسی دعا ہے جسے قبولیت سے نوازا جاتا ہے۔

۴۔صوم گناہوں کا کفارہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: عن ابی هريرة ان النبی ﷺ قال الصلوٰة الخمس والجمعة الی الجمعة ورمضان الی رمضان کفارات لما بینهن ما اجتنبت الکبائر وترك الطاعات من فرائض الصوم والصلوٰة من اکبر الکبائر(۲)

پنجوقتہ صلاۃ اور ہر جمعہ ورمضان دوسرے جمعہ ورمضان کے بیچ ہونے والے تمام گناہوں کا کفارہ ہیں بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے البتہ فرائض صوم وصلاۃ کا چھوڑنا اکبرالکبائر گناہوں میں سے ہے۔

(۱) صحیح بخاری ۱۷۹۶، صحیح مسلم الإیمان ۶۵ حدیث: ۱۴۴ صحیح الترغیب ۱۰۰۲

(۲) صحیح مسلم الطہارۃ ۱۶، سنن الترمذی باب فضل الصلوات الخمس حدیث رقم: ۲۱۴ صحیح ابن خزیمۃ باب ذکر الدلیل علی ان الصلوات حدیث رقم ۳۱۴ حم ۲۷۰/۵

۵۔عمداً ایک فرض صوم بلا عذر چھوڑنے کا کفارہ ساری عمر کے صوم بھی نہیں بن سکتے۔

رسول اللہ ﷺ فرمایا"من افطر یوما من رمضان من غیر عذر ولا مرض لم یقضه صیام الدهر وان صامه"(۱)

جس نے رمضان میں ایک بھی صوم بلا کسی عذر شرعی کے ترک کر دیا تو (علی وجہ المطلوب) اس کی قضاء نہیں ہوسکتی چاہے زندگی بھر وہ صوم رکھتا رہے۔

مطلق صوم کی فضیلت میں وارد احادیث:

۱۔دن قیامت ''ریان'' نامی دروازہ (صائمین) روزہ داروں کے داخلے کے لئے خاص ہوگا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان فی الجنة بابا یقال له ریان یدخل منه الصائمون یوم القیامة لایدخل منه احد غیرهم فاذا دخلوا اغلق فلم یدخل منه احد (۲)

صائمین کے لئے قیامت کے روز جنت میں ''ریان'' نامی ایک دروازہ ہوگا جس سے صرف وہی داخل ہوں گے ان کے علاوہ کوئی دوسرا داخل نہ ہوگا۔کہا جائے گا: صائم کہاں ہیں؟ تو وہ کھڑے ہوں گے، جب وہ داخل ہوجائیں گے تو اسے بند کردیا جائے گا پھر اس سے کوئی اور داخل نہ ہوگا۔

واضح رہے یہاں پر صائم سے مراد وہ اہل ایمان ہیں جو رمضان کے فرض صیام کے علاوہ دیگر ایام میں کثرت سے نفلی صیام رکھتے ہوں ورنہ رمضان کے صوم تو ہر مسلمان کے لئے ضروری ہیں۔

۲۔حدیث قدسی میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:" کل عمل ابن

(۱) بخاری تعلیقا باب إذا جامع فی رمضان واخرجہ الأربعة ۱۹۳۵ سے قبل، شیخ البانی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

(۲) صحیح بخاری صوم ۴ حدیث رقم: ۱۸۹۶ صحیح مسلم الصوم ۳۰ حدیث: ۱۱۵۲ صحیح ابن خزیمة باب ذکر باب الجنة الذی یخص حدیث رقم: ۱۹۰۲

آدم یضاعف الحسنة بعشرامثالها الی سبعمائة ضعف قال اللّٰه تعالیٰ: الا الصوم فانه لی وانا اجزی به یدع شهوته وطعامه من اجلی . للصائم فرحتان فرحةعند فطره وفرحة عند لقاء ربه ولخلوف فم الصائم اطیب عنداللّٰه من ریح المسك و الصیام جنة فاذا كان یوم صوم احدكم فلا یرفث ولا یصخب فان سابه احد او قاتله فلیقل انی امرؤ صائم " (۱)

آدمی کے ہر نیک عمل کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بڑھا کر دیا جاتا ہے لیکن صوم کے ثواب کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے لئے ہے اور میں ہی اسکا جزا دوں گا صائم اپنی ساری خواہشات اور کھانا پینا صرف میری خاطر چھوڑتا ہے صائم کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں ایک خوشی روزہ افطار کرتے وقت دوسری خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت - صائم کے منہ کی باس اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ بہتر ہے صوم ڈھال ہے، جب تم میں سے کسی کے صوم کا دن ہو تو اس دن بیہودہ بات نہ کرے، نہ شور مچائے ۔ اگر اسے کوئی گالی دے یا لڑنے جھگڑنے پر آمادہ ہو تو اس سے کہہ دے کہ میں صائم (روزہ دار) ہوں ۔

اس عظیم حدیث میں صوم کی فضیلت کے متعدد مندرجہ ذیل جوانب ہیں ۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے سارے اعمال میں صرف صوم کا عمل اپنے لئے مخصوص کیا ہے کیونکہ اس عظیم عبادت کا علم محدود ہے اللہ اور اس کے بندے کے درمیان ۔ لہذا اسکا بدلہ بھی وہی دے گا ۔ یوں تو تمام اعمال اللہ کے لئے ہیں اور ان کا اجر وثواب بھی وہی دیتا ہے لیکن صوم کی جزا کو خصوصیت کے ساتھ اللہ کی طرف منسوب کرنے کی وجہ یہ ہیکہ اس عمل خیر کا بدلہ بے حد وحساب ہوگا ۔

۲۔صوم ڈھال ہے ۔ یعنی جس طرح بلٹ پروف لباس تیر تلوار اور گولی سے بچاتا ہے اسی طرح صوم انسان کو دنیا میں گناہوں اور آخرت میں جہنم کی آگ سے بچاتا ہے لیکن یاد رہے سپر اور ڈھال جس قدر دبیز اور مضبوط ہوگی اسی قدر حفاظت کا ذریعہ بنے گی اگر اس کا

(۱) تخریج گزر چکی ص ۳۶

لوہا زنگ آلود ہو تو وہ شمشیر براں کا وار نہیں روک سکتی اسی لئے صوم کی حالت میں فحش گوئی اور بیہودہ کلامی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کا حکم دیا گیا کیونکہ یہ چیزیں اسکے صوم کو خراب کر دیں گی اسی لئے آگے حدیث میں فرمایا گیا جب تم میں سے کسی کے صوم کا دن ہو تو اس دن بیہودہ بات نہ کرے، نہ شور مچائے ۔ اگر اسے کوئی گالی دے یا یا لڑنے جھگڑنے پر آمادہ ہو تو اس سے کہہ دے کہ میں صائم (روزہ دار) آدمی ہوں ۔

۳۔صائم کے منہ کی باس اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک (کستوری) سے زیادہ محبوب ہے ۔ کیونکہ یہ اللہ کی اطاعت وعبادت کی وجہ سے اٹھتی ہے اور جو چیز بھی اس قبیل سے ہو وہ اللہ کے نزدیک محبوب ہوگی ۔

۴۔صائم کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں ایک خوشی افطار کے وقت اور دوسری خوشی رب سے ملاقات کے وقت ۔

بندہ مؤمن کو جو خوشی افطار کے وقت حاصل ہوتی ہے وہ دراصل اس سعادت ولذت کی محض ایک جھلک ہے جو دن قیامت اسے اللہ سے ملاقات اور پھر نوازشات کی شکل میں حاصل ہونے والی ہے ۔

۵۔صوم جہنم سے بچنے کے لئے ڈھال ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: الصیام جنة وحصن حصین من النار "(۱)

صوم جہنم کی آگ سے بچنے کے لئے ڈھال اور مضبوط قلعہ ہے ۔

ایک دوسری روایت کے الفاظ اس طرح ہیں الصوم جنة یستجن بها العبد من النار (۲)

صوم ایک ڈھال ہے جس کے ذریعہ سے بندہ جہنم کی آگ سے بچتا ہے ۔

یہ مسلمانوں کو اگر ایک جانب کھانے پینے سے روکتا ہے تو دوسری طرف انہیں اللہ کی عبادت

(۱) صحیح الترغیب ۹۸۰ کتاب الصوم

(۲) صحیح الجامع حدیث رقم: ۳۸۶۷

پر قائل کرتے ہوئے جھوٹ، غیبت، چغلی، فحش کلامی، گالی گلوچ جیسے برے اعمال سے بچاتا ہے۔

۶۔صوم رکھنے والے کے لئے فرشتے افطار کے وقت مغفرت طلب کرتے ہیں چونکہ فرشتے اللہ کے محبوب بندے ہیں اور ہمیشہ طاعت الٰہی میں لگے رہتے ہیں اس لئے ان کی دعائیں مقبولیت کی زیادہ مستحق ہوں گی۔

یہ امت محمدیہ کے مقام کی بلندی اوران کے صوم کی فضیلت کا واضح ثبوت ہے۔

۷۔صوم گناہوں کا کفارہ ہے: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں:''کنا عند عمر فقال أیکم سمع رسول الله ﷺ یذکر الفتن ؟فقال قوم نحن سمعناه فقال لعلکم تعنون فتنة الرجل فی ا هله و جاره ؟قالو:أجل قال تلك تكفرهاالصلاة والصيام والصدقة''(۱)

ہم حضرت عمر کے پاس موجود تھے انہوں نے فرمایا:تم میں سے کون ہے جس نے رسول ﷺ کوفتنوں کا ذکر کرتے ہوئے سنا ایک جماعت نے عرض کیا کہ ہم نے سنا ہے حضرت عمر نے فرمایا: شاید تمہارا مقصد ان فتنوں سے ہے جن کا شکار آدمی اپنے اہل وعیال مال ومنال اور پڑوسی کی وجہ سے ہوتا ہے انہوں نے عرض کیا ہاں حضرت عمر نے فرمایا: یہ تو وہ فتنے ہیں صلاۃ، صوم اورصدقہ جن کے لئے کفارہ بن جاتے ہیں۔

۸۔صوم بروز قیامت مومن بندے کے لئے سفارشی بن کے آئے گا۔رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:''الصیام والقرآن یشفعان للعبد یقول الصیام ای رب انی منعته الطعام والشهوات بالنهار فشفعنی فیه ویقول القرآن منعته النوم بالليل فشفعنی

(۱) صحیح بخاری المواقیت۴ حدیث رقم: ۵۲۵ صحیح مسلم الإیمان ۶۵ حدیث رقم: ۱۴۴سنن ترمذی الفتن ۱۷حدیث رقم: ۲۲۵۸حم۵/۴۰۱

فیه فیشفعان''(۱)

صوم اورقرآن بروز قیامت بندے کی سفارش کریں گے،صوم کہے گا: اے میرے رب! میں نے اس کو دن میں کھانے اورشہوت سے روک دیا تھا، تو اس کے بارے میں میری سفارش قبول کرلے اورقرآن کہے گا: میں نے اسے رات میں سونے سے روک دیا تھا تو اس کے بارے میں میری سفارش قبول کرلے۔آپ ﷺ نے فرمایا: چنانچہ ان دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی۔

نیز فرمایا:دعوة الصائم لاترد،،(۲)

صائم کی دعا رد نہیں کی جاتی۔

۹۔صوم کے برابر کوئی چیز نہیں: حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے''قلت یا رسول الله !مرنی بعمل قال:علیك بالصوم 'فإنه لاعدل له'قلت یا رسول الله !مرنی بعمل قال:علیك بالصوم 'فإنه لاعدل له'قلت یا رسول الله !مرنی بعمل قال:علیك بالصوم 'فإنه لامثل له''(۳)

میں نے کہا اے اللہ کے رسول! مجھے آپ کسی عمل کا حکم دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا صوم رکھا کرو کیونکہ اس کے برابر کوئی چیز نہیں۔پھر میں نے کہا اے اللہ کے رسول! مجھے آپ کسی عمل کا حکم دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا صوم رکھا کرو کیونکہ اس کے برابر کوئی چیز نہیں۔پھر میں نے کہا اے اللہ کے رسول! مجھے آپ کسی عمل کا حکم دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا صوم رکھا کرو کیونکہ اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔

(۱) مستدرک ۱/۷۴۰ حدیث رقم:۲۰۳۶شعب الإیمان ۲/ ۳۴۶حدیث رقم:۱۹۹۴ مسند احمد۲/۱۷۴وصححہ الألبانی،صحیح الجامع ۳۸۸۲

(۲) بیہقی ۳/ ۳۴۵ سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ ۱۷۹۷

(۳) صحیح بخاری الصوم:۱۰ حدیث رقم:۱۹۰۵،سنن نسائی الصیام باب فضل الصیام حدیث رقم: ۲۲۲۳صحیح الجامع الصغیرحدیث رقم:۷۹۷۵

ارکان صیام

صوم کے دورکن ہیں:

۱۔ نیت: صائم کو چاہئے کہ طلوع صبح صادق سے پہلے حکم الٰہی کی تعمیل اور رضائے الٰہی کے خاطر صوم رکھنے کا ارادہ اپنے دل میں کرے ارشاد باری تعالی ہے: وَمَا اُمِرُوْآ اِلَّالِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْن (۱)

انہیں صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالی ہی کے لئے اپنے دین کو خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کریں۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے: ''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ'' (۲)

عمل کا دارومدار نیت پر ہے۔

آیت کریمہ اور حدیث رسول سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نیت صوم کے لئے ضروری ہے لیکن نیت ایک قلبی عمل ہے اس میں زبان کا کوئی عمل دخل نہیں اس لئے مروجہ الفاظ ''وبصوم غد نويت من شهر رمضان'' اسی طرح سے فارسی زبان میں ''نیت کردم کہ فرداروزہ دارم اگر توفیق بخشے کردگارم'' وغیرہ جیسے الفاظ غیر ثابت ہیں۔

علماء احناف کی ایک معتد بہ تعداد بھی اس بات کو تسلیم کرتی ہے (۳)

معنوی اعتبار سے بھی اگر دیکھا جائے تو یہ درست نہیں ہے کیونکہ غد کہتے ہیں عربی زبان میں آئندہ آنے والے کل کو اور عربی تاریخ سورج کے غروب سے ہوتی ہے۔

(۱) البینۃ ۵

(۲) صحیح بخاری بدء الوحی ا حدیث رقم: ا صحیح مسلم الإمارۃ حدیث رقم: ۱۹۰۷ سنن ابو داؤد الطلاق حدیث رقم ۲۲۰۱ سنن نسائی الطہارۃ ۶۰ حدیث رقم: ۷۵ سنن ابن ماجہ/ الزہد ۲۶ حدیث رقم: ۴۲۲۷ حم ۱/ ۲۵، ۴۳

(۳) تفصیل کے لئے دیکھیں: اشعۃ اللمعات ص ۱۹ ہدایۃ عمدۃ الرعایۃ ۱۲۹ بہشتی زیور ۲/ ۱۳

ہمارے بہت سارے بھائی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اگر زبان سے کہہ لیا تو اس میں کیا حرج ہے! حرج یہی ہے کہ ایک چیز ثابت نہیں ہے اور آپ اس کو دین سمجھ کر اپنا رہے ہیں اس سے بڑا حرج اور کیا ہوگا! کہاں ہے اتباع رسول ﷺ کا جذبہ؟ آخر یہی تو چور دروازے ہیں دین میں بدعات وخرافات کو داخل کرنے کا۔

فرض صیام کی نیت:

طلوع صبح صادق سے پہلے فرض صیام ''رمضان'' قضاء رمضان، نذر، کفارے کا صوم'' کی نیت ضروری ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''من لم يبيت الصيام من الليل فلا صيام له'' (۱)

جو رات میں صوم کی نیت نہ کرے اس کا صوم نہیں۔

ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''من لم يجمع الصيام قبل الفجر فلا صيام له (۲)

جس نے فجر (یعنی صبح صادق) سے قبل صوم کی نیت نہ کر لی اس کا صوم نہیں ہوگا۔

اس معنی کی دیگر احادیث بھی مروی ہیں۔

نفلی صیام کی نیت:

نفلی صیام میں نیت رات سے ضروری نہیں ہے اس کی نیت زوال سے پہلے اور زوال کے بعد بھی کی جاسکتی ہے بشرطیکہ طلوع صبح صادق کے بعد کچھ کھایا پیا نہ ہو۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں

(۱) سنن النسائی ۴/ ۱۹۷ حدیث رقم: ۲۳۳۴ سنن دار قطنی ۲/ ۱۷۱ حدیث رقم: ۱ سنن دارمی ۲/ ۱۲ حدیث رقم: ۱۶۹۸ والحدیث قد صححہ الألبانی فی الإرواء ۹۱۴/۴

(۲) سنن ابو داؤد الصوم۔ ۷۱ حدیث رقم: ۲۴۵۴ سنن ترمذی الصوم۔ ۳۳ حدیث رقم: ۷۳۰ سنن نسائی الصیام ۳۹ حدیث: ۲۳۳۳، سنن ابن ماجہ ۲۶ حدیث: ۱۷۰۰ موطا الصیام ۲ مسند احمد ۶/ ۲۸۷، دارمی الصوم ۱۰ حدیث ۱۷۴۰ (صحیح)

كان النبي ﷺ ياتيني ويقول أعندك غداء فأقول لا فيقول انى صائم (۱)

نبی ﷺ میرے پاس آ کر فرماتے: اے عائشہ کیا تمھارے پاس (کھانے کے لئے) کچھ ہے؟ میں کہتی: اے اللہ کے رسول! ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ اس پر آپ فرماتے: تو میں صائم ہوں۔

ایک اور روایت میں ہے حضرت عائشہ فرماتی ہیں: دخل على النبي ﷺ ذات يوم فقال هل عندكم شئى فقلنا لا قال فانى اذن صائم ثم اتانا يوما آخر فقلنا يا رسول الله اهدى لنا حيس فقال ارينيه فلقد اصبحت صائما فاكل (۲)

ایک دن نبی ﷺ میرے گھر تشریف لائے اور پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ (کھانے کو) ہے ہم نے کہا نہیں آپ ﷺ نے فرمایا پھر میں صوم سے ہوں اس کے بعد ایک دن آپ ﷺ گھر میں تشریف لائے میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول حیس (حلوہ) کا تحفہ آیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے دکھاؤ میں صبح صوم سے تھا پھر آپ ﷺ نے تناول فرمایا۔

معلوم ہوا کہ نفلی صیام میں نیت رات سے ضروری نہیں ہے۔ اگر کسی نے کچھ کھایا نہ ہو تو دن میں نیت کر لینا ہی اس کے لئے کافی ہے۔

متعدد صحابہ کے عمل سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ نفلی صیام میں نیت رات سے ضروری نہیں ہے۔ (۳)

کیا ہر صوم کے لئے الگ سے نیت ضروری ہے:

اس مسئلہ میں علماء کے مابین اختلاف ہے۔ علماء کی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ ہر صوم

(۱) سنن ترمذی حدیث رقم: ۷۳۴ والحدیث قد اخرجہ الألبانی فی مختصر الشمائل (۱) سنن ترمذی حدیث رقم: ۷۳۴ والحدیث قد اخرجہ الألبانی فی مختصر الشمائل

(۲) صحیح مسلم الصیام ۳۲ حدیث رقم: ۱۱۵۴، ابو داؤد الصوم: ۷۲ حدیث رقم: ۲۴۵۵، نسائی الصیام ۳۹ حدیث رقم: ۲۳۲۴ ترمذی: الصوم ۳۵ (۷۳۴) مسند احمد (۶/ ۴۹، ۲۰۷) (حسن صحیح)

(۳) تفصیل کے لئے دیکھیں فتح الباری ۴/ ۱۴۰ تعلیق التعلیق ۳/ ۱۴۴

کے لئے الگ سے نیت ضروری ہے جبکہ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ ماہ رمضان کی آمد پر ایک مرتبہ ہی صوم کی نیت کر لینا کافی ہے۔ ہاں مگر بیچ رمضان میں سفر یا مرض کی وجہ سے صوم نہ رکھا تو از سر نو نیت کرنا ضروری ہے کیونکہ اس نے پہلی نیت توڑ دی ہے۔ (۱)

ان کا کہنا یہ ہے کہ اگر بالفرض کوئی شخص ماہ رمضان میں غروب آفتاب سے پہلے سو جائے اور وہ سویا ہی رہے اور آئندہ فجر کے طلوع ہونے تک اسے کوئی بیدار نہ کرے اور آنیوالے دن کے صوم کے لئے رات کو نیت بھی نہ کرے تو اس کا صوم صحیح ہے۔ (۲)

۲۔ طلوع صبح صادق سے غروب آفتاب تک صوم توڑنے والی چیزوں سے رک جانا:

مثلا کھانا، پینا، ہمبستری وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَالْآنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوْا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ﴾ (۳)

اب تمھیں ان سے ہمبستری کی اور اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی چیز کو تلاش کرنے کی اجازت ہے، تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے۔ پھر رات تک صوم کو پورا کرو۔

سفید اور کالے دھاگے سے مراد دن کا اجالا اور رات کا اندھیرا ہے، جیسا کہ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: "لما نزلت ﴿حتىٰ يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود﴾ عمدت الى عقال أسود وإلى عقال أبيض فجعلتهما تحت وسادتي فجعلت أنظر فى الليل فلا يستبين لى فغدوت علىٰ رسول الله ﷺ فذكرت له ذلك

(۱) (فتاوی ارکان الإسلام شیخ ابن عثیمین ص ۴۶۶) توضیح الأحکام ۳/ ۱۴۳

(۲) تفصیل کے لئے دیکھیں نیل الأوطار ۳/ ۱۶۳ المغنی ۴/ ۳۳۷ فتاوی اللجنۃ الدائمۃ ۱۰/ ۲۴۶

(۳) البقرۃ/ ۱۸۷

فقال: إنما ذلك سواد الليل وبياض النهار"(۱)

جب آیت کریمہ نازل ہوئی تو میں نے ایک سفید اور ایک کالی رسّی لے کر اپنے تکیے کے نیچے (صبح صادق جاننے کی غرض سے) رکھ لی، میں دیکھتا رہا لیکن پتہ نہ چل سکا، میں نے اس کا ذکر رسول اللہ سے کیا تو آپ نے فرمایا: اس سے مراد رات اور دن ہے۔

صیام کی سنتیں:

۱۔ سحری کھانا: رمضان المبارک میں پابندی کے ساتھ سحری وافطاری بے شمار فوائد اور فیوض وبرکات کی حامل ہے حضور ﷺ بالالتزام صوم کا آغاز سحری کھانے سے فرمایا کرتے تھے، ہمارے بہت سے بھائی ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ رمضان کا اصل کھانا افطاری ہے جبکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: تسحرو فان فی السحور بركة (۲)

سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔

یہ مبارک غذا ہے: حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ٍعليكم بهذا السحور فإنه هو الغذاء المباركٍ (۳)

سحری ضرور کھایا کرو، کیونکہ وہ بابرکت غذا ہے۔

سحری کی برکت سے مراد شرعی برکت اور بدنی برکت دونوں شامل ہیں شرعی برکت یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کی تابعداری اور پیروی اور بدنی برکت اس طور پر کہ سحری صائم (روزہ دار) کو طاقت بخشتی ہے، چست رکھتی ہے، اور صوم کو آسان بنادیتی ہے۔

اس سے اہل کتاب کی مخالفت ہوتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا: فصل مابين صيامنا

(۱) صحیح بخاری/ الصوم ۱۶(۱۹۱۶)، وتفسیر البقرة ۲۸ (۴۵۰۹)، صحیح مسلم الصیام ۸ (۱۰۹۰)سنن ترمذی/تفسیر سورۃ البقرۃ ۱۷حدیث رقم: ۲۹۷۰حم۴/ ۳۷۷

(۲)(صحیح بخاری الصوم ۲۰ حدیث رقم: ۱۹۲۳صحیح مسلم الصیام ۸ ۱۰۹۵سنن نسائی الصیام: ۱۸، ۱۹سنن ابن ماجہ الصیام (۱۶۹۲) مسند احمد ۳/ ۲۱۵وانظر حدیث رقم: ۲۹۴۳فی صحیح الجامع الصغیر)

(۳) صحیح الجامع حدیث رقم: ۴۰۸۱حم ۴۲۸/۸۲ حدیث رقم: ۱۷۱۹۲

وصيام اهل الكتاب اكلة السحر (۱)

ہمارے صوم اور اہل کتاب کے صوم کے درمیان فرق کرنے والی چیز سحری کھانا ہے۔

مذکورہ حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سحری کھانے کی برکت کئی طرح سے حاصل ہوتی ہے، مثلاً اتباع سنت، یہود ونصاریٰ کی مخالفت، عبادت پر قوت حاصل کرنا، آمادگی عمل کی زیادتی، بھوک کے باعث جو بدخلقی پیدا ہوتی ہے اس کی مدافعت، سحری میں کئی حقداروں اور محتاجوں کو شریک کرنا جو اس وقت میسر آجاتے ہیں۔

کھانے کی کتنی مقدار پر سحری کا اطلاق ہوسکتا ہے؟

کھانا کم ہو یا زیادہ اس پر سحری کا اطلاق ہوتا ہے یہاں تک کہ پانی کا ایک گھونٹ بھی سحری کو شامل ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ٍالسحور بركة فلا تدعوه ولو أن يجرع أحدكم جرعة ماء فإن الله وملائكته يصلون على المتسحرينٍ (۲)

سحری کھانے میں برکت ہے اسے چھوڑا نہ کرو خواہ پانی کا ایک گھونٹ ہی سہی کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔

سحری کسی بھی حلال چیز سے ہوسکتی ہے البتہ مؤمن کی بہترین سحری کھجور ہے نبی ﷺ کا فرمان ہے: ٍ نعم سحور المؤمن التمرٍ (۳)

مؤمن کے لئے کھجور کیا ہی اچھی سحری ہے۔

لہٰذا بیدار ہوجانے کے بعد جان بوجھ کر سحری ترک نہیں کرنی چاہئے حتی کہ اگر کچھ بھی میسر

(۱) صحیح مسلم الصیام ۹ حدیث رقم: ۱۰۹۶ سنن ابوو داؤد: الصوم، ۱۵حدیث رقم: ۲۳۴۳ سنن نسائی الصیام ۲۷ حدیث: ۲۱۶۸سنن ترمذی: الصوم ۱۷(۷۰۹) مسند احمد ۴/ ۱۹۷دارمی الصوم ۱۷۳۹۹(صحیح)

(۲) صحیح الترغیب والترہیب حدیث رقم: ۱۰۷۰وانظر صحیح الجامع حدیث رقم: ۳۶۸۳ حسنہ الألبانی

(۳) سنن ابوداؤد حدیث رقم: ۲۳۴۵انظر تحفۃ الأشراف: ۱۳۰۶۷(صحیح)

نہ ہو تو کھجور کھا کر پانی پی لے۔

۲۔سحری کھانے میں تاخیر کرنا: یوں تو بیدار ہونے کے بعد سے لے کر صبح صادق کے خوب روشن ہونے تک سحری کا وقت ہے اور اس بیچ سحری کسی بھی وقت کھائی جا سکتی ہے لیکن حسب استطاعت سحری میں تاخیر مستحب ہے۔حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں: تسحرنا مع النبی ﷺ ثم قام الی الصلاۃ قلت کم کان بین الأذان والسحور، قال: قال قدر خمسین آیۃ (۱)

ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ سحری کھائی جب ہم سحری کھا چکے تو نبی ﷺ صلاۃ کے لئے کھڑے ہو گئے میں نے دریافت کیا کہ سحری اور اذان کے درمیان کتنا فاصلہ تھا؟ انھوں نے جواب دیا کہ پچاس آیتیں پڑھنے کے برابر۔

واضح رہے یہاں پر اذان سے مراد اقامت ہے اس بات کی صراحت حضرت انس رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہوتا ہے "أنه قيل لأنس :كم كان بين فراغهما من سحورهما ودخولهما في الصلاة؟قال:قدر ما يقرأ الرجل خمسين آية" (۲)

جب ان سے پوچھا گیا کہ سحری سے فارغ ہونے اور صلاۃ میں داخل ہونے کے درمیان کتنا فاصلہ ہوتا تھا؟ انھوں نے جواب دیا: جتنے میں آدمی پچاس آیتیں پڑھ لیتا ہے۔

حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ سحری صبح صادق کے قریب کھاتے تھے۔

آج کل دیکھنے میں یہ آتا ہے کہ بعض لوگ سحری کھانے کے بعد گلاس میں پانی لے کر مؤذن کی اذان کا انتظار کرتے ہیں ایسا کرنا مناسب نہیں ہے۔

بعض لوگ آدھی رات سے پہلے سحری کھا کر سو جاتے ہیں ایسا کرنا خلاف سنت، باعث

(۱) صحیح بخاری الصوم ۱۹۲۱ صحیح مسلم الصیام (۱۰۹۷) ترمذی الصوم :۷۰۳ نسائی الصیام :۲۱۵۵،ابن ماجہ الصیام ۲۳ حدیث ۱۶۹۴)

(۲) صحیح بخاری الصوم :۱۹ حدیث رقم :۱۹۲۱ سنن نسائی باب قدر ما بین السحور والصلاۃ حدیث رقم :۲۱۵۵ صحیح ابن حبان باب الوتر ۶/ ۱۸۷ احم ۲۱/ ۱۲۵

نحوست اور بے برکتی ہے۔

کیونکہ سحر کہتے ہیں رات کے پچھلے پہر سحری کھانے کو اور اس کا اطلاق آدھی رات سے پہلے کے حصہ پر نہیں ہوتا ہے۔

۳۔ افطار میں جلدی کرنا: صوم کھولنے کو افطار کہتے ہیں سورج کے غروب ہونے کے فورا بعد اس کا وقت ہے' افطاری میں جلدی کرنا آپ ﷺ کا زندگی بھر کا معمول رہا ' حدیث کے راوی حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا:"لا يزال الناس بخير ما عجلو الفطر "(۱)

لوگ جب تک افطار میں جلدی کریں گے خیر میں رہیں گے۔

یعنی وقت آنے کے بعد پھر صوم کھولنے میں دیر نہ کریں گے حدیث کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ وقت سے پہلے کھول دیں گے۔

ایک اور حدیث میں اسے غلبہ دین کا سبب قراردیا گیا ہے ارشاد نبوی ہے:"لا يزال الدين ظاهرا ما عجل الناس الفطر لان اليهود والنصارىٰ يؤخرون"(۲)

جب تک لوگ صوم افطار کرنے میں جلدی کرتے رہیں گے دین غالب رہے گا ' کیونکہ یہود ونصاریٰ افطار میں تاخیر کرتے ہیں۔

اس حدیث میں یہود ونصاری کی مخالفت کو دین کے غلبے کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ علامہ سندھی رحمہ اللہ ابن ماجہ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ جب تک مسلمان اللہ کے دشمنوں کی مخالفت کا اہتمام کرتے رہیں گے اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرماتا رہے گا۔اور دین کو غلبہ عنایت فرمائے گا۔

افطار میں جلدی کرنا جملہ انبیاء کی سنت ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت

(۱) صحیح بخاری الصوم :۴۵ حدیث :۱۹۵۷' صحیح مسلم الصوم :۹ حدیث :۱۰۹۸ ابن ماجہ الصیام : ۲۴ حدیث :۱۶۹۷ مسند احمد ۵/ ۳۳۷

(۲) سنن ابوداؤد الصوم ۲۰ حدیث رقم :۲۳۵۳ سنن ابن ماجہ الصیام ۲۴ حدیث رقم :۱۶۹۸ مسند احمد ۲/ ۴۵۰

ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: إنا معشر الأنبياء أمرنا بتعجيل فطرنا و تأخير سحورنا(۱)

بلاشبہ ہم انبیاء کا گروہ ہیں ہمیں جلدی افطار کرنے اور تاخیر سے سحری کھانے کا حکم دیا گیا ہے

۴۔رطب سے افطار کرنا: بسم اللہ کہہ کر آدمی کو تر کھجور سے افطار کرنا چاہئے اگر نہ مل سکے تو تمر (خشک کھجور) سے افطار کرنا اور یہ بھی نہ مل سکے تو پانی پر اکتفا کیا جائے۔انس ؓ کی روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں" كان النبي ﷺ يفطر قبل ان يصلي على رطبات فان لم تكن رطبات فتميرات فان لم تكن تميرات حسا حسوات من ماء (۲)

رسول اللہ ﷺ صلاۃ ادا کرنے سے پہلے چند رطب کھجوروں سے افطار کرتے تھے اور اگر رطب کھجوریں نہ ملتیں تو خشک کھجوروں سے افطار کر لیتے اور اگر خشک کھجوریں بھی نہ مل پاتیں تو پانی کے چند گھونٹ لے لیتے۔

جن ملکوں میں کھجور وافر مقدار میں موجود نہیں ہے یا ہے لیکن آدمی کی پہونچ سے باہر ہے تو ایسی صورت میں دیگر میوہ جات یا کسی میٹھی چیز سے افطار کر سکتے ہیں کیونکہ ایک صحیح روایت میں یہ بھی موجود ہے کہ رسول ﷺ نے ستو گھول کر صوم افطار کیا حدیث کے راوی عبداللہ بن ابی اوفی ہیں وہ بیان کرتے ہیں سرنا مع رسول الله ﷺ وهو صائم فلما غربت الشمس قال يا بلال انزل فاجدح لناقال يا رسول الله إن عليك نهارا قال انزل فاجدح لنا فنزل فجدح فشرب رسول الله ﷺ(۳)

(۱) الصحیحۃ ۴/۳۷۶ التعلیقات الرضیۃ علی الروضۃ الندیۃ للألبانی ۲/۲۰

(۲) سنن ابوداود/ الصوم ۲۱ حدیث: ۲۳۵۶، ترمذی/ الصوم ۱۰ حدیث ۶۹۶ مسند احمد ۳/۱۶۴ وحسنہ الألبانی فی الإرواء ۹۲۲

(۳) صحیح بخاری/ الصوم ۴۳ حدیث رقم: ۱۹۵۵ صحیح مسلم/ الصیام ۱۱ حدیث رقم: ۱۱۰۱ سنن ابو داؤد/ الصیام حدیث رقم: ۲۳۵۲ حم ۴/۳۸۰، ۳۸۲

ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلے آپ صوم سے تھے، جب سورج غروب ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: بلال سواری سے اترو اور ہمارے لئے ستو گھولو بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اگر اور شام ہو جانے دیں تو بہتر ہوگا آپ ﷺ نے فرمایا: سواری سے اترو اور ہمارے لئے ستو گھولو چنانچہ وہ اترے اور ستو گھولا اور آپ ﷺ نے اسے نوش فرمایا۔

کھجور سے افطار کرنے پر رسول ﷺ نے کیوں زور دیا؟ اس تعلق سے علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ معدہ خالی ہونے کی صورت میں کسی میٹھی چیز کو تناول کرنا معدہ کے لئے زیادہ مقبول ہوتا ہے اور اس سے معدہ کو تقویت ملتی ہے خاص طور سے بینائی کو۔۔۔صوم رکھنے کی وجہ سے انسان کا کلیجہ بھی ایک قسم کی خشکی محسوس کرتا ہے جب وہ پانی کی وجہ سے تر ہو جاتا ہے تو دل کی درستی میں بھی اس کا کافی اثر دکھتا ہے۔(۱)

۵۔حالت صوم میں دن کے آغاز سے آخر تک دعا کرنا: صائم کو چاہئے کہ دوران صوم بکثرت دعائیں کرے نبی ﷺ کا ارشاد ہے:" ثلاثة لاترد دعوتهم :الإمام العادل والصائم حتى يفطر ودعوة المظلوم(۲)

تین لوگوں کی دعا رد نہیں کی جاتی ۱۔انصاف پرور حاکم ۲۔صائم یہاں تک کہ افطار کر لے ۳۔مظلوم۔

۶۔ کچھ کھا کر یہ دعا پڑھے: ' ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ(۳)

پیاس بجھ گئی، رگیں تر ہو گئیں اور اجر ثابت ہو گیا ان شاء اللہ۔

(۱) زاد المعاد ۲/۲۹

(۲) ترمذی الدعوات ۲۹ حدیث رقم: ۳۵۹۸ و ابن ماجہ الصیام ۴۸ حدیث رقم ۱۷۵۲ حم ۲/۳۰۴ والحدیث صححہ الألبانی، صحیح ابن ماجہ ۱۴۳۲

(۳) ابوداود الصیام: ۲۲ حدیث ۲۳۵۷ وحسنہ الألبانی فی الإرواء ۹۲۰ وقد اخرجہ: البخاری/ اللباس ۶۴ (۵۸۹۲ (الشق الأول بسند آخر)، نسائی/ الیوم واللیلۃ (۲۹۹)

کچھ لوگ افطار کے وقت یہ دعا پڑھتے ہیں"اللهم لك صمت وعلىٰ رزقك افطرت"(۱)

اے اللہ! میں نے تیری ہی خاطر صوم رکھا اور تیرے ہی رزق سے افطار کیا۔

اسی طرح ایک اور دعا ہے جو لوگوں کے درمیان کافی مشہور ہے اور کچھ لوگ اسے افطار کے وقت پڑھتے ہیں۔''اللهم لك صمت وبك آمنت وعليك توكلت وعلى رزقك أفطرت'' (۲)

یہ دعا بھی سنداً ثابت نہیں ہے۔

۷۔صوم کے منافی امور سے بچنا۔ صوم اللہ کا قرب پیدا کرنے والی عبادتوں میں سے ایک بہترین عبادت ہے اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے بندوں پر اس لئے مقرر فرمایا تاکہ نفس انسانی خواہشات اور عادتوں کے شکنجہ سے آزاد ہو سکے اس لئے صائم کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسے تمام کام سے اجتناب کرے جو اس کے صوم کو مخدوش کرتے ہیں۔مثلاً غیبت، چغلی، جھوٹ، جھوٹی گواہی، گالی گلوج، لعنت وملامت وغیرہ۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: جب تم میں سے کسی کے صوم کا دن ہو تو وہ فحش گوئی نہ کرے اور شور نہ مچائے اگر اس کو کوئی گالی دے یا اس سے لڑائی کرے تو اس سے کہہ دے: میں صائم ہوں۔(۳)

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله حاجة في أن يدع طعامه وشرابه ''(۴)

جو شخص (صوم کی حالت میں) جھوٹ بولنا اور برے عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو حاجت

(۱) رواہ ابوداود مرسلاً الصیام:۲۲ حدیث ۲۳۵۸ وقد تفرد بہ (ضعیف) اس کے راوی ''معاذ'' ایک تو لین الحدیث ہیں دوسرے ارسال کئے ہوئے ہیں۔

(۲) یہ دعا بالکل بے سند ہے، انظر ضعیف الجامع حدیث رقم:۶۳۱

(۳) تخریج گزر چکی

(۴) صحیح بخاری/ الصوم:۸ حدیث:۱۹۰۳ سنن ابو داؤد/الصوم:۲۵ حدیث:۲۳۶۲ سنن ترمذی/الصوم ۱۶ حدیث:۸۷۷ سنن ابن ماجہ/ الصوم ۲۱ حدیث ۱۶۸۹ مسند احمد (۲/۴۵۲، ۵۰۵) (صحیح)

نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

۸۔ نیک اعمال میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا ذکر، تلاوت قرآن، بہ کثرت نوافل، صدقہ وخیرات، اعتکاف، عمرہ وغیرہ۔(۱)

صوم کو توڑ دینے والی چیزیں:

جن چیزوں سے صوم ٹوٹ جاتا ہے ان کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جن سے صوم ٹوٹ جاتا ہے اور قضاء وکفارہ دونوں لازم آتے ہیں، دوسرے وہ جن سے صوم ٹوٹ جاتا ہے اور صرف قضاء واجب ہے۔

جس چیز سے صوم باطل ہو جاتا ہے اور قضا وکفارہ دونوں واجب ہو جاتے ہیں وہ جماع ہے: بیوی سے ہمبستری کرنا صوم توڑنے والی چیزوں میں یہ سب سے بھاری چیز ہے کیونکہ اس میں قضاء کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿احل لكم ليلة الصيام الرفث إلى نسائكم﴾ (۲)

تمہارے لئے رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ہم بستری کرنا حلال کر دیا گیا ہے۔

معلوم ہوا کہ دن میں یہ عمل حرام ہے۔لہٰذا اگر کسی سے یہ عمل قصداً، دانستہ طور پر ہوا تو اس کے لئے قضاء کے ساتھ کفارہ دینا ضروری ہے۔ کفارہ ایک مسلمان غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا ہے اگر یہ نہ پائے تو مسلسل دو ماہ صوم رکھے گا اور اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے گا۔

اس بات کی صراحت حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے وہ کہتے ہیں: جاء رجل إلى النبي ﷺ فقال: هلكت يا رسول الله قال: وما أهلكك؟ قال: وقعت على إمرأتي في رمضان فقال: هل تجد ما تعتق رقبة قال: لا قال: فهل تستطيع أن تصوم شهرين متتابعين؟ قال: لا قال: فهل تجدما تطعم ستين مسكينا ؟ قال: لا قال: ثم جلس فأتى النبي ﷺ بعرق فيه تمر فقال: تصدق

(۱) زاد المعاد ۲/۳۲

(۲) البقرۃ/۱۸۷

بھذا قال: فھل علی أفقر منا ؟ فما بین لابتیھا اھل بیت أحوج إلیه منا فضحك النبی ﷺ حتیٰ بدت نواجذه ثم قال:إذھب فأطعمه أھلك(۱)

ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں ہلاک ہوگیا آپ ﷺ نے پوچھا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: میں نے رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کرلیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم ایک گردن آزاد کرسکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں فرمایا: دو مہینے مسلسل صوم رکھنے کی طاقت ہے؟ اس نے کہا: نہیں فرمایا: ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ کہا: نہیں فرمایا: بیٹھو اتنے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس کھجوروں کا ایک بڑا تھیلا آ گیا آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: انہیں صدقہ کردو۔ کہنے لگا اللہ کے رسول! مدینہ کی ان دونوں سیاہ پتھریلی پہاڑیوں کے بیچ ہم سے زیادہ محتاج کوئی گھرانہ ہے ہی نہیں اس پر آپ ﷺ ہنسے یہاں تک کہ آپ کے سامنے کے دانت ظاہر ہوگئے اور فرمایا: اچھا تو انہیں ہی کھلا دو۔

واضح رہے اگر عورت ہم بستری پر رضا مند ہو تو اس پر بھی قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں لیکن اگر اس کے شوہر نے اسے ہم بستری پر مجبور کیا ہو تو اس کا صوم صحیح ہے اور اس پر کوئی کفارہ نہیں۔(۲)

☆ جماع کے مقدمات، بوس وکنار، مباشرت اور لمس وغیرہ سے صوم فاسد نہیں ہوتا ہے الا یہ کہ منی نکل آئے منی کے خروج کی شکل میں صوم فاسد ہوجائے گا۔ اگر صورت ایسی ہو تو پھر صوم کو فساد سے بچانے کے لئے بوس وکنار، مباشرت اور لمس وغیرہ صائم کے لئے حرام ہوگا جیسا کہ وضوء کرنے والے کو دوران صوم ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنے سے روکا گیا ہے تا کہ پیٹ میں پانی نہ پہونچ جائے اور صوم کو باطل کردے۔

(۱) صحیح بخاری الصوم ۳۰ حدیث ۱۹۳۶ صحیح مسلم الصیام ۱۴ حدیث:۱۱۱۱ سنن ابو داؤد الصوم ۳۷ حدیث:۲۳۹۰ سنن ترمذی: ۲۸ حدیث:۷۲۴ سنن ابن ماجہ الصیام ۱۴ حدیث رقم:۱۶۷۱ احمد ۲/ ۲۰۸، ۲۴۱ سنن دارمی الصوم/ ۱۹ حدیث رقم:۱۷۵۷

(۲) تفصیل کے لئے دیکھیں فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والإفتاء ۱۰/ ۳۱۱، ۳۱۲

جن چیزوں سے صوم ٹوٹ جاتا ہے اور صرف قضا واجب ہوتی ہے ان کا تفصیلی بیان درج ذیل ہے۔

۱-۲ جان بوجھ کر کھانا پینا: جان بوجھ کر کوئی بھی چیز کھانے پینے سے صوم باطل ہوجائے گا گرچہ اس کی مقدار کم ہو یا زیادہ حلال ہو یا حرام۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وکلوا واشربو حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجرثم اتموا الصیام الی الیل﴾(۱)

تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہوجائے۔ پھر رات تک صوم مکمل کرو۔

حدیث قدسی میں آیا ہوا ہے "یدع شھوته وطعامه من اجلی"(۲)

صائم اپنی ساری خواہشات اور کھانا پینا صرف میری خاطر چھوڑتا ہے۔

معلوم ہوا کہ جس نے جان بوجھ کر کھا پی لیا اس کا صوم باطل ہوگیا۔

ابن قدامہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ جان بوجھ کر کھانے پینے سے صوم ٹوٹ جاتا ہے(۳)

۳۔ عمدا قے کرنا : قصدا قے کرنے سے صوم ٹوٹ جائے گا چاہے قے تھوڑی ہو یا زیادہ البتہ طبیعت کی ناسازگی سے ازخود قے آجائے تو اس سے صوم متأثر نہیں ہوگا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "من ذرأه القی فلاقضاء علیه ومن استقاء عمدا فعلیه القضاء"، جس کو بے اختیار قے ہوجائے اس پر قضا نہیں اور جو عمداً قے کرے اسے قضا کرنی چاہئے۔(۴)

(۱) البقرۃ (۱۸۷)

(۲) تخریج گزر چکی ۳۶ ص

(۳) المغنی ۴/ ۳۵۰

(۴) سنن ابوداودا الصوم ۳۲ حدیث رقم: ۲۳۸۰، ترمذی الصوم ۲۵ حدیث: ۷۲۰، سنن ابن ماجہ ۱۶ حدیث رقم: ۱۶۷۶، مسند احمد ۲/ ۴۹۸، دي/ الصوم ۲۵ (۱۷۷۰) وصححه الألبانی فی الإرواء ۹۲۳

ابن المنذر نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ عمداً قے کرنے سے صوم ٹوٹ جائے گا۔(۱)

☆اگر صائم کو ڈکار لینے کی وجہ سے کوئی چیز معدہ سے چڑھ کر حلق میں آ جائے اور صائم اس کو نگل لے تو اس سے صوم فاسد نہیں ہوگا(۲)

۴۔غذا بخش اور خون کا انجکشن لگوانا: دوران صوم رگ یا عضلات میں ایسا ٹیکہ لگوانا جس کا مقصد خوراک یا قوت کی فراہمی نہ ہو جائز اور درست ہے ہاں مگر غذا بخش اور خون کا انجکشن لگوانے سے صوم باطل ہو جائے گا کیونکہ یہ کھانے پینے کے درجے میں ہے۔سعودی مجلس افتاء کا بھی یہی فتوی ہے۔(۳)

۵۔منہ کے علاوہ کسی زخم کے راستے سے نلکی وغیرہ کے ذریعہ غذا پہونچانے سے بھی صوم باطل ہو جائے گا کیونکہ وہ کھانے کے قائم مقام ہوگا اور اس ناطے اس پر بھی وہی حکم لاگو ہوگا جو کھانے پینے کی شکل میں ہوگا۔شیخ الاسلام ابن تیمیہ وغیرہم کی یہی رائے ہے۔

۶۔قصدا منی خارج کرنا: قصدا منی خارج کرنے سے صوم ٹوٹ جاتا ہے خواہ یہ عمل بیوی کو بوسہ دینے اور پکڑنے اور چھونے سے ہو یا مشت زنی یعنی ہاتھ سے منی خارج کرنے سے ہو۔مذکورہ صورت میں کفارہ کے بغیر صرف قضا کرنا ہوگا کیونکہ کفارہ جماع کے ساتھ خاص ہے۔البتہ احتلام (خواب میں منی خارج ہو جانا) اگر از خود ہو جائے یا مذی وغیرہ خارج ہو جائے تو وہ صوم پر اثر انداز نہیں ہوتا۔امام بخاری نے تعلیقا روایت کیا ہے قال ابن عباس وعکرمة رضی الله عنهما :الصوم مما دخل ولیس مما خرج(۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ صوم ان چیزوں سے

(۱)الإجماع لابن المنذر ص۵۳
(۲)الشرح الممتع ۶/ ۴۳۱
(۳)دیکھیں فتاوی اسلامیہ ۱۰/۲۵۲
(۴)(صحیح بخاری الصوم :قبل الحدیث ۱۹۳۸)

ٹوٹتا ہے جو اندر جاتی ہیں نہ کہ ان چیزوں سے جو باہر آتی ہیں۔
سعودی مجلس افتاء کا بھی یہی فتوی ہے۔(۱)

۷۔حیض ونفاس کا خون آنا: حالت صوم اگر عورت کو حیض یا نفاس کا خون شروع ہو جائے تو اس سے صوم ٹوٹ جاتا ہے حتی کہ اگر غروب آفتاب سے کچھ پہلے نظر آ جائے تو بھی اس دن کا صوم فاسد ہو جائے گا کیونکہ اس حالت میں صوم رکھنے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ عید الأضحیٰ یا عید الفطر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ عورتوں کے پاس سے گزرے اور فرمایا:"أليس إذا حاضت لم تصل ولم تصوم؟قلن بلیٰ"(۲)

کیا ایسا نہیں کہ عورت ماہواری کے ایام میں نہ صلاۃ ادا کرتی ہے اور نہ ہی صوم رکھتی ہے؟عورتوں نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔

واضح رہے اگر عورت عادت کے مطابق جانتی ہو کہ اسے کل حیض کا خون آئے گا تو وہ رات کو صوم کی نیت کرے گی اور صوم پر باقی رہے گی اور جب تک خون نہ دیکھ لے افطار نہیں کرے گی۔

اگر خون اترنے کا اسے احساس تو ہو لیکن سورج ڈوبنے کے بعد خارج ہو تو اس دن کا صوم صحیح ہوگا کیونکہ شریعت نے حیض اور نفاس کے وجود کو صوم کے لئے ناقض مانا ہے اور مذکورہ صورت میں اس کا وجود نہیں پایا گیا۔

اگر حیض کا خون دن کے کسی حصہ میں آنا شروع ہوا تو عورت دن کے بچے ہوئے حصہ میں احتراما کھانے پینے سے گریز کرے گی مگر اس دن کا صوم صحیح نہیں ہوگا' رمضان کے بعد اس کی قضاء ضروی ہوگی۔کیونکہ دن کے بقیہ حصہ میں حیض کی شکل میں اس کے یہاں وہ چیز موجود ہے جو اس کے صوم کے لیے ناقض ہے۔اگر حیض کا خون دن کے کسی حصہ میں آنا بند

(۱)دیکھیں فتاوی اسلامیہ۲/ ۱۳۵
(۲)صحیح بخاری الصوم حدیث رقم:۱۹۵۱باب الحائض تترک الصوم والصلاۃ ،مشکاۃ المصابیح حدیث رقم:۱۹وانظر ارواء الغلیل حدیث رقم ۹۲۴

ہوا تو عورت دن کے بچے ہوئے حصہ میں احتراما کھانے پینے سے گریز کرے گی مگر اس دن کا صوم صحیح نہیں ہوگا' رمضان کے بعد اس کی قضاء ضروری ہوگی کیونکہ دن کے شروع کے حصہ میں حیض کی شکل میں اس کے یہاں وہ چیز موجود تھی جو اس کے صوم کے لیے ناقض ہے۔

اگر عورت طلوع فجر صادق سے پہلے پاک ہو جائے گرچہ غسل نہ کر سکے اس کے لئے صوم رکھنا ضروری ہوگا۔

نفاس والی عورت اگر چالیس دن سے پہلے پاک ہو جائے تو صوم رکھے اور صلاۃ کے لئے غسل کرے اور اگر چالیس دن سے زیادہ خون آئے تو صوم کی نیت کر کے غسل کر لے اور جب تک یہ کیفیت رہے استحاضہ شمار ہوگی مگر اس کے حیض آنے کا جو مقررہ وقت ہے جب وہ آجائے تو حیض شمار ہوگا۔(۱)

صوم توڑنے والی چیزوں کی شروط:

مذکورہ چیزیں جن سے صوم باطل ہو جاتا ہے اس کے لئے تین بنیادی شرطیں ہیں۔

۱۔علم شرط ہے اگر انسان بے علمی میں کوئی کام کرے تو صوم نہیں ٹوٹتا۔

۲۔یادداشت شرط ہے اگر بھول گیا تو اس سے صوم باطل نہیں ہوگا'

۳۔اپنے اختیار سے صوم توڑے اگر زبردستی صوم تڑوایا گیا تو اس سے صوم نہیں ٹوٹتا۔

پہلی شرط کی مثال: حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں

أفطرنا يوما في رمضان في غيم في عهد رسول الله ﷺ ثم طلعت الشمس (۲)

کہ نبی اکرم ﷺ کے عہد میں ایک دن آسمان ابر آلود تھا اور ہم نے افطار کر لیا افطار کے بعد بادل چھٹ گیا اور آسمان صاف ہو گیا اور پتہ یہ چلا کہ ابھی سورج غروب نہیں ہوا ہے۔

(۱) تفصیل کے لئے دیکھیں فتاوی الصیام لإبن باز صفحہ ۶۳' فتاوی ابن عثیمین ۶۴' فتاوی الصیام لإبن جبرین جمع وترتیب محمد المسند

(۲) خ/ الصوم ۴۶ حدیث رقم :۱۹۵۹ ابوداؤد/الصیام حدیث رقم ۲۳۵۹ ابن ماجۃ/الصیام ۱۵ حدیث رقم:۱۶۷۴ احمد ۶/۳۴۶

غور فرمائیں حدیث مذکور سے یہ بات واضح ہے کہ بدلی کی وجہ سے صحابہ وقت کا صحیح اندازہ نہیں کر سکے اور سورج غروب ہونے سے پہلے ہی صوم افطار کر لیا اور اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں اس دن کے صوم کی قضاء کا حکم نہیں دیا اگر مذکورہ شکل میں صوم کی قضاء واجب ہوتی تو آپ ﷺ اس امر کی وضاحت ضرور فرماتے کیونکہ اسباب وعوامل اس بات کے متقاضی تھے اور شدید ضرورت بھی کہ مسئلہ کی وضاحت کی جائے پھر بھی آپ کی خاموشی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس دن کے صوم کی قضاء شریعت میں واجب نہیں۔

مذکورہ صورت میں علماء کی ایک جماعت کی رائے اس کے برعکس ہے ان کا یہ کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص طلوع فجر سے متعلق شک میں مبتلا ہو کر کھا پی لیا تو اس پر کوئی حرج نہیں اس کا صوم درست ہوگا البتہ اگر واضح طور پر معلوم ہو جائے کہ اس نے طلوع فجر کے بعد ہی کھایا پیا تھا تو اس کا صوم باطل ہے اور اس پر قضاء ضروری ہے۔

دوسری شرط کی مثال: اگر کوئی شخص صوم کی حالت میں بھول چوک کر کھا پی لیتا ہے تو اسے صوم نہیں توڑنا چاہئے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿ربنا لاتؤاخذنا إن نسينا أو أخطأنا﴾ (۱)

اے ہمارے رب ہم بھول جائیں یا غلطی کر لیں تو ہماری گرفت نہ فرما۔

جس نے بھول کر کھا پی لیا وہ اپنا صوم پورا کرے، اسے اللہ نے کھلایا پلایا ہے۔

معلوم ہوا کہ بھول کر، دھوکہ سے کھا پی لینے کی صورت میں صوم کی قضاء ضروری نہیں ہے۔

تیسری شرط کی مثال: کسی شخص کو جبرا صوم کی حالت میں کھانا کھلا دیا جائے تو اسے صوم نہیں توڑنا چاہئے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿إلا من أكره وقلبه مطمئن بالإيمان﴾ (۲)

مگر وہ شخص جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہے۔

مذکورہ صورت میں اس کا صوم صحیح ہے کیونکہ یہ کام اس کی مرضی اور چاہت کے برعکس ہوا ہے۔

(۱) البقرۃ ۲۸۶

(۲) النحل ۱۰۶

صائم کے لئے جائز امور

۱۔ **بھول کر کھا پی لینا**۔ اگر آدمی بھول کر یا لاعلمی کی بناء پر کھا پی لے تو اس کا صوم نہیں ٹوٹے گا کیونکہ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی بڑی واضح حدیث ہے: من أكل ناسيا وهو صائم فليتم صومه فإنما اطعمه الله و سقاه (۱)

جس نے بھول کر کھا پی لیا وہ اپنا صوم پورا کرے، اسے اللہ نے کھلایا پلایا ہے۔

معلوم ہوا کہ دھوکہ سے کھا پی لینے کی صورت میں نہ صوم کی قضاء ضروری ہے اور نہ ہی کفارہ لازم ہوگا۔

واضح رہے بھول کر کھانے کی صورت میں جب یاد آ جائے تو فورا چھوڑ دے حتیٰ کہ منہ کا لقمہ یا گھونٹ بھی اگل دینا واجب ہے۔(۲)

۲۔ **احتلام ہو جانا**: اگر ذہن میں شہوت کا تصور کیا اور منی خارج ہوگئی یا سوتے میں احتلام ہو گیا تو اس سے صوم فاسد نہیں ہوگا کیونکہ یہ بے اختیاری کی چیز ہے البتہ غسل جنابت واجب ہوگا۔ اللہ تعالی فرماتا ہے ﴿**لا يكلف الله نفسا الا وسعها**﴾ (۳)

اللہ تعالی انسان کو اس کی طاقت بھر مکلّف فرماتے ہیں۔

شیخ ابن باز وغیرہم کا یہی فتوی ہے۔(۴)

۳۔ **مباشرت کے سبب جنابت کی حالت میں صبح کرنا**

حضرت عائشہ فرماتی ہیں:" أن رسول الله ﷺ كان يدركه الفجر وهو جنب

(۱) صحیح بخاری الصوم ۲۶ حدیث :۱۹۳۳ صحیح مسلم الصیام ۳۳ حدیث :۱۲۱ سنن ترمذی الصوم ۲۶ حدیث ۷۲۲ سنن ابن ماجہ الصیام ۱۵ حدیث ۱۶۷۳ حم ۲/ ۳۹۵

(۲) فتاوی ابن عثیمین ج ۱ ص ۵۲۷

(۳) البقرۃ ۲۸۶

(۴) تفصیل کے لئے دیکھیں: مجموع فتاوی ابن باز ج ۵ ص ۲۴۳

من أهله ثم يغتسل و يصوم "(۱)

صبح ہو جاتی جب کہ آپ ﷺ جنابت کے سبب جنبی ہوتے پھر آپ غسل کر کے صوم رکھتے۔

۴۔ **سرمہ لگانا**: صوم کی حالت میں آنکھ میں سرمہ لگانا جائز اور درست ہے۔ کیونکہ آنکھ پیٹ تک کسی چیز کے جانے کا راستہ نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں "أن النبی ﷺ اکتحل فی رمضان وهو صائم"(۲)

نبی ﷺ نے ماہ رمضان میں حالت صوم سرمہ لگایا۔

عبید اللہ بن ابی بکر بن انس کہتے ہیں: أنه كان يكتحل وهو صائم"(۳)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سرمہ لگاتے تھے اور صوم سے ہوتے تھے۔

امام بخاری فرماتے ہیں: ولم یریٰ أنس والحسن وابراهيم بالكحل للصائم بأسا (۴)

حضرت انس حضرت حسن اور ابراہیم نخعی صائم کے لئے سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں مانتے تھے۔

اعمش کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو بھی صائم کے سرمہ لگانے کو ناپسند کرتے نہیں دیکھا اور ابراہیم نخعی صائم کو صبر (ایک قسم کا سرمہ ہے) کے سرمے کی اجازت دیتے تھے۔(۵)

(۱) صحیح بخاری الصوم :۲۲ حدیث :۱۹۲۶ صحیح مسلم ۱۳ حدیث رقم :۱۱۰۹ سنن ابوداؤد ۳۶ (۲۳۸۸) ترمذی: الصوم ۶۳ (۷۷۹)، سنن ابن ماجہ: الصیام ۲۷ (۱۷۰۳) حم ۱/ ۲۱۱، دارمی/ الصوم ۲۲ (۱۷۶۶)

(۲) سنن ابن ماجہ الصیام حدیث رقم :۱۶۷۸ اضعفہ الألبانی

(۳) سنن ابوداؤد الصوم :۳۱ حدیث رقم :۲۳۷۸ (حسن موقوف)

(۴) صحیح بخاری الصوم بعد الحدیث ۱۹۳۴

(۵) سنن ابوداؤد الصوم :۳۱ حدیث رقم :۲۳۷۹ (حسن)

۵۔ کان یا آنکھ میں دوا ڈالنی :اس سلسلے میں علماء کے مابین گرچہ اختلاف ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ صوم کی حالت میں آنکھ میں دوا ٹپکانے سے صوم نہیں ٹوٹتا ہے۔امام بخاری رقمطراز ہیں کہ ''وقال الحسن رحمه الله تعالى : لابأس بالسعوط للصائم إن لم يصل إلى حلقه(۱)

حسن بصری نے فرمایا کہ ناک میں دوا وغیرہ چڑھانے میں اگر وہ حلق تک نہ پہونچے تو کوئی حرج نہیں ہے۔سعودی مجلس افتاء کا بھی یہی فتوی ہے۔(۲)

شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دوا کا اثر خلق میں محسوس ہو یا نہ ہو صوم نہیں ٹوٹے گا کیونکہ آنکھ نفوذ کی جگہ نہیں ہے یہی رائے شیخ صالح عثیمین کی بھی ہے۔دیکھیں (۳)

۶۔سر یا بدن میں تیل ملنا: صائم اپنے بدن پر ضرورت کے وقت تیل یا کریم وغیرہ کی مالش کر سکتا ہے کیونکہ تیل کھال ے ظاہری حصہ کو تر کرتا ہے جسم کے اندر اثر انداز نہیں ہوتا مزید براں اس سلسلے میں صحابہ کے آثار بھی موجود ہیں۔امام بخاری رقمطراز ہیں کہ ''قال ابن مسعود رضى الله عنه إذا كان صوم أحدكم فليصبح دهينا مترجلا''(۴)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا صوم ہو تو اسے چاہئے کہ یوں صبح کرے کہ اس نے تیل لگایا ہو اور کنگھی کی ہو۔

۷۔خوشبو لگانا یا سونگھنا :صوم کی حالت میں خوشبو لگانا یا سونگھنا جائز اور درست ہے کیونکہ خوشبو مجسم چیز نہیں ہے جو پیٹ میں داخل ہو سکے البتہ عود کی دھونی نہ سونگھے کیونکہ اس کا دھواں کثیف اور گاڑھا ہوتا ہے جو معدے تک پہونچ جاتا ہے۔(۵)

۸۔ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا:صائم کے لئے مبالغہ کے بغیر کلی

(۱) صحیح بخاری بعد الحدیث ۱۹۳۴ کتاب الصوم
(۲) دیکھیں فتاوی اسلامیہ ۲/ ۱۲۹
(۳) فتاوی ابن عثیمین ج ۱ ص ۵۲۰)
(۴) صحیح بخاری قبل الحدیث ۱۹۳۰
(۵) فتاوی اسلامیۃ ج ۱ ص ۱۲۸

کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔حضرت لقیط بن صبرہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''أسبغ الوضوء وبالغ في الاستنشاق إلا أن تكون صائما''(۱)

وضوء اچھی طرح پورا کرو اور ناک میں اچھی طرح پانی چڑھایا کرو الا یہ کہ تم صوم سے ہو۔

اگر کلی کرتے وقت یا ناک میں پانی چڑھاتے سے غیر اختیاری طور پر پانی حلق میں اتر جائے یا حلق کے راستے پیٹ میں چلا جائے تو اس سے صوم نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ اس نے جان بھوج کر ایسا نہیں کیا ہے۔ارشاد باری تعالی ہے﴿ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُم بِهِ وَلَٰكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ ﴾(۲)

تم سے بھول چوک میں جو کچھ ہو جائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں‘ البتہ گناہ وہ ہے جس کا تم ارادہ دل سے کرو۔

۹۔ غیر غذا بخش انجکشن لگوانا :بطور علاج دوران صوم رگ یا عضلات میں ایسا انجکشن یا ٹیکہ لگوانا جس کا مقصد خوراک یا قوت کی فراہمی نہ ہو جیسے (انسولین‘ پنسلین) وغیرہ جائز اور درست ہے گرچہ اس کی حرارت حلق میں محسوس ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس کی حیثیت بیرونی دوائی کی ہے نہ تو وہ معدہ میں جاتا ہے اور نہ ہی اس سے خوراک مقصود ہے۔سعودی مجلس افتاء کا بھی یہی فتوی ہے۔(۳)

۱۰۔تنفس کی بیماری والے کے لئے طبی اسپرے کا استعمال: بخاخ (اسپرے لینا) دمہ وغیرہ کے مریض کے لئے حالت صوم اضطراری حالت میں بخاخ (اسپرے لینا) جائز ہے ارشاد باری تعالی ہے﴿وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ﴾(۴)

(۱) سنن ابوداؤد الطہارۃ ۵۵ حدیث ۱۴۲ والصوم ۲۷ حدیث ۲۳۶۶ ترمذی/ الطہارۃ ۳۰ حدیث ۳۸ والصوم ۶۹ حدیث ۷۸۸ نسائی الطہارۃ ۷۱ حدیث ۸۷ والحدیث صححہ الألبانی انظر صحیح ابن ماجہ ۳۲۸
(۲) الأحزاب ۵
(۳) دیکھیں فتاوی اسلامیہ ۱۰/ ۲۵۲ (۴) الأنعام ۱۱۹

اللہ تعالی نے ان سب چیزوں کی تفصیل بتادی ہے جن کو تم پر حرام کیا ہے مگر وہ بھی جب تم کو سخت ضرورت پڑ جائے تو حلال ہے۔

اور اس لئے بھی بخاخ (اسپرے لینا) جائز ہے کیونکہ وہ ایک گیس ہے جو پھیپھڑے تک جاتی ہے یہ کھانے کے قبیل سے نہیں ہے۔(۱)

۱۱۔ ضرورت کے وقت کسی چیز کا چکھنا: صائم کے لئے بوقت ضرورت کسی چیز کا چکھنا جائز اور درست ہے تاکہ مٹھاس یا نمک کی مقدار کو معلوم کیا جا سکے اس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کے کنارہ میں رکھ کر چکھے اور اسے حلق تک نہ جانے دے، چکھ کر فوراً تھوک دے اور کلی کر لے اس کے جواز کے سلسلے میں بعض صحابہ کے فتوی موجود ہے۔ امام بخاری رقمطراز ہیں "وقال ابن عباس رضی الله عنه لابأس أن يتطعم القدر أو الشئ"(۲)

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صائم اگر ھنڈیا یا کسی چیز کا ذائقہ معلوم کرلے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۱۲۔ پانی میں اترنا اور غوطہ لگانا: صوم کی حالت میں غسل کرنا، پانی میں غوطہ لگانا گرمی اور پیاس کی وجہ سے سر پر پانی سے تر کپڑا ڈالنا یا کسی اور طریقہ سے راحت اور ٹھنڈک حاصل کرنا جائز اور درست ہے۔ اس لئے کہ رسول ﷺ صوم کی حالت میں پیاس کی شدت یا سخت گرمی کے وقت سر مبارک کو پانی سے تر کرتے تھے۔

ابو بکر کہتے ہیں: مجھ سے بیان کرنے والے نے کہا کہ لقد رأيت رسول الله ﷺ بالعرج يصب علىٰ رأسه الماء وهو صائم من العطش أو من الحر(۳)

میں نے مقام عرج میں رسول اللہ ﷺ کو اپنے سر پر پیاس سے یا گرمی کی وجہ سے پانی ڈالتے ہوئے دیکھا اور آپ ﷺ صوم سے تھے۔

حضرت ابن عمر صوم کی حالت میں کپڑا تر کر کے جسم پر ڈال لیتے تھے۔

(۱) مجلة البحوث الإسلامية ۳۰/۱۱۲

(۲) صحیح بخاری الصوم: ۲۵ قبل الحدیث ۱۹۳۰

(۳) ابوداؤد الصوم: ۲۷ حدیث رقم: ۲۳۶۵ موطا/ الصیام ۷ حم ۳/۴۷۵،۵/۶،۳۷۶،۳۸۰،۴۰۸ (صحیح)

امام شعبی بحالت صوم گرمی محسوس ہوتی تو حمام میں داخل ہو جاتے تھے۔(۱)

یقیناً یہ تمام سہولتیں ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے محض اپنے فضل اور احسان سے ہمیں نوازا ہے اور یہ وہی نرمی اور سہولت ہے جسے اللہ نے صوم کا حکم دے کر بعد میں بیان کیا ہے۔

۱۳۔ تر یا خشک مسواک دن کے کسی حصہ میں بھی کرنا۔ صائم کے لئے دن کے کسی بھی حصہ میں دانت صاف کرنے کے لئے مسواک کرنا جائز اور درست ہے جیسا کہ حضرت عامر بن ربیعہ سے مروی ہے کہ "رأيت النبي ﷺ يستاك وهو صائم ما لاأحصي أو اعد"(۲)

میں نے رسول اللہ ﷺ کو حالت صوم اتنی بار مسواک کرتے ہوئے دیکھا کہ گن نہیں سکا۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ "يستاک أول النهار وآخره"(۳)

رسول اللہ ﷺ (صوم کی حالت میں) دن کے پہلے حصہ میں بھی مسواک کرتے اور آخری حصہ میں بھی مسواک کرلیا کرتے تھے۔

نیز آپ ﷺ کا یہ فرمان "لولا أن اشق علی أمتی لأمرتهم بالسواك عند كل وضوء"(۴)

اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو انھیں ہر وضو کے ساتھ مسواک کا حکم دے دیتا۔

حدیث مذکور میں نبی ﷺ نے مسواک کے تعلق سے صائم اور غیر صائم کی کوئی تفریق نہیں فرمائی۔

(۱) صحیح بخاری الصیام: قبل الحدیث ۱۹۳۰ باب اغتسال الصائم مصنف ابن ابی شیبہ الصیام ما ذکر فی الصائم یتلذذ بالماء حدیث رقم: ۹۲۱۲

(۲) صحیح بخاری کتاب الصوم باب السواک الرطب والیابس للصائم حدیث ۱۹۳۴ سنن ابوداؤد/ الصیام ۲۶ حدیث ۲۳۶۴ ترمذی/ الصوم ۲۸ حدیث ۷۲۵ حم ۳/ ۴۴۵ اس حدیث کے راوی عاصم ضعیف ہیں۔

(۳) صحیح بخاری کتاب الصوم باب اغتسال الصائم

(۴) (سنن ابو داؤد الطہارۃ ۲۵ حدیث: ۴۷ ترمذی طہارۃ : ۱۸ حدیث: ۲۳ مسند احمد ۴/۱۱۶

محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ تر مسواک میں بھی کوئی حرج نہیں۔ کسی نے ان سے کہا اس میں تو ذائقہ ہوتا ہے؟ آپ نے کہا ذائقہ تو پانی میں بھی ہوتا ہے جبکہ تم حالت صوم کلی کرتے ہو۔

واضح رہے اگر مسواک کا مزہ اور اثر تھوک میں آ جائے تو صائم کو چاہئے کہ اس کو نہ نگلے لیکن اگر بغیر ارادہ کے اندر چلا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔(۱)

۱۴۔**دوران صوم ٹوتھ پیسٹ کا استعمال کرنا**: تر مسواک پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ دوران صوم ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنے سے صوم فاسد نہیں ہوگا بشرطیکہ ٹوتھ پیسٹ معدہ میں نہ جائے۔

احتیاط کے پیش نظر اس سلسلے میں بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ صائم دن کے حصہ میں ٹوتھ پیسٹ کا استعمال نہ کرے کیونکہ تھوک کے ساتھ پیٹ میں اس کے چلے جانے کا امکان ہے جس سے صوم کے فاسد ہونے کا خدشہ ہے۔ ویسے اس مسئلہ میں گنجائش ہے لیکن افضل یہی ہے کہ ٹوتھ پیسٹ رات کو استعمال کی جائے اور دن کو مسواک (۲)

۱۵۔**بیوی کا بوسہ لینا اور اس سے مباشرت کرنا** یعنی جسم سے جسم ملانا گلے ملنا چھونا۔ یہ ایسا مسئلہ ہے جس پر علماء کرام نے لمبی چوڑی بحثیں کی ہیں اور اس پر فقہ کی کتابوں میں طویل ابواب ہیں، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ ایسے شخص کے لئے ہے جو اپنے نفس پر قابو رکھ سکتا ہو اور جسے اپنے نفس پر پورا قابو نہ ہو اس کے لئے یہ رعایت نہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے، وہ بیان کرتی ہیں ''كان النبی ﷺ يقبل ويباشر وهو صائم وكان أملككم لإربه''(۳)

نبی ﷺ بحالت صوم بوسہ لیتے اور بحالت صوم مباشرت (یعنی بوسہ وکنار) فرماتے البتہ آپ اپنی حاجت (جذبات اور خواہشات) پر سب سے زیادہ قابو رکھنے والے تھے۔

(۱) فتاوی الصیام لابن عثیمین ۳۹، ۷۰ مسائلۃ فی الصیام برقم ۵۳، ۵۴

(۲) الشرح الممتع ۶/ ۴۰۷، ۴۳۲

(۳) صحیح بخاری الصوم: ۲۳ حدیث: ۱۹۲۷ صحیح مسلم الصوم باب القبلة فی الصوم: ۱۱۰۶ سنن ترمذی مباشرة الصائم حدیث: ۷۲۹ حم ۶/۴۰/۱۵۶ حدیث ۲۴۱۳۰

معلوم ہوا کہ بیوی سے بوس وکنار کرتے وقت آپ سے ہرگز ہرگز یہ اندیشہ نہیں تھا کہ آپ فرط جذبات میں بے قابو ہو کر حد سے آگے بڑھیں۔

اسی طرح کا قول حضرت ام سلمہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے (۱)

ابن العربی سنن ترمذی کی شرح میں لکھتے ہیں: بیوی کا بوسہ لینا اور اس سے مباشرت کرنا عموم قرآن ﴿فَالآنَ بَاشِرُوهُنَّ﴾ سے مستثنی ہے کیونکہ آپ ﷺ کی ذاتی زندگی قرآن کی جامع تعبیر تھی اور آپ ﷺ کے عمل سے یہ بات ثابت ہے کہ حالت صوم آپ بیوی سے مباشرت (یعنی بوسہ وکنار) کرتے تھے (۲)

واضح رہے اگر بوسہ دینے ہاتھ ملانے گلے ملنے وغیرہ سے مذی نکل جائے تو اس سے صوم کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

۱۶۔ **صائم کا فصد لینا پچھنا لگوانا**: اس مسائلۃ میں گرچہ علماء کے مابین اختلاف ہے لیکن صحیح اور درست بات یہ ہے کہ حالت صوم جسم سے فاسد خون مشین یا کسی اور ذریعہ سے نکلوانا ضرورت کے پیش نظر جائز اور درست ہے بشرطیکہ کمزوری کا خوف نہ ہو۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس کے حوالہ سے ابن عمر، سعد، زید بن ارقم وغیرہم کا عمل نقل کیا ہے۔(۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث اس بات کی دلیل ہے ان سے جب دریافت کیا گیا کہ ''أكنتم تكرهون الحجامة للصائم؟قال: لا، إلا من أجل الضعف ''(۴)

کیا آپ لوگ نبی ﷺ کے زمانہ میں صائم کے لئے پچھنا لگوانے کو ناپسند کرتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا نہیں الا یہ کہ اس کی وجہ سے کمزوری آ جائے۔

اس سلسلے کہ ایک حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں

(۱) صحیح مسلم حدیث ۱۱۰۷، ۱۱۰۸

(۲) عارضة الأحوذی ۳/۲۶۲

(۳) صحیح بخاری قبل حدیث ۱۹۳۸

(۴) صحیح بخاری الصوم: ۳۲ حدیث: ۱۹۴۰

"أن النبی ﷺ احتجم وهو محرم واحتجم وهو صائم "(۱)

نبی کریم ﷺ نے احرام میں اور صوم کی حالت میں پچھنا لگوایا۔

معلوم ہوا کہ نہی والی حدیثوں کو یا تو منسوخ مانا جائے یا پھر یہ کہا جائے کہ کمزوری کے خوف کے ساتھ مشروط مانا جائے۔

۱۷۔**نکسیر پھوٹنا**: صائم کو بہت سے امور ایسے پیش آتے ہیں جن میں اس کا اپنا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا جیسے زخم لگ جانا،نکسیر پھوٹنا، قے ہو جانا وغیرہ اگر مذکورہ چیزیں یا اس جیسی صائم کے ارادہ کے بغیر اس کو لاحق ہو جائیں تو اس سے صوم باطل نہیں ہوگا۔سعودی مجلس افتاء کا یہی فتوی ہے۔(۲)

۱۸۔**دانت ٹوٹنا یا اکھڑوانا**: صائم اگر اپنے دانتوں میں تکلیف محسوس کرے تو ایسی صورت میں بطور علاج دانتوں کی صفائی کروانا اور اس کو اکھڑوانا جائز اور درست ہے بس اتنا دھیان رہے کہ دوا یا خون حلق سے اندر نہ جائے۔سعودی مجلس افتاء کا یہی فتوی ہے۔(۳)

۱۹۔(**ڈائی لیسس**) صائم کے لئے جدید طبی آلات کے ذریعہ گردوں کا دھلوانا جائز اور درست ہے' اس عمل میں پہلے خون نکالا جاتا ہے اور صاف کر کے واپس کر دیا جاتا ہے۔(۴)

۲۰۔**پیٹ میں انڈوس کوپی داخل کرنا** :شدید ضرورت کے پیش نظر صوم کی حالت میں پیٹ میں انڈوس کو پی داخل کرنا جائز ہے اس سے صوم باطل نہیں ہوتا ہے

(۱) صحیح بخاری الصوم:۳۲ حدیث:۱۹۳۸ صحیح مسلم الحج ۱۱ حدیث ۱۲۰۲ سنن ابوداؤد الحج ۳۶ حدیث ۱۸۳۵ ترمذی الحج ۲۲ حدیث ۸۳۹ سنن ابن ماجہ الحج ۸۷ حدیث ۳۰۸۱

(۲) دیکھیں فتاوی اللجنۃ الدائمۃ ۱۰/ ۲۶۷

(۳) فتاوی مہمۃ للشیخ ابن باز ص ۲۹ دیکھیں فتاوی اللجنۃ الدائمۃ ۱۰/ ۲۶۷

(۴) ۷۰ مسئلۃ فی الصیام برقم:۴۳

الا یہ کہ انڈوس کو پی میں تیل ہو جو اس کے ذریعہ معدہ تک پہونچتا ہو۔ایسی صورت میں صوم فاسد ہو جائے گا اور قضاء کرنی ہوگی۔(۱)

۲۱۔مسوڑھے کے خون کا تھوک کے ساتھ اندر چلا جانا:

مسوڑھے میں اگر زخم ہو یا مسواک کی وجہ سے خون بہہ جائے تو اس کا نگلنا جائز نہیں ہے لیکن اگر غیر اختیاری طور پر اندر چلا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔(۲)

۲۲۔**غرغرہ کرنا**: غرغرہ کی دوا استعمال کرنے سے صوم نہیں ٹوٹتا بشرطیکہ دوا پیٹ میں نہ جائے لیکن بلا ضرورت غرغرہ نہ کرے۔(۳)

۲۳۔غیر ارادی طور پر کسی چیز کا حلق میں جانا:

اگر غیر ارادی طور پر کوئی چیز مکھی مچھر پانی وغیرہ (معدہ) میں چلی جائے تو اس سے صوم نہیں ٹوٹتا جیسا کہ حسن بصری فرماتے ہیں:"**إذا دخل حلقه الذباب فلا شئ عليه**" (۴)

اسی طرح اگر تالاب میں نہاتے یا وضوء اور غسل کرتے ہوئے غیر ارادی طور پر پانی حلق سے معدہ میں اتر جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۱) الشرح الممتع ۶/ ۳۸۳

(۲) فتاوی الصیام لابن عثیمین ۳۹' ۷۰ مسائلۃ فی الصیام برقم ۵۳' ۵۴

(۳) (فتاوی ابن عثیمین ج ۱ ص ۵۰۰)

(۴) صحیح بخاری کتاب الصوم باب الصائم إذا اکل اوشرب ناسیا

وہ امور جو صائم کے لئے نا جائز ہیں:

۱۔ **صوم میں وصال کرنا**: وصال عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں ملانے کے شرعی اصطلاح میں وصال یہ ہے کہ افطار کئے بغیر ارادی طور پر مسلسل دو یا اس سے زائد دن کا صوم رکھیں اور درمیان میں سحری نہ کھائیں رسول اللہ ﷺ نے اس سے اپنی امت کو روکا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”لاتوا صلوا ‘قال إنك تواصل قال لست كأ حد منكم آني أطعم وأسقى أو إني أبيت أطعم وأسقى“(۱)

وصال مت کیا کرو صحابہ نے عرض کیا آپ تو وصال کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں مجھے اللہ کی طرف سے کھلایا اور پلایا جاتا ہے یا آپ ﷺ نے یہ فرمایا: میں اس طرح رات گزارتا ہوں کہ مجھے کھلایا اور پلایا جاتا رہتا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”لاتوا صلوا ‘فأيكم إذا أراد أن يواصل فليواصل حتىٰ السحر‘قالوا:فإنك تواصل يا رسول الله قال:إني لست كهيئتكم‘إني أبيت لي مطعم يطعمني وساق يسقين“(۲)

وصال مت کیا کرو اور اگر تم میں سے کوئی وصال کرنا ہی چاہے تو بس سحر تک کرے صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ تو وصال کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہاری

(۱) صحیح بخاری الصوم :۴۸ حدیث:۱۹۶۱ صحیح مسلم ۱۱ حدیث رقم :۱۱۰۲ موطا امام مالک ۱۳ حدیث رقم:۳۸ حم۲/۱۱۲،

(۲) صحیح بخاری الصوم :۴۸ حدیث:۱۹۶۳ سنن ابوداؤد الصیام ۲۴ حدیث رقم ۲۳۶۱ حم ۳/ ۸،۸۷، سنن دارمی الصوم ۱۴ حدیث رقم:۱۷۴۷

طرح نہیں ہوں میں رات گزارتا ہوں اور اللہ کی طرف سے مجھے کھلانے اور پلانے والا مامور ہوتا ہے۔

مذکورہ حدیث میں سحری تک صوم کو ملانے کی اجازت ضرور ہے لیکن یہ صرف رخصت کی بات ہے اس میں فضیلت کی کوئی بات نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ کے رسول نے متعدد احادیث میں افطار میں جلدی کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔

۲۔ **غیبت ‘چغلی‘ جھوٹی باتیں، دھوکہ دھی وغیرہ** : ہمارے طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم صوم کی صحت کے لئے مذکورہ چیزوں کو مضر نہیں خیال کرتے حالانکہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:”من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله حاجة في ان يدع طعامه وشرابه“ (۱)

یعنی انسان اگر حالت صوم بھی جھوٹ اور اس پر عمل نہ ترک کرے تو اللہ کو اس کے بھوکے اور پیاسے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

نیز فرمایا:”كم من صائم ليس من صيامه الا الظمأ وكم من قائم ليس من قيامه الاالسهر“(۲)

کتنے صائم (روزہ دار) ہیں جن کو بجز تشنگی کچھ حاصل نہیں اور کتنے تہجد گزار ہیں جن کے تہجد سے بجز بیداری کچھ فائدہ نہیں۔

بلاشبہ مذکورہ اعمال سے صوم باطل تو نہیں ہوتا مگر صائم کے اجر وثواب میں کمی ضرور آجاتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ جب کثرت سے ان اعمال کی پرواہ نہ کی جائے تو سرے سے صوم کا اجر وثواب ہی ضائع ہوجائے۔

۳۔ **گالی گلوچ‘ بیہودہ کام اور لغو باتیں**‘لڑائی جھگڑا‘ ریڈیو اور ٹی وی کے بےہودہ اور لچر پروگرام، تاش، شطرنج، فحش ناول بےہودہ مزاق، جنسی خواہشات پر مبنی

(۱) تخریج گزر چکی ۵۴

(۲) دارمی ۶/ ۲۷ سندہ جید انظر مشکاۃ ۱/ ۶۲۶

باتیں، جہالت کے دیگر کام صوم پر اثر انداز ہوتے ہیں رسول ﷺ کا ارشاد ہے :
الصیام جنة فاذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث ولا یصخب فان سابه احد او قاتله فلیقل انی امرؤ صائم " (١)

صوم ڈھال ہے اس لئے صائم کو چاہئے کہ فحش گوئی اور بیہودہ باتیں نہ کرے اگر کوئی شخص اس سے بدزبانی کرے یا لڑنے جھگڑنے پر آمادہ ہو تو اس سے کہہ دے کہ میں صوم سے ہوں۔

نیز فرمایا:لیس الصیام من الأکل والشرب إنما الصیام من اللغو والرفث فإن سابك أحد أو جهل علیك فلتقل إنی صائم"(٢)

صوم صرف کھانا پینا چھوڑنے کا نام نہیں ہے بلکہ صوم تو لغو (ہر بے ہودہ بات) اور رفث (جنسی خواہشات پر مبنی حرکات اور کلام) سے بچنے کا نام ہے لہذا اگر کوئی تمہیں دوران صوم گالی دے یا جہالت کی باتیں کرے تو اسے کہہ دو کہ میں صوم سے ہوں۔

مذکورہ احادیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حالت صوم انسان اللہ کی عبادت میں ہوتا ہے اس لئے اسے اپنی مرضی کو بالکل اللہ کی مرضی کے تابع بنانا ہوگا اسے جھوٹ‘ فریب‘ مکر اور وہ تمام کے تمام ناپسندیدہ اعمال وافعال جو اسکی روحانی غذا یعنی صوم کے لئے مضر اور نقصان دہ ثابت ہوں ان سے لازمی طور پر اجتناب کرنا ہوگا اگر کوئی آدمی صوم رکھے اور اسے صوم سے روحانی شفاء یعنی تقوی حاصل نہ ہو اسکی شہوانی قوتوں میں اعتدال اور توازن پیدا نہ ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ اسکا صوم، صوم نہیں بلکہ فاقہ ہے اور ایسا صائم فاقہ کش ہے۔

(١) صحیح بخاری الصوم ٢ حدیث رقم ١٩٠٤، صحیح مسلم الصیام حدیث رقم: ١١٥١، سنن ابوداؤد الصیام ٢٥ ٢٣٦٣ سنن نسائی الصیام ٢٣ حدیث رقم ٢٢١٨ سنن ترمذی الصوم ٥٥ حدیث رقم ٧٦٤ سنن ابن ماجه الصیام ٢١ حدیث رقم ١٦٩١ احمد ٢/٢٣٢

(٢) المستدرک/الصوم حدیث رقم: ١٥٧٠ صحیح ابن خزیمة باب النهی عن قول الزور والعمل ٣/٢٤٢ حدیث رقم: ١٩٩٦ صحیح الترغیب ١٠٨٢

صوم رمضان کی قضاء کا بیان

مسافر کے لئے شرعی رخصت:

مسافر کے لئے شریعت کی طرف سے خصوصی اجازت ہے اس بات کی کہ وہ دوران سفر صوم نہ رکھے اور بعد میں اپنے چھوٹے ہوئے صوم کی قضا کرلے۔ چاہے صوم رکھنے کی وجہ سے اسے تکلیف پہونچتی ہو یا نہ پہونچتی ہو بایں طور کہ وہ سایہ یا پانی یا جہاز وغیرہ میں سفر کر رہا ہو اور اس کے ساتھ خادم وغیرہ کی ساری سہولتیں موجود ہوں فرمان باری تعالی ہے:وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا اَوْ عَلىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ اَيَّامٍ اُخَر (١)

اور جو بیمار یا مسافر ہوا نکے بدلے اور دنوں میں صوم رکھے۔

غور فرمائیں آیت کریمہ میں دوران سفر مسافر کے لئے صوم کی رخصت مشقت کے ساتھ مشروط نہیں ہے۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے’غزونا مع رسول الله ﷺ فی رمضان غزوتین یوم بدر والفتح فأفطرنا فیهما"(٢)

ہم نبی ﷺ کے ساتھ ماہ رمضان میں دو غزوہ میں شریک ہوئے بدر میں اور فتح مکہ میں اور دونوں میں ہم نے افطار کیا (صوم نہیں رکھا)

واضح رہے دوران سفر مسافر کے لئے صوم رکھنا بھی درست ہے

(١) البقرة ١٨٥

(٢) سنن ترمذی الصوم: ٧١٤ والحدیث له شاهد من حدیث ابی سعید الخدری رواہ ابوداؤد فی الصوم برقم: ٢٤٠٦

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں ”أن حمزة بن عمرو الأسلمی رضی الله عنه قال للنبی ﷺ أصوم فی السفر؟ وكان كثیر الصیام فقال إن شئت فصم وإن شئت فأفطر“ (۱)

حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا میں سفر میں صوم رکھ لیا کروں؟ وہ بہت زیادہ صوم رکھا کرتے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اگر تم چاہو تو سفر میں صوم رکھ لیا کرو اور اگر چاہو تو چھوڑ دو۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: كنا نغزوا مع رسول الله ﷺ فی رمضان فمنا الصائم ومنا المفطر فلا یجد الصائم علی المفطر ولا المفطر علی الصائم ثم یرون أن من وجد قوة فصام فإن ذلك حسن ویرون أن من وجد عفافأ فأفطر فإن ذلك حسن (۲)

ہم رمضان میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ میں شریک ہوا کرتے تھے تو کچھ لوگ صوم سے ہوا کرتے تھے اور کچھ بغیر صوم کے نہ صوم رکھنے والے افطار کرنے والوں کو ملامت کرتے اور نہ افطار کرنے والے صوم رکھنے والوں کو پھر لوگ یہ مناسب سمجھنے لگے کہ جس کے اندر طاقت ہو اور وہ صوم رکھ لے تو یہی بہتر ہے اور جو کمزوری محسوس کرتے ہوئے صوم نہ رکھے تو اس کے لئے یہی بہتر ہے۔

معلوم ہوا کہ دوران سفر مسافر کے لئے صوم رکھنا اور چھوڑنا دونوں جائز اور درست ہے بشرطیکہ مسافر پر صوم گراں نہ گزرے اور مشقت کا باعث نہ بنے۔

(۱) صحیح بخاری الصوم :۳۳ حدیث: ۱۹۴۳، صحیح مسلم الصیام ۱۷ حدیث رقم: ۱۱۲۱، ابو داؤد الصیام حدیث رقم ۲۴۰۲، ترمذی الصوم ۱۹ حدیث رقم: ۷۱۱ نسائی الصیام ۳۱ حدیث رقم: ۲۳۰۸ ابن ماجہ الصیام ۱۰ حدیث رقم ۱۶۶۲

(۲)، صحیح مسلم الصیام ۱۶ حدیث رقم: ۱۱۲۰، ابوداؤد الصیام حدیث رقم ۲۴۰۶، ترمذی الصوم ۱۹ حدیث رقم: ۷۱۳ نسائی الصیام ۳۱ حدیث رقم: ۲۳۱۱

مسافر کے لئے صوم رکھنا بہتر ہے یا چھوڑنا؟

علماء کے مابین اس مسئلہ میں اختلاف ہے جس کی تفصیل شرح وبسط کے ساتھ فقہ کی بڑی کتابوں میں موجود ہے یہاں پر مختصراً عرض یہ ہے کہ علماء نے مسافر کی تین حالتیں بیان کی ہیں۔

مسافر کی تین حالتیں:

۱۔ صوم نہ رکھنا مسافر کے حق میں افضل اور بہتر ہے یہ اس صورت میں ہے جب کہ دوران سفر مسافر کو کچھ بھی مشقت اور پریشانی در پیش نہ ہو کیونکہ اللہ کی طرف سے افطاری کی جو رخصت اسے ملی ہے اسے وہ قبول کر رہا ہے۔ لیکن اگر کوئی مسافر ایسا ہے جو یہ سوچتا ہے کہ ماہ رمضان کے بعد ذمہ داریاں کچھ اور بڑھ جائیں گی اور فی الحال سفر بھی اس کا ایسا ہے جس میں اس کو کوئی مشقت نہیں اٹھانی پڑ رہی ہے اس ناطے وہ قضاء کے بجائے صوم حالت سفر ہی رکھ لینا چاہتا ہے تو ایسا کرنا مسافر کے لئے جائز اور درست ہے۔

۲۔ گرمی کی شدت ہو اور ایسی صورت میں مسافر کے لئے صوم رکھنا مشکل اور افطار کرنا آسان ہو تو ایسے مسافر کے حق میں صوم رکھنا مکروہ ہے اور افطار کرنا افضل بالخصوص اگر دوران سفر بعض اعمال کی انجام دہی مقصود ہو تو افطار کرنا زیادتی اجر کا بھی باعث ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ سفر میں تھے بعض صحابہ نے صوم رکھا اور بعض نے افطار کیا، مگر افطار کرنے والے کمر بستہ رہے اور خوب محنت کی اور جنہوں نے صوم رکھا ہوا تھا وہ کمزور پڑ گئے آپ ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا: ”ذهب المفطرون الیوم بالأجر“ (۱)

افطار کرنے والے ثواب کما گئے۔

۳۔ مشقت ہو مسلسل چلنے کی وجہ سے مسافر کے لئے صوم رکھنا گراں اور دشوار ہو جائے

(۱) صحیح بخاری الجہاد والسیر :۷۱ حدیث: ۲۸۹۰، صحیح مسلم باب اجر المفطر فی السفر ۱۶ حدیث ۲۶۷۹ سنن النسائی باب فضل الإفطار فی السفر علی الصیام حدیث رقم: ۲۲۸۳ صحیح ابن خزیمة باب ذکر الدلیل علی ان الفطر حدیث ۲۰۳۲، مشکاۃ المصابیح ۱/ حدیث رقم ۲۰۲۲

ایسی صورت میں صوم رکھنا حرام ہوگا۔ نبی ﷺ سے غزوہ فتح مکہ کے موقع پر جب کچھ ایسے لوگوں کے بارے میں کہا گیا کہ وہ اب بھی صوم سے ہیں تو آپ ﷺ نے دوبار فرمایا:

"أولئك العصاة، أولئك العصاة" (۱)

یہ نافرمان لوگ ہیں، یہ نافرمان لوگ ہیں۔

صاحب تحفہ اس حدیث کی شرح کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ "نافرمان" سے ایسا شخص مراد ہے جس پر صوم گراں گزرے پھر بھی وہ صوم رکھے۔ (۲)

جمہور اہل علم کی یہی رائے ہے۔ سعودی مجلس افتاء کا بھی یہی فتوی ہے۔ (۳)

اگر کوئی مقیم صوم سے ہو پھر دن میں کسی وقت سفر کا ارادہ ہو جائے تو کیا اس کے لئے صوم توڑنا جائز ہے؟

اگر کسی نے اقامت کی حالت میں صوم شروع کیا پھر دن کے کسی حصہ میں سفر پر نکل گیا تو وہ صوم توڑ سکتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مطلق سفر کو صوم چھوڑنے کی رخصت کا سبب قرار دیا ہے، مزید برآں جب حالت سفر صلاۃ میں قصر جائز ہے تو پھر صوم میں افطار بھی جائز ہوگا۔

صحابہ کرام کا عمل بھی اس سلسلے میں واضح دلیل ہے۔ محمد بن کعب سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں أتيت في رمضان انس بن مالك وهو يريد سفرا وقد رحلت له راحلته ولبس ثياب السفرفدعا بطعام فأكل فقلت له سنة؟ فقال سنة ثم ركب (۴)

میں رمضان میں انس بن مالک کے پاس آیا وہ سفر کا ارادہ رکھتے تھے، سواری بھی تیار ہو

(۱) صحیح مسلم ۱۱۱۴، سنن نسائی ۴/ ۱۷۷ حدیث رقم: ۲۲۶۳، سنن ترمذی الصیام ۳/ ۸۹ حدیث رقم ۷۱۰ صححہ الألبانی مشکاۃ المصابیح ۱/ حدیث رقم ۲۰۲۷

(۲) تحفۃ الأحوذی ۳/ ۴۵۳

(۳) دیکھیں فتاوی اللجنۃ الدائمۃ ۱۰/ ۲۰۰

(۴) سنن ترمذی باب من اکل ثم خرج یرید سفرا حدیث رقم ۷۹۹ صححہ الألبانی

چکی تھی اور وہ کپڑا ابھی زیب تن کر چکے تھے پھر انہوں نے کھانا منگوا کر کھایا میں نے کہا: کیا یہ سنت ہے؟ انہوں نے کہا: سنت ہے پھر وہ سواری پر بیٹھ گئے۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث اس بات کے لئے واضح دلیل ہے کہ مسافر سفر پر نکلنے سے پہلے اسی جگہ صوم توڑ سکتا ہے جہاں سے وہ سفر کا ارادہ رکھتا ہو۔ (۱)

اس سلسلے میں بعض علماء احتیاط کے قائل ہیں ان کا یہ کہنا ہے کہ مسافر کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ سفر شروع کرنے سے پہلے افطار کرے کیونکہ اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ اسے کوئی معاملہ درپیش ہو جائے جس کی وجہ سے وہ اپنا سفر روک دے اس لئے ضروری ہے کہ شہر کے باہر نکلنے کے بعد ہی صوم توڑے۔ (۲)

دن میں مسافر اگر اپنے گھر پہونچ جائے تو کیا وہ بقیہ دن صائم کی طرح گزارے گا یا نہیں؟

اس سلسلے میں علماء کے مابین اختلاف ہے مگر جو بات دلائل سے قریب لگتی ہے وہ یہ کہ ایسا شخص اس مہینے کی حرمت کا خیال رکھتے ہوئے کھانے پینے سے رکا رہے اور بعد میں اس دن کے صوم کی قضاء کرے۔

مریض کے لئے شرعی رخصت:

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات وظروف اور ان کی کمزوری سے اچھی طرح واقف ہے مریض کو صوم رکھنے کی وجہ سے تکلیف پہونچ سکتی تھی، اس لئے اس نے صوم کے تعلق سے بھی اس کے لئے خاص احکام دئے اور اس کے لئے خصوصی چھوٹ مرحمت فرمائی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضاً أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ (۳)

(۱) نیل الأوطار ۴/ ۲۵۷

(۲) تفسیر قرطبی ۲/ ۲۷۸

(۳) البقرۃ/ ۱۸۴

تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی کو پورا کر لے۔

ان احکام کو بحمد اللہ اہل علم نے شرح وبسط کے ساتھ فقہ کی بڑی کتابوں میں بیان کیا ہے۔

ہم یہاں پر مختصر طور پر مریض کی تین حالتوں کا ذکر اور خصوصی حکم ذکر کریں گے تا کہ مسئلہ کو سمجھنے میں آسانی ہو سکے۔

فقہاء نے مرض کی تین قسمیں بیان کی ھیں:

١۔ایسی بیماری جس میں صوم توڑنا ضروری ہو کیونکہ صوم رکھنے کی صورت میں اس بات کا شدید خطرہ ہے کہ اسے کسی جسمانی نقصان یا اعضاء کے تلف ہونے کا خوف ہو جائے اس بات کا اندازہ اسے خود کے تجربہ یا کسی ماہر ڈاکٹر کے مشورہ سے حاصل ہو مذکورہ صورت میں مریض کے لئے افطار ضروری ہے کیونکہ ثواب کی امید سے صوم رکھنے سے بڑا مسئلہ در پیش ہے کہ وہ اپنے آپ کو جسمانی نقصان سے بچائے اگر وہ جان بوجھ کر خطرہ مول لیتا ہے تو صوم تو اس کا صحیح ہو جائے گا لیکن جسمانی نقصان پہونچنے پر وہ گنہ گار قرار پائے گا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾(١)

اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:﴿وَلَا تَقْتُلُوْآ اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا﴾(٢)

اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو یقیناً اللہ تم پر مہربان ہے۔

٢۔ایسی بیماری جس میں افطار جائز ہو مثلا اسے کوئی ایسی بیماری لاحق ہو جو جسم میں نقاہت اور کمزوری کا شدید باعث ہو مثلا (بخار) اور اس صورت میں صوم رکھنا کچھ زیادہ ہی مشقت اور تکان کا باعث ہو۔یا کہ صوم رکھنے کیوجہ سے بیماری پر کنٹرول مشکل ہو اور شفاء میں تاخیر ہو کیونکہ مریض کو دفاع کے لئے قوت درکار ہے اس لئے افطار جائز اور درست ہے لیکن اگر کوئی

(١)البقرۃ/١٩٥

(٢)النساء/٢٩

صوم رکھتا ہے تو صوم صحیح ہوگا اور وہ گناہ گار بھی نہیں ہوگا۔

٣۔عام بیماریاں مثلاً زکام، ہلکا بخار، سر میں درد وغیرہ مذکورہ حالات میں افطار درست نہیں ہے صوم رکھنا فرض ہے اس لئے کہ اسے کوئی عذر نہیں۔

افطار کی صورت میں مریض پر مرتب ہونے والے اثرات:

علماء نے اس سلسلے میں تین حالتیں ذکر کی ہیں جس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

١۔قضاء واجب ہوگی: یہ اس صورت میں ہوگا جب کسی مریض نے کسی ایسی بیماری میں صوم توڑا ہو جو وقتی اور قابل علاج ہو اور اس سے جلد ہی شفاء کی امید ہو۔

٢۔ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا جائے اس پر قضاء واجب نہیں۔ یہ اس صورت میں ہوگا جب کسی مریض نے دن کے کسی حصہ میں ایسی بیماری لاحق ہو جانے کی وجہ سے صوم توڑا ہو جو بیماری دائمی ہو اور اس سے شفایابی کی امید نہ ہو۔

٣۔قضاء صوم کے ساتھ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا بھی کھلائے اور یہ اس صورت میں ممکن ہے جب کوئی شخص عذر شرعی کی بنیاد پر دن کے کسی حصہ میں صوم توڑ دے اور پھر اس کی قضاء نہ کرے باوجودیکہ وہ ٹھیک ٹھاک ہو یہاں تک کہ دوسرا رمضان آ جائے۔

حاملہ اور مرضعہ کے لئے شرعی رخصت:

حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کا حکم مریض جیسا ہے اگر ان کے لئے صوم رکھنا مشقت اور پریشانی کا باعث ہو تو ان کے لئے شریعت میں اس بات کی گنجائش ہے کہ وہ صوم نہ رکھیں لیکن جب حاملہ کو وضع حمل کے بعد صوم رکھنے کی طاقت ہو جائے اور مرضعہ کو جب دودھ خشک ہونے کا خوف زائل ہو جائے تو چھوٹے ہوئے صوم کی قضاء کر لیں۔انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (جو بنی قشیر کے برادران بنی عبداللہ بن کعب کے ایک فرد ہیں) وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إن اللہ وضع عن المسافر الصوم و شطر

الصلاۃوعن المرضع والحبلیٰ الصوم" (۱)

بے شک اللہ نے مسافر شخص سے صوم اور نصف صلاۃ اور حاملہ' اور دودھ پلانے والی عورت سے پورا صوم معاف کر رکھا ہے۔

حدیث کا مفہوم یہ بتا رہا ہے کہ حاملہ اور مرضعہ پر بھی صوم واجب ہے البتہ ان کے لئے چھوٹ اس بات کی ہے کہ وہ بعد میں قضاء کرلیں جس طرح مریض شفا پانے کے بعد چھوٹے ہوئے صوم کی قضاء کرتا ہے۔

رہ گئی بات قضا کرنے کے ساتھ کھانا کھلانے کی تو اس سلسلے میں کوئی واضح دلیل کتاب وسنت میں نہیں ملتی۔(۲)

اس کے برخلاف علماء کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ اگر دودھ پلانے والی عورت اور حاملہ کو صوم سے اپنی ذات یا اپنے بچے پر خطرہ محسوس ہو تو ایسی صورت میں دونوں افطار کریں گی اور صرف کھانا کھلائیں گی قضاء ان کے لئے ضروری نہیں۔ان کی دلیل حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا ایک اثر۔ نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حاملہ عورت کے بارے میں سوال کیا گیا جب کہ اسے اپنے بچے پر خوف ہو تو آپ نے فرمایا: افطار کرے گی اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو ایک مد گیہوں کھلائے گی (۳)

ایک مد سوا پیالے کے برابر ہوتا ہے جس کی مقدار چھ سو پچیس گرام ہوگی۔

واضح رہے اگر حمل یا دودھ پلانے کی حالت میں صوم رکھنے سے ضرر اور مشقت نہ ہو تو صوم رکھنا افضل ہے۔

(۱) ابوداؤد الصیام:۴۳ حدیث: ۲۴۰۸' نسائی الصوم ۲۸ حدیث ۲۲۷۶' ترمذی ۷۱۵ ابن ماجہ ۱۶۶۷ مسند احمد (۴/۳۴۷،۵/۲۹)(حسن صحیح)

(۲) تفصیل کے لئے دیکھیں فتاوی اللجنۃ الدائمۃ ۱۰/۲۲۰' الشرح الممتع ۶/۳۶۲ فتاوی الصیام لابن عثیمین ص:۵۹

(۳) مؤطا مالک الصیام:۱۸ باب فدیۃ من أفطر فی رمضان من علۃ ۱۹ حدیث:۵۱

حائضہ اور نفاس والی عورت کے لئے شرعی رخصت:

حائضہ اور نفاس والی عورت ماہ رمضان میں اپنے خصوصی ایام کے دوران صوم نہیں رکھے گی لیکن بعد میں قضاء کرے گی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا:"أليس إذا حاضت لم تصل ولم تصم؟فذلك نقصان دينها"(۱)

کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت حائضہ ہوتی ہے تو نہ صلاۃ پڑھتی ہے اور نہ صوم رکھتی ہے یہی اس کے دین کا نقصان ہے۔

معاذۃ بنت عبداللہ العدویۃ سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے دریافت کیا کہ آخر کیا وجہ ہے حائضہ عورت صوم کی تو قضاء کرتی ہے لیکن صلاۃ کی قضاء نہیں کرتی ؟ انہوں نے کہا کہ کیا تو حروریۃ ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں حروریۃ (بدعتی فرقہ میں سے) نہیں ہوں بس آپ سے مسأله دریافت ہے انہوں نے عرض کیا"كان يصيبنا ذلك فنؤمر بقضاء الصوم ولا نؤمر بقضاء الصلاة"(۲)

ہمیں جب حیض آجاتا تھا تو صوم کی قضاء کا حکم دیا جاتا تھا لیکن صلاۃ کی قضاء کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔

مذکورہ حدیث اس بات کے لئے واضح دلیل ہے کہ حائضہ اور نفاس والی عورت اپنے خصوصی ایام کے دوران ماہ رمضان کا صوم نہیں رکھے گی اور بعد میں اپنے چھوٹے ہوئے صوم کی قضاء کرے گی۔(۳)

(۱)(صحیح بخاری الصوم:۴۱ حدیث رقم :۱۹۵۱ باب الحائض تترک الصوم والصلاۃ ، مشکاۃ المصابیح حدیث رقم:۱۹ وانظر ارواء الغلیل حدیث رقم ۹۲۴

(۲) صحیح بخاری الحیض ۲۰ حدیث رقم:۳۳۵ صحیح مسلم الحیض ۱۵ حدیث ۳۳۵ سنن ابوداؤد الطہارۃ ۱۰۵ حدیث رقم:۲۶۲ ترمذی الطہارۃ ۹۷ حدیث ۱۳۰

(۳) دیکھیں فتاوی اللجنۃ الدائمۃ ۱۰/۱۵۶

حائضہ عورت کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ اپنی عادت پر قائم رہے مانع حمل گولیوں کا استعمال نہ کرے کیونکہ یہ امہات المؤمنین اور سلف صالحین کی نیک بیبیوں کی جو عادت شریفہ تھی اس کے خلاف ہے۔ مزید براں طبی اعتبار سے بھی دیکھا جائے تو اس کے عواقب اور انجام عورت کے لئے جسمانی طور پرٹھیک نہیں دیکھے گئے ہیں بالخصوص ماہر اطباء کی رائے کے مطابق عورت کے رحم پر اس کے غلط اثرات مرتب ہوتے ہیں۔(۱)

بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت کے لئے شرعی رخصت:

ایسے عمر رسیدہ اشخاص جن کی قوت ختم ہو چکی ہو اور دن بدن کم ہوتی جارہی ہو اور انہیں صوم رکھنے کی صورت میں انتہائی کمزوری لاحق ہوجانے کا اندیشہ ہو اور پھر اس کی وجہ سے اٹھنا بیٹھنا مشکل ہوجائے تو ان کے لئے اجازت ہے کہ صوم نہ رکھیں اور ہر صوم کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔ اللہ تعالی کے قول ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهُ﴾ کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ آیت منسوخ نہیں ہے' اس آیت میں بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت کے لئے جب کہ وہ صوم کی طاقت نہ رکھتے ہوں رخصت ہے کہ وہ افطار کریں اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائیں۔(۲)

خادم رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب بوڑھے ہوگئے اور صوم رکھنے میں مشقت ہونے لگی تو افطار کرتے تھے اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلاتے تھے(۳)

اگر کوئی شخص اتنا بوڑھا ہو چکا ہو کہ وہ بے ہوش وحواس بستر پر پڑا ہو تو ایسی صورت میں اس پر یا اس کے اہل خانہ پر کوئی چیز بھی واجب نہیں کیونکہ وہ اب مکلّف نہیں رہا۔(۴)

(۱) تفصیل کے لئے دیکھیں أحادیث الصیام أحکام وآداب للشیخ عبداللہ بن صالح الفوزان ۱۲۲' ۱۲۳

(۲) صحیح بخاری التفسیر: ۲۱ حدیث: ۴۵۰۵' مستدرک حاکم/ الصوم حدیث ۱۶۰۷ دار قطنی ۲/ ۲۰۵، بیہقی ۴/ ۲۷۰۔ سعودی مجلس افتاء کا بھی یہی فتوی ہے۔ دیکھیں فتاوی اللجنۃ الدائمۃ ۱۰/ ۱۶۰

(۳) بخاری تعلیقا

(۴) مجالس شہر رمضان ص ۲۸

شدید بھوک پیاس کی صورت میں شرعی رخصت:

اگر کسی شخص کو شدید بھوک پیاس لگ جائے جس سے ہلاکت کا اندیشہ ہو یا کسی جسمانی نقصان یا اعضاء کے تلف ہونے کا خوف ہوجائے تو ایسی صورت میں افطار کرلے گا اور اس کے بدلے بعد میں ایک دن کی قضاء کرے گا کیونکہ جان کی حفاظت ہر حال میں ضروری ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ (۱)
اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔

میت کے چھوٹے ہوئے صوم کی قضاء کا حکم:

اگر کوئی شخص ماہ رمضان کے دوران مرجائے تو اس کے ذمہ یا اس کے ورثہ کے ذمہ رمضان کے باقی ماندہ دنوں کی ذمہ داری نہیں ہے البتہ اگر کسی بیمار پر رمضان گزر جائے پھر وہ مرجائے تو اس مسئلہ میں تفصیلات درج ذیل ہیں:

اگر رمضان کے بعد مریض کی بیماری یا مسافر کا سفر قائم رہا اور ان کو قضاء کا موقعہ نہیں ملا اور اسی بیماری یا اسی سفر میں ان کا انتقال ہوگیا تو ان کے اولیاء کے ذمہ ان کے چھوٹے ہوئے صوم کی قضاء نہیں ہے اور نہ ہی فدیہ ہے کیونکہ شرعا دونوں معذور تھے۔

اگر کوئی مسلمان ماہ رمضان کے بعد صحت یاب ہوگیا یا مرض میں اتنی تخفیف ہوگئی کہ وہ صوم رکھ سکے۔ لیکن اس نے قضاء نہیں رکھی پھر بیمار ہوکر مرگیا۔ یا مسافر کو سفر ختم ہوجانے کے بعد صوم کی قضاء کا موقعہ ملا لیکن اس نے قضاء نہیں رکھی اور قضاء سے پہلے کسی بیماری یا حادثہ میں انتقال کرگیا تو ان دونوں کے چھوٹے ہوئے صوم کی قضاء ان کے اولیاء کے ذمہ ہے ارشاد نبوی ہے "من مات وعلیه صیام صام عنه ولیه" (۲)

(۱) البقرۃ ۱۹۵

(۲) صحیح بخاری الصوم: ۴۲ حدیث ۱۹۵۲، صحیح مسلم الصیام ۲۷ حدیث رقم: ۱۱۴۷، ابوداؤد الصیام ۴۱ حدیث رقم: ۲۴۰۰ حم ۶/ ۶۹ دار قطنی ۲/ ۱۹۴

جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ فرض صوم رکھنے باقی ہوں تو اس کا وارث اس کی طرف سے قضاء صوم رکھے گا۔

مذکورہ حدیث صحیح ہے اور واضح طور پر اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ میت کی طرف سے اس کے ولی کے لئے فرض صوم کی قضاء میں نیابت درست ہے۔

اس سلسلے میں بعض علماء کا موقف یہ ہے کہ وارث پر کسی بھی حال میت کے چھوٹے ہوئے صوم کی قضاء واجب نہیں، ورثاء میت کی طرف سے صرف فدیہ دینے کے مجاز ہونگے انہوں نے حدیث مذکور کو نذر کے صوم پر محمول کیا ہے۔

نیز حضرت عمرۃ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک روایت سے استدلال کیا ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ ان کی والدہ فوت ہوگئیں اور ان کے ذمہ ماہ رمضان کے صوم تھے تو انہوں نے حضرت عائشہ سے دریافت کیا کہ کیا میں اپنی والدہ کی طرف سے صوم کی قضا کر دوں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ ہر دن کے بدلہ نصف صاع (کھجور، گیہوں، چاول یا دوسرے غلہ جات) ایک مسکین کو صدقہ کرو۔(۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا ''من مات وعليه صيام أطعم عنه مكان كل يوم مسكينا ''(۲)

اگر کوئی شخص اس حال میں وفات پائے کہ اس کے ذمہ صوم رکھنے باقی ہوں تو اس کی طرف سے ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا جائے۔

اس روایت کے بارے میں علامہ نووی رحمہ اللہ وغیرہم فرماتے ہیں کہ ثابت نہیں ہے اور جب روایت ثابت نہیں تو پھر استدلال بھی درست نہیں ہوگا۔(۳)

میت کی طرف سے نذر کے صوم رکھنے کا حکم:

اگر میت کے ذمہ نذر کے صوم رکھنے باقی ہوں تو اس کے وارث کو چاہئے کہ اس کی طرف

(۱) احکام الجنائز للألبانی ۱۷۰

(۲) ضعیف ترمذی ۳/۹۶ حدیث رقم: ۷۱۸ ضعیف ابن ماجہ الصیام حدیث رقم: ۳۸۹

(۳) شرح مسلم للنووی ۴/۲۷۹

سے نذر کے صوم پورا کرے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں ''جاءت امرأة إلى رسول الله ﷺ فقالت يا رسول الله إن أمي ماتت وعليها صوم نذر أفأصوم عنها؟ قال أرأيت لو كان على أمك دين فقضيتيه أكان يؤدي ذلك عنها؟ قالت نعم، قال: فصومي عن أمك''(۱)

رسول ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول! میری والدہ فوت ہوگئی ہے اور اس کے ذمہ نذر کے صوم رکھنے باقی ہیں کیا میں اس کی طرف سے نذر کے صوم پورا کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے بتلاؤ اگر تمہاری والدہ پر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا کرتی؟ اس نے کہا ہاں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی طرف سے صوم بھی ادا کر دو۔

اس سلسلے کہ ایک اور روایت حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں، أن امرأة ركبت البحر فنذرت إن نجاها الله أن تصوم شهرا فنجاها الله فلم تصم حتى ماتت فجائت ابنتها أو أختها إلى رسول الله ﷺ فأمرها أن تصوم عنها (۲)

ایک عورت بحری سفر پر نکلی اس نے نذر مانی کہ اگر وہ بخیریت پہونچ گئی تو وہ مہینے بھر کا صوم رکھے گی اللہ تعالیٰ نے اسے بخیریت پہونچا دیا مگر صوم نہ رکھ پائی تھی کہ موت آگئی، تو اس کی بیٹی یہ بہن رسول ﷺ کے پاس آئی تو آپ ﷺ نے اسے اس (میت) کی جانب سے صوم رکھنے کا حکم دیا۔

ابن قدامہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: میت کی طرف سے نذر کا صوم اس کا ولی رکھے گا۔(۳)

(۱) صحیح مسلم النذر ا حدیث رقم: ۱۶۳۸، سنن ابو داؤد کتاب الأیمان والنذور ۲۵ حدیث رقم: ۳۳۰۷ نسائی الوصایا ۸ (۳۶۸۸) ابن ماجہ الکفارات ۱۹ حدیث رقم: ۲۱۲۳

(۲) سنن ابو داؤد کتاب الأیمان والنذور ۲۵ حدیث رقم: ۳۳۰۸، سنن نسائی ۳۳ حدیث رقم: ۳۸۴۸، ابن خزیمہ ۴/۲۰۵، حم ۱/۲۱۶

(۳) المغنی لابن قدامہ ۴/۳۹۹

کیا رمضان کے صوم کی قضا فوراً ضروری ہے؟

صوم رمضان کی قضا فوری طور پر مکلّف پر واجب نہیں ہے جس وقت بھی آدمی کو فرصت ملے صوم رکھ لے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں: ٍ كان يكون علي الصوم فما أستطيع أن أقضي إلا في شعبان ٍ (۱)

مجھ پر رمضان کے صوم باقی رہتے اور میں شعبان سے پہلے ان کی قضا کے لئے موقع نہ پاتی۔

دراصل ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لگی رہتی تھیں اور جب آپ ﷺ شعبان کے مہینے میں کثرت سے نفلی صوم رکھتے تو موقع پا کر ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صوم رمضان کی قضا کرلیتی تھیں۔

رمضان کی قضا پے درپے صوم کے ساتھ یا الگ الگ؟

ماہ رمضان کے چھوٹے ہوئے صوم کی قضاء کے لئے تواتر ضروری نہیں ہے وقفے وقفے سے بھی وہ پورے کئے جاسکتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے "لا باس أن يفرق لقول الله تعالى "فعدة من أيام أخر"(۲)

رمضان کی قضاء اگر الگ الگ صوم رکھ کر دی جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرلو۔

اب آدمی کو اختیار ہے کہ اگلا رمضان آنے سے پہلے چاہے تو مسلسل اور چاہے تو وقفے وقفے سے ماہ رمضان کے چھوٹے ہوئے صوم رکھ لے۔

(۱) صحیح بخاری الصوم ۴۰ حدیث رقم: ۱۹۵۰ صحیح مسلم الصیام ۲۶ حدیث رقم: ۱۱۴۶، سنن ابو داؤد الصیام ۴۰ حدیث رقم ۲۳۹۹ سنن نسائی الصیام ۳۶ حدیث رقم ۲۳۲۱ سنن ابن ماجہ الصیام ۱۳ حدیث رقم: ۱۶۶۹، حم ۱۲۴/۶، تمام المنۃ ۴۲۲ ص

(۲) بخاری تعلیقا الصوم: ۴۰ قبل الحدیث: ۱۹۵۰

رمضان کے صوم کی قضا میں دوسرے رمضان کے بعد تک تاخیر کرنا کیسا ہے؟

اس کی دو صورتیں ہیں:

۱۔ عذر شرعی کی بنیاد پر ایک شخص صوم کی قضاء میں تاخیر کرتا رہا یہاں تک کہ دوسرا رمضان آگیا ایسی صورت میں وہ پہلے موجودہ رمضان کے صوم رکھے اور پھر چھوٹے ہوئے صوم کی قضاء کرلے اور اس پر کوئی فدیہ وغیرہ نہیں ہے۔

۲۔ بلا کسی معقول عذر کے تاخیر کرتا رہا یہاں تک کہ پورا سال گزر گیا اور دوسرا رمضان آگیا قضا صوم نہ کرسکا مذکورہ صورت میں وہ گنہگار ہوگا' اسے موجودہ رمضان کے صوم رکھنے کے بعد گزشتہ رمضان کی قضاء کے ساتھ روزآنہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک اثر سے اس موقف کی تائید ہوتی ہے "عن ابى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه فى رجل مرض فى رمضان فافطر ثم صح ولم يصم حتىٰ ادركه رمضان آخر قال: يصوم الذى ادركه ثم يصوم الشهر الذى افطر فيه ويطعم كل يوم مسكينا " (۱)

جو شخص بیماری کی وجہ سے صوم نہ رکھ سکا پھر تندرست ہونے کے بعد بھی اگلے رمضان تک صوم نہ رکھ سکا تو وہ موجودہ رمضان کے صوم رکھے بعد میں قضاء صوم رکھے اور روزآنہ ایک محتاج کو کھانا کھلائے۔

اس سلسلے میں بعض علماء کا خیال یہ ہے کہ رمضان کی قضاء کے ساتھ روزآنہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا استحبابی ہے نہ کہ وجوبی اور یہی صحیح ہے کیونکہ قرآن کا عموم یہی بتا رہا ہے کہ دوسرے دنوں میں قضا صوم ضروری ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہیں اور اقوال صحابہ کو استحباب پر محمول کرلیا جائے۔(۲)

(۱) دار قطنی ۱۹۶/۲ باب القبلۃ للصائم حدیث رقم: ۸۷

(۲) تفصیل کے لئے دیکھیں الشرح الممتع ۴۵۱/۶

رمضان المبارک کے خصوصی اعمال وعبادات

۱۔ **صیام**: اس ماہ مبارک کی سب سے اہم اور عظیم عبادت صوم ہے اوراس کے بارے میں قدرے تفصیل گذر چکی ہے۔

۲۔ **تراویح**: اس ماہ مبارک کی دوسری اہم ترین عبادت صلاۃ تراویح ہے، تراویح: یہ ترویحہ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں آرام کرنا' ستانا، اس نفلی صلاۃ میں قرات لمبی ہونے کے ناطے قیام دیر تک کرنا پڑتا ہے اس ناطے صحابہ کرام چار رکعت کے بعد تھوڑی دیر کے لئے آرام کر لیتے تھے اس طور پر اس نفلی عبادت کا نام قیام رمضان سے تراویح پڑ گیا (۱)

صلاۃ تراویح، قیام رمضان، قیام اللیل، صلاۃ اللیل اور تہجد:

تہجد، تراویح اور قیام اللیل، صلاۃ اللیل قیام رمضان ایک ہی صلاۃ کے مختلف نام ہیں سال کے گیارہ مہینوں میں جو صلاۃ دوسرے تین ناموں سے پڑھی جاتی ہے اسے ہی ماہ رمضان میں تراویح یا قیام رمضان کے نام سے ادا کیا جاتا ہے۔

اس بات کی تائید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی متفق علیہ حدیث سے ہوتی ہے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رمضان میں (رات کی) صلاۃ (تراویح) کیسی ہوتی تھی؟ تو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "ما كان النبي ﷺ يزيد في رمضان ولا في غيره على إحدى عشرة ركعة" (۲)

رمضان اور غیر رمضان میں نبی ﷺ رات کی صلاۃ گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔

(۱) فتح الباری ۴/۲۹۴ سنن بیہقی

(۲) صحیح بخاری/التہجد ۱۶ (۱۱۴۷)، والتراویح ۱ (۲۰۱۳)، والمناقب ۲۴ (۳۵۶۹)' صحیح مسلم المسافرین ۱۷ حدیث رقم: ۷۳۸' ابو داؤد الصلاۃ ۳۱۶ حدیث رقم: (۱۳۴۱) نسائی کتاب قیام اللیل باب وقت الوتر ۱/۲۱۰ ترمذی/الصلاۃ ۲۰۹ (۴۳۹)، موطا/صلاۃ اللیل ۲ (۹)، حم (۶/۳۶، ۷۳، ۱۰۴

غور فرمائیں ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے صرف قیام رمضان سے متعلق سوال کیا تھا جس کو مروجہ اصطلاح کے رو سے تراویح کہتے ہیں تہجد کی صلاۃ کے بارے میں ابوسلمہ نے دریافت ہی نہیں کیا تھا لیکن ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں اس بات کی وضاحت فرما دی کہ رمضان اور غیر رمضان میں مسنون تعداد گیارہ رکعت ہے۔

امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تہجد اور تراویح دونوں کو ایک ہی سمجھتے تھے اور لوگ رات کے پہلے حصہ میں تراویح پڑھتے تھے جبکہ وہ رات کے آخری حصہ میں تراویح پڑھا کرتے تھے۔

انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے امام محمد بن نصر مروزی سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ متعدد علماء سے بھی یہ بات منقول ہے کہ وہ ایک ایسے شخص کو جس نے صلاۃ تراویح پڑھ لی ہو تہجد پڑھنے سے منع کرتے تھے۔

مزید لکھتے ہیں لم يثبت في رواية من الروايات أنه عليه السلام صلى التراويح والتهجد علحدة في رمضان (۱)

کسی ایک روایت میں بھی یہ بات ثابت نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے رمضان میں تراویح اور تہجد علیحدہ علیحدہ پڑھے ہوں۔

صلاۃ تراویح کا حکم:

صلاۃ تراویح سنت ہے اور یہ امت کا اجماعی مسئلہ ہے۔

صلاۃ تراویح کی فضیلت:

قرب الٰہی کے حصول کے لئے جتنی بھی تگ ودو کی جائے وہ کم ہے کیونکہ ایک مؤمن کی زندگی کا دراصل یہی مقصد ہے کہ اس کا رب اس سے خوش ہو جائے اور آخرت کی ابدی سعادت سے وہ بہرہ ور ہو سکے۔

اس سلسلے میں ایک بہترین ذریعہ قیام اللیل ہے جس کے بارے میں رسول ﷺ کا یہ واضح

(۱) تفصیل کے لئے دیکھیں فیض الباری ۲/۴۲۰ والعرف الشذی شرح الترمذی ۱/۱۶۶)

ارشاد ہے:"من قام رمضان إيمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه"(۱)

جس شخص نے ماہ رمضان المبارک میں ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے قیام اللیل میں شرکت کی تو اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کردئے جائیں گے۔

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں قیام رمضان سے مراد صلاۃ تراویح ہے اور اس کے استحباب پر علماء کا اتفاق ہے۔(۲)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری حدیث مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:"افضل الصلاة بعد الفريضة قيام الليل"(۳)

فرض صلاۃ کے بعد افضل صلاۃ قیام اللیل ہے۔

یہی صلاۃ جب ماہ رمضان میں ادا کی جاتی ہے تو قیام رمضان اور عام لوگوں کے نزدیک تراویح وغیرہ کہلاتی ہے۔

قیام اللیل کا تقاضا ذکر واستغفار کی کثرت اور ذوق وشوق سے عبادت اور یاد الٰہی میں انہماک واستغراق ہے' رات کی تنہائی میں اللہ کے حضور دست بستہ کھڑے ہونے اور تضرع اور انکساری کے ساتھ گڑگڑانے سے بندہ اپنے رب کی نگاہ میں محبوب بن جاتا ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:"عليكم بقيام الليل فإنه دأب الصالحين قبلكم وقربة إلى الله عز وجل ومكفرة للسيئات ومنهاة عن الإثم"(۴)

(۱) تخریج گزر چکی ۳۶

(۲) شرح مسلم ۲/ ۳۹ حدیث رقم: ۷۵۹ تفصیل کے لئے دیکھیں توضیح الأحکام ۲/ ۲۰۲

(۳) صحیح بخاری الوتر ۳ حدیث: ۱۱۲۳ صحیح مسلم: الصیام ۳۸ حدیث: ۱۱۶۳ ۱۱۵۷ ابو داؤد الصوم: ۵۵ حدیث: ۲۴۲۹ ترمذی الصلاۃ ۲۰۷ حدیث: ۴۳۸ نسائی/ قیام اللیل ۶ (۱۶۱۴)، ابن ماجہ/ الصیام ۴۳ (۱۷۴۲)، مسند احمد (۲/ ۳۰۲، ۳۲۹، ۳۴۲، ۳۴۴، ۵۳۵) (صحیح)

(۴) مستدرک ۱/ ۴۵۱ حدیث ۱۱۵۶ باب صلاۃ التطوع صحیح ابن خزیمۃ ۲/ ۱۷۶ حدیث ۱۱۵۳ شعب الإیمان ۳/ ۱۲۷ حدیث ۳۰۸۹ سنن ترمذی قیام اللیل باب فی دعاء النبی ﷺ حدیث ۳۵۴۹ واسنادہ حسن)

قیام اللیل کو لازم پکڑو کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک اور صالح لوگوں کا طریقہ رہا ہے۔اور یہ تقرب الی اللہ' خطاؤں کا کفارہ اور گناہوں سے محفوظ رہنے کا ذریعہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری حدیث مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:شرف المؤمن صلاته بالليل وعزه استغنائه عما في أيدي الناس"(۱)

مومن کی بزرگی قیام اللیل میں ہے اور عزت لوگوں سے استغناء میں ہے۔

صلاۃ تراویح کا وقت:

صلاۃ تراویح کا وقت صلاۃ عشاء کے بعد سے لے کر طلوع فجر تک ہے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں"كان رسول الله ﷺ يصلي فيما بين أن يفرغ من صلاة العشاء إلى الفجر إحدى عشرة ركعة يسلم بين كل ركعتين ويوتر بواحدة"(۲)

رسول ﷺ صلاۃ عشاء سے فارغ ہونے کے بعد فجر کی پو پھٹنے تک گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے' ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے اور پھر آخر میں ایک رکعت وتر ادا فرماتے۔

ابو بصرۃ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:إن الله زادكم صلاة وهي الوتر فصلوه بين صلاة العشاء إلى صلاة الفجر" (۳)

اللہ تعالی نے تمہارے لئے ایک صلاۃ زیادہ کر دی ہے اور وہ وتر (تراویح) ہے اس کو عشاء اور فجر کے مابین پڑھو۔

(۱) مستدرک حاکم ۴/ ۳۶۰ کتاب الرقاق ۷۹۲۱ شعب الإیمان ۷/ ۳۴۹ حدیث ۱۰۵۴۱ صحیح الجامع حدیث رقم: ۳۷۱۰ وقد حسنہ الألبانی

(۲) صحیح مسلم المسافرین ۱۷ حدیث: ۷۳۶ ' ابو داؤد ۳۱۶ حدیث: ۱۳۳۶ ابن ماجہ إقامۃ الصلاۃ ۱۸۱ (۱۳۵۸)، مسند احمد ۶/ ۷۴، ۱۴۳، ۲۱۵

(۳) حم ۱۱/ ۵۱۶ حدیث ۶۹۱۹ صحیح الجامع حدیث: ۱۷۷۲ قیام رمضان للألبانی حدیث رقم ۱۰ وصححہ

تاہم افضل وقت رات کا آخری حصہ ہے جیسا کہ ایک حدیث میں اس کی وضاحت ہے"فإن صلاة آخر الليل مشهودة وذلك أفضل" (۱)

بلاشبہ رات کے آخری حصہ کی صلاۃ میں فرشتوں کو حاضر کیا جاتا ہے اور وہی افضل ہے۔

صلاۃ تراویح کی رکعتوں کی تعداد:

صلاۃ تراویح کی مسنون تعداد گیارہ رکعت ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مشہور ترین حدیث کے مطابق آپ ﷺ کی عادت شریفہ کا ذکر یہی ملتا ہے۔ کان النبی ﷺ یصلی من اللیل إحدیٰ عشرة رکعة یسلم من کل إثنین ویوتر بواحدة (۲)

نبی ﷺ رات کو دو دو رکعتیں کر کے دس رکعات پڑھا کرتے تھے اور آخر میں ایک رکعت وتر پڑھتے تھے۔

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رمضان میں (رات کی) صلاۃ (تراویح) کیسی ہوتی تھی؟ تو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:"ما کان النبی ﷺ یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی إحدی عشرة رکعة"(۳)

رمضان اور غیر رمضان میں نبی ﷺ رات کی صلاۃ گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔

اس مفہوم کی تائید حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے "عن جابر قال صل بنا رسول اللہ ﷺ فی رمضان ثمان رکعات ثم أوتر" (۴)

حضرت جابر سے روایت ہے رمضان المبارک میں ہمیں رسول ﷺ نے آٹھ رکعات

(۱) صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا باب من خاف ان لا یقوم من حدیث:۱۸۰۲

(۲) متفق علیہ وانظر مشکاۃ المصابیح ج ۱ حدیث ۱۱۸۸ سنن ابوداؤد قیام اللیل ۳۱۶ حدیث ۱۳۳۶، سنن نسائی الأذان ۴۱ حدیث ۶۸۶ السنن الصغری ۱/ ۲۴۸ باب جواز الوتر رکعة واحدة حدیث ۷۷۸

(۳) تخریج گزر چکی

(۴) ابن حبان ۲۶۰۷ ابن خزیمہ صلاۃ التراویح للألبانی ۱۰۰ سند کے لحاظ سے یہ روایت صحیح ہے۔

تراویح اور اس کے بعد وتر پڑھائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک سرکاری فرمان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے"عن السائب بن یزید انه قال امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب وتمیم الداری أن یقوما للناس باحدی عشرة رکعة(۱)

اس حدیث کی سند قوی ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

سائب بن یزید کا بیان ہے کہ عمر بن الخطاب نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ وہ دونوں لوگوں کو گیارہ رکعت تراویح پڑھائیں۔

معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت ابی اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہما کو سنت صحیحہ کے مطابق لوگوں کو باجماعت گیارہ رکعت ہی تراویح پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

سائب بن یزید کی اس روایت سے متعلق امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"والذی أخذ به نفسی فی قیام شهر رمضان الذی جمع عمر علیه الناس احدی عشرة رکعة بالوتر وهی صلاة رسول الله ﷺ ولا أدری من أحدث هذا الرکوع الکثیر (۲)

تراویح کے بارے میں میں نے اپنے لئے وہی راستہ اختیار کیا جس کا حضرت عمر نے حکم دیا تھا یعنی گیارہ رکعت تراویح اور تین وتر یہی طریقہ رسول ﷺ کا تھا مجھے پتہ نہیں کہ لوگوں نے یہ بہت سی رکعتیں کہاں سے نکال لی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ایک روایت بیس رکعات تراویح کے تعلق سے بھی منسوب کی جاتی ہے لیکن یہ روایت شاذ اور ضعیف ہے اور ثقہ راویوں کی اس روایت کے خلاف ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ یہ (۱۱) رکعات تھیں اور ان کے پڑھانے کا حکم عمر رضی اللہ

(۱) المؤطا ۹۲

(۲) التحفة ۳/ ۵۲۳ کتاب الحوادث والبدع علیہ ص ۵۶ کتاب التہجد حدیث رقم: ۸۹۰ ص ۱۷۶

عنہ نے دیا تھا۔اس میں ایک راوی یزید بن رومان ہے جس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں دیکھا ہے۔

اصول حدیث کا یہ مشہور قاعدہ ہے کہ شاذ روایت اگر صحیح بھی ہو جائے تو اس کے بالمقابل ثقات کی روایت کو لینا اور اس پر عمل کرنا اولیٰ اور بہتر ہے کیونکہ یہ عدد میں سنت نبویہ کے مطابق ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سرکاری فرمان سے متعلق علامہ البانی رحمہ اللہ نے سیر حاصل بحث کی ہے اس کی طرف رجوع کرلیا جائے۔

تراویح کی تعداد کے تعلق سے امام محمد رحمہ اللہ جو کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد رشید ہیں انہوں نے اپنی کتاب موطا امام محمد میں باب باندھا ہے "باب قيام شهر رمضان"

اس باب کے تحت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی حدیث ذکر کی ہے ''رمضان اور غیر رمضان میں نبی ﷺ رات کی صلاۃ گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے'' اس کے بعد لکھتے ہیں" وبهذا كله ناخذ "یعنی ہم اس کو بھی مانتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں'(۱)

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امام محمد کے نزدیک گیارہ رکعت تراویح مع وتر ہی سنت نبوی ہے۔

صلاۃ تراویح کی مسنون تعداد گیارہ رکعت ہے اس کا اعتراف اکابر علماء احناف نے بھی کیا ہے۔

چنانچہ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:,,فتحصل من هذا كله أن قيام رمضان سنة إحدىٰ عشرة بالوتر فی جماعة فعله عليه الصلاة والسلام''(۲)

اس سب کا حاصل یہ ہے کہ قیام رمضان (تراویح) گیارہ رکعات مع وتر جماعت کے

(۱) ص ۱۳۸

(۲) مرعاۃ المفاتیح ۳/۳۸۲

ساتھ سنت ہے یہ آپ ﷺ کا عمل ہے۔

خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی لکھتے ہیں کہ ''اور سنت مؤکدہ ہونا تراویح کا آٹھ رکعات تو بالاتفاق ہے''(۱)

ان کے علاوہ دیگر اکابرین احناف مثلاً عینی، زیلعی، عبدالحئ لکھنوی وغیرہم نے کیا ہے۔

اب رہا مسئلہ غیر مسنون رکعتوں کے جواز کا تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ کوئی شخص اگر سنت رسول کے بجائے نفلی عبادت سمجھ کر مزید پڑھنا چاہتا ہے تو یقیناً یہ جائز ہے لیکن پھر بیس کی حد بندی نہیں ہونی چاہئے، جو جتنی چاہے پڑھے کیونکہ تخصیص کے ساتھ بیس رکعت تراویح کی سنیت کے سلسلے میں پیش کی جانے والی تمام روایات ضعیف ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ بات صحیح نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے صلاۃ تراویح بیس رکعت ادا کی تھی اور اس ضمن میں جو حدیث پیش کی جاتی ہے وہ شدید قسم کی ضعیف ہے۔(۱)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وأما عشرون ركعة فهو عنه عليه السلام بسند ضعيف وعلىٰ ضعفه اتفاق (۲)

اور جو بیس رکعت ہیں تو وہ آپ ﷺ سے ضعیف سند کے ساتھ مروی ہیں اور اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔

باجماعت صلاۃ تراویح کی مشروعیت:

رمضان المبارک میں تراویح باجماعت مشروع ہے بلکہ صلاۃ باجماعت تنہا پڑھنے سے افضل ہے۔اس لئے کہ رسول ﷺ نے خود صلاۃ تراویح مسجد میں باجماعت پڑھائی تھی پھر امت پر فرض کئے جانے کے ڈر سے ترک کردیا تھا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات آپ ﷺ نے مسجد میں صلاۃ تراویح پڑھی آپ کی اقتداء میں بکثرت لوگوں نے بھی صلاۃ تراویح ادا کی پھر اگلی رات آپ ﷺ نے صلاۃ تراویح پڑھی تو لوگوں کی تعداد میں اور اضافہ ہوگیا پھر تیسری رات بھی لوگ جمع ہوگئے لیکن آپ ﷺ گھر سے باہر نکلے

(۱) براہین قاطعہ ص ۱۹۵

(۲) العرف الشذی ۱/۶۶۱) تفصیل کے لئے دیکھیں الموسوعۃ الفقہیۃ ۲۷/۱۴۲،۱۴۵

ہی نہیں پھر جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ’’قد رأيت الذی صنعتم فلم يمنعنی من الخروج إليكم إلا أنی خشيت أن تفرض عليكم قال وذلك فی رمضان (۱)
تم لوگوں نے جو کچھ کیا میں دیکھتا تھا مگر اس ڈر سے نہیں نکلا کہ کہیں تم پر یہ فرض نہ کردی جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی سے مروی ایک اور روایت میں نبی ﷺ کے تین راتوں کو صلاۃ تراویح پڑھانے کا ذکر ملتا ہے حدیث کے الفاظ ہیں فلما كانت الليلة الرابعة عجز المسجد عن أهله حتىٰ خرج لصلاة الصبح فلما قضىٰ الفجر اقبل علىٰ الناس فتشهد ثم قال :أما بعد فإنه لم يخفىٰ علی مكانكم ولكن خشيت أن تفرض عليكم فتعجزوا عنها فتوفی رسول الله ﷺ والأمر علىٰ ذلك (۲)
جب چوتھی رات آئی تو مسجد نبوی مصلین کی کثرت سے تنگ دامانی کا شکوہ کرنے لگی لیکن آپ ﷺ باہر تشریف نہ لائے البتہ جب فجر کے لئے نکلے اور صلاۃ ادا کرلی تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر توحید ورسالت کی شہادت کے بعد فرمایا: مجھ پر تمہاری حالت پوشیدہ نہ تھی لیکن مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ صلاۃ تم پر فرض نہ کردی جائے اور تم سب اس کی ادائیگی سے عاجز آجاؤ۔ اور نبی ﷺ کی وفات تک صلاۃ تراویح اسی طرح رہی۔

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنے کی تحسین ان لفظوں میں فرمائی ہے ’’إنه من قام مع الإمام حتىٰ ينصرف فإنه يعدل قيام ليلة‘‘ (۳)
جس شخص نے امام کے ساتھ تراویح پڑھی اس نے پوری شب کے قیام کا ثواب حاصل کیا۔

مذکورہ حدیثیں رمضان المبارک میں تراویح باجماعت کی مشروعیت کے لئے واضح دلیل ہیں

(۱) صحیح بخاری التراویح: ا حدیث ۲۰۱۳، صحیح مسلم المسافرین ۲۵ حدیث ۷۶۱ سنن ابوداؤد ۳۱۸ حدیث رقم: ۱۳۷۳ سنن نسائی قیام اللیل ۴ حدیث ۱۶۰۵ صحیح الجامع حدیث: ۳۴۶۱

(۲) صحیح بخاری باب فضل من قام رمضان ا حدیث ۱۹۰۸ صحیح مسلم باب الترغیب فی قیام رمضان حدیث ۱۸۲۰ صحیح ابن خزیمہ ۲/ ۱۷۲ حدیث ۱۱۲۸

(۳) ابن ماجہ باب قیام شہر رمضان ۱۷۳ حدیث: ۱۳۲۷، صحیح الجامع الصغیر: ۱۶۱۷ ۸۲ (صحیح)

صلاۃ تراویح میں خواتین کی شرکت:

خواتین کا مسجد میں صلاۃ تراویح کے لئے آنا اور شریک جماعت ہو کر صلاۃ ادا کرنا مشروع ہے بشرطیکہ راستہ مامون ہو، زیب وزینت اور خوشبو لگا کر وہ گھر سے نہ نکلیں، مسجد وسیع وعریض ہو ساتھ ہی پردے کا معقول بندوبست ہو تاکہ لوگوں کے لئے تشویش اور پریشانی کا باعث نہ بنیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابی بن کعب ماہ رمضان میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا" يا رسول الله إنه كان من الليلة شئ يعنی فی رمضان قال:وما ذاك يا أبی قال: نسوة فی داری قلن: إنا لانقرأ القرآن فنصلی بصلاتك قال:فصليت بهن ثمانني ركعات ثم أوترت قال:فكان شبه الرضا ،ولم يقل شيئا. (۱)
اے اللہ کے رسول! رات ایک بات ہوگئی آپ ﷺ نے فرمایا ماجرا کیا ہے؟ حضرت ابی نے عرض کیا گھر کی عورتوں نے جب قرآن سننے کی خواہش ظاہر کی تو میں نے ان کو آٹھ رکعت تراویح پڑھادی یہ سن کر آپ ﷺ خاموش رہے اور کچھ بھی نہیں فرمایا۔

سعید بن منصور عروۃ کے طریق سے روایت کرتے ہیں ’’أن عمر جمع الناس على أبی بن كعب فكان يصلی بالرجال ،وكان تميم الداری يصلی بالنساء‘‘ (۲)
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو صلاۃ تراویح باجماعت کے لئے جمع کیا تو ابی بن کعب کو مردوں کا امام بنایا اور سلیمان بن ابی حثمہ کو عورتوں کا امام۔

خواتین کا صلاۃ تراویح کے لئے آپس میں جماعت کرنا:

خواتین بھی آپس میں ایک دوسرے کی امامت کرسکتی ہیں کیونکہ نبی ﷺ سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ام ورقہ کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھر کی خواتین کی امامت کرائیں۔

(۱) صحیح ابن حبان ۴/ ۱۱۱ حدیث: ۲۵۴۱، ابویعلیٰ، طبرانی، مجمع الزوائد ۲/ ۷۴ وقال حسن

(۲) صحیح بخاری مع الفتح ۴/ ۲۹۷، سنن بیہقی ۲/ ۴۹۴

ام ورقہ بنت عبداللہ بن نوفل انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ان سے ملنے ان کے گھر تشریف لاتے تھے' آپ ﷺ نے ان کے لئے ایک مؤذن مقرر کردیا تھا جو اذان دیتا تھا اور انہیں حکم دیا کہ اپنے گھر والوں کی امامت کریں۔

عبدالرحمٰن کہتے ہیں: میں نے ان کے مؤذن کو دیکھا وہ بہت بوڑھے تھے۔(۱)

واضح رہے جب عورت عورت کی امامت کرے گی تو وہ صف کے بیچ میں کھڑی ہوگی اس بات کی وضاحت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک حدیث سے ہوتی ہے کہ وہ صف کے بیچ میں کھڑی ہوکر امامت کرتی تھیں (۲)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی اسی طرح کا عمل منقول ہے (۳)

صلاۃ تراویح کی مختلف صورتیں:

صلاۃ تراویح کی مختلف صورتیں نبی ﷺ سے ثابت ہیں جن کو علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے بتفصیل اپنی کتاب صلاۃ التراویح میں بیان کیا ہے یہاں پر میں اختصار کے ساتھ قارئین کے لئے ذکر کررہا ہوں۔

۱۔آپ تیرہ رکعت پڑھتے' پہلے عشاء کی دو ہلکی رکعتوں سے اس کا افتتاح کرتے پھر دو لمبی رکعتیں پڑھتے' پھر دو رکعت اس سے ہلکی' پھر دو پہلی چاروں سے ہلکی پھر دو ان سے ہلکی پھر دو ان سے ہلکی پھر ایک رکعت وتر ادا کرتے۔

۲۔آپ تیرہ رکعت پڑھتے' جن میں آٹھ رکعات آپ اس طرح پڑھتے کہ ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے اور آخر میں پانچ رکعتیں ایک ساتھ وتر پڑھتے جن میں صرف آخری رکعت میں بیٹھتے اور سلام پھیرتے۔

۳۔آپ گیارہ رکعات پڑھتے' اور ہر دو رکعت کے درمیان سلام پھیرتے جاتے آخر میں

(۱) صحیح سنن ابی داؤد الصلاۃ:۶۲ حدیث رقم:۵۹۱'۵۹۲ مسند احمد ۴۰۵/۶ (حسن)

(۲) دار قطنی ۱۴۹۳' بیہقی ۱۳۱/۳

(۳) دار قطنی ۱۴۹۲

ایک وتر پڑھتے۔

۴۔آپ گیارہ رکعات پڑھتے' پہلے چار رکعات پھر چار رکعات اور پھر آخر میں تین رکعات وتر ایک ساتھ پڑھتے جس میں دو رکعت کے بعد نہیں بیٹھتے۔

چار رکعتوں کی کیا صورت ہوگی؟ اس سلسلے میں اہل علم فرماتے ہیں کہ مقصود چار رکعات کو دو سلام کے ساتھ پڑھنا ہے اور چستی لانے کے لئے چار رکعات کے بعد بیٹھتے جیسا کہ متعدد دیگر روایات میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

۵۔آپ گیارہ رکعات پڑھتے' آٹھ رکعتیں مسلسل پڑھ کر آخر میں تشہد کرتے اور درود سلام کے بعد بغیر سلام پھیرے دوبارہ کھڑے ہوجاتے اور پھر ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیتے' پھر دو رکعتیں بیٹھ کر ادا کرتے۔

۶۔آپ نو رکعات پڑھتے اس دوران آپ چھٹی رکعت میں تشہد کے لئے بیٹھتے اور درود وسلام پڑھ کر اٹھ جاتے پھر تین رکعتیں وتر پڑھ کر سلام پھیر دیتے۔

تین رکعات وتر کی دو شکلیں صحیح احادیث سے ثابت ہیں:

۱۔دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا جائے پھر ایک رکعت پڑھی جائے۔

۲۔تین رکعات ایک سلام اور ایک تشہد کے ساتھ پڑھی جائیں تاکہ تین رکعات صلاۃ وتر صلاۃ مغرب کے مشابہ نہ ہوئے کیونکہ ایسا کرنے سے صحیح احادیث میں روکا گیا ہے۔

صلاۃ تراویح میں تلاوت:

نبی کریم ﷺ نے صلاۃ تراویح کے دوران تلاوت قرآن کے سلسلے میں کسی خاص قسم کی کوئی تحدید نہیں فرمائی ہے اس ناطے جماعت کی صلاۃ میں تلاوت اتنی کی جائے جتنا لوگوں کے لئے آسان ہو اور ان کو مشقت میں نہ ڈالے لیکن اگر کوئی شخص تنہا صلاۃ تراویح ادا کررہا ہو' یا امام ہو اور وہاں کے مقتدیین لمبی قرآت سننے کو تیار ہوں تو ایسی صورت میں جتنا چاہے قرآت لمبی کرسکتا ہے کیونکہ آپ ﷺ سے یہ بات ثابت ہے کہ ایک رکعت میں سورۃ

بقرۃ پھر سورۃ نساء پھر آل عمران ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں۔(۱)

سلف صالحین سے بھی بکثرت یہ بات ثابت ہے کہ وہ صلاۃ تراویح میں تلاوت لمبی کیا کرتے تھے۔

حضرت عمر کے بارے میں یہ منقول ہے کہ جب انہوں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ماہ رمضان میں لوگوں کو گیارہ رکعات صلاۃ تراویح پڑھانے کا حکم دیا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مئین (یعنی سو آیتوں والی سورتیں) پڑھتے تھے حتی کہ مقتدی قیام لمبا ہونے کے باعث لاٹھیوں کا سہارا لینے لگتے تھے۔(۲)

صلاۃ تراویح میں قرآن سے دیکھ کر قراءت:

بہتر یہ ہے کہ صلاۃ تراویح کے لئے حافظ قرآن کا انتخاب کیا جائے جو ترتیل کے ساتھ لوگوں کو پورا قرآن سنا سکے لیکن اگر حافظ قرآن دستیاب نہ ہو یا یہ کہ حافظ ہو مگر اس کا حفظ کمزور ہو تو قرآن میں دیکھ کر تراویح پڑھا سکتا ہے۔ علامہ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن سے دیکھ کر قراءت کرنے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ صحیح بخاری میں مذکور ہے ''وكانت عائشة يؤمها عبدها ذكوان من المصحف'' (۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غلام ذکوان مصحف سے دیکھ کر پڑھتا (یعنی ان کی امامت کراتا تھا)

صلاۃ تراویح میں مکمل قرآن ختم کرنا:

صلاۃ تراویح میں مکمل قرآن ختم کرنا ضروری تو نہیں مگر افضل ضرور ہے۔ شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام اگر استطاعت رکھتا ہو تو اس کے لئے مشروع ہے کہ اپنے مقتدیوں کو

(۱) صحیح مسلم ۲۷۷

(۲) مؤطا مالک ۲۴۹، ۲۵۱، ۲۵۲

(۳) بخاری الأذان ۵۴ قبل الحدیث ۶۹۲ الفتاوی الإسلامیۃ ۱/ ۳۳۷، صلاۃ التراویح للألبانی ۱۰۳

پورا قرآن سنائے وہ ہر رات وہ آیات اور سورتیں تلاوت کرے جو پچھلی رات پڑھی گئی آیات وسور کے بعد والی ہوں یہاں تک کہ امام کے پیچھے مصلیین اپنے رب تعالی کی کتاب مسلسل اسی ترتیب سے سن لیں جو مصحف میں ہے۔(۱)

دعائے قنوت اور اس کا مقام:

صلاۃ وتر میں قرات سے فراغت کے بعد اور رکوع سے پہلے جو دعا پڑھی جاتی ہے اسے قنوت وتر کہتے ہیں۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے چند کلمات سکھائے جنہیں میں وتر میں کہا کرتا ہوں (ابن جواس کی روایت میں ہے ''جنہیں میں وتر کے قنوت میں کہا کروں'' وہ کلمات یہ ہیں: ,,اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا اَعْطَيْتَ، وَقِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ، إِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ، إِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ، وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ'' (۲)

یا الٰہی مجھے ہدایت دے ان لوگوں کے زمرہ میں جنھیں تو نے ہدایت دی اور مجھے عافیت میں رکھ ان لوگوں کی جماعت میں جنھیں تو نے عافیت دی اور میری کارسازی کر ان لوگوں میں جن کی تو نے کارسازی کی اور برکت دے میرے لئے اس چیز میں جو مجھے تو نے عطا کی اور مجھے اس چیز کی برائی سے بچا جو تو نے مقدر کی کیونکہ تو جو چاہے حکم کرتا ہے اور تجھ پر کسی کا حکم نہیں چل سکتا، بے شک جسے تو دوست رکھے وہ ذلیل نہیں ہوسکتا اور وہ عزت یاب نہیں ہوسکتا جسے تو دشمن رکھے، اے ہمارے رب تو بابرکت ہے اور بلند ہے۔

حافظ ابن حجر نے نسائی کے حوالہ سے ,,وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ،، کا اضافہ کیا ہے مگر اس کی سند ضعیف ہے۔

(۱) فتاوی اسلامیۃ ۲/ ۱۵۸

(۲) سنن ابو داؤد: ۳۴۰ حدیث رقم: ۱۴۲۵ سنن ترمذی الوتر ۹ حدیث: ۴۶۴ سنن ابن ماجہ اقامۃ الصلاۃ ۱۱۷ حدیث رقم: ۱۱۷۸ مسند احمد ۱/ ۱۹۹ دارمی الصلاۃ: ۲۱۴ حدیث رقم ۱۶۳۲ (صحیح)

علامہ البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کہ صحیح ابن خزیمہ (۱۰۹۷) میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی ماہ رمضان میں امامت والی حدیث میں ہے کہ وہ عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں قنوت وتر کے آخر میں نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے تھے۔

واضح رہے اگر کوئی شخص قنوت نازلہ جو مسلمانوں پر ناگہانی مصیبت آنے کی شکل میں پڑھی جاتی ہے جس طرح اللہ کے رسول نے رعل وذکوان اور عصیہ قبیلہ پر بددعا کی شکل میں پڑھی تھی تو یہ رکوع کے بعد ہونی چاہئے۔

قنوت پر پابندی کرنے کا حکم:

صلاۃ وتر میں قنوت کرنا اور کبھی کبھار چھوڑ دینا دونوں ثابت ہے اس لئے مصلی کے لئے بہتر ہے بالخصوص اگر وہ امام ہو کہ وہ قنوت پر ہمیشگی نہ برتے تاکہ عام مصلی یہ نہ سمجھیں کہ قنوت وتر کے واجبات میں سے ہے۔

قنوت سے فراغت کے بعد دونوں ہاتھوں کو چہرے پر پھیرنے کا حکم:

دعاء قنوت سے فراغت کے بعد دونوں ہاتھوں کو چہرہ پر پھیرنا درست نہیں ہے کیونکہ دوران صلاۃ مصلی کوئی بھی زائد عمل جس کا ثبوت نہ ہو نہیں کرسکتا اور اس کا کوئی ثبوت صحیح حدیث میں نہیں ملتا۔ تفصیل کے لئے دیکھیں (۱)

۳۔ تلاوت قرآن:

قرآن مجید اور اسکی تلاوت کا اس ماہ مبارک سے بڑا گہرا ربط ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ هُدىً لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ﴾ (۲)

ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق وباطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں۔

(۱) الإرواء ۲/۱۸۲

(۲) بقرۃ/۱۸۵

معلوم ہوا کہ اس مہینہ کو جو عظمت وبزرگی ملی وہ صرف اس لئے نہیں کہ اس مہینے میں اللہ تعالی نے صوم فرض فرمایا بلکہ اس لئے بھی کہ اس مہینے میں اللہ تعالی نے پوری انسانیت کی رہنمائی اور رہبری کے لئے قرآن مجید جیسا دستور حیات اور کتاب زندگی نازل فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ خصوصی طور سے رمضان میں زیادہ تلاوت فرمایا کرتے تھے، رمضان کی ہر رات جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کو قرآن پڑھایا کرتے تھے۔ (۱)

صحابہ کرام نیز سلف صالحین اپنے تمام کاموں کو سمیٹ کر خصوصی طور سے اس ماہ مبارک میں تلاوت قرآن کریم پر توجہ اور دھیان دیتے تھے۔

۱۔ ابن حکم لکھتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ رمضان کا مہینہ شروع ہوتے ہی درس حدیث کے سلسلے کو روک قرآن کی تلاوت میں لگ جاتے۔

۲۔ عبدالرزاق لکھتے ہیں کہ سفیان ثوری رمضان کا مہینہ شروع ہوتے ہی قرآن کی تلاوت پر لگ جاتے تھے۔ (۲)

آداب تلاوت:

تلاوت قرآن کے فضائل معلوم کرکے تلاوت کا شوق پیدا ہونا ہر مؤمن کے لئے ایک طبعی امر ہے لیکن تلاوت قرآن کے کچھ آداب ہیں جن کی رعایت ہر قاری کو کرنی چاہئے۔

۱۔ **اخلاص نیت**: کیونکہ کوئی بھی عبادت اللہ کی بارگاہ میں اس کے بغیر قابل قبول نہیں ہوسکتی۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آپ ﷺ تشریف لائے اور ہم لوگ قرآن پڑھ رہے تھے اور ہم میں بدوی بھی تھے اور عجمی بھی آپ ﷺ نے فرمایا: ,,اقرؤا القرآن وابتغوا به وجه الله عزوجل من قبل أن يأتى قوم يقيمونه اقامة القدح يتعجلونه لا يتأجلونه'' (۳)

(۱) حدیث گزرچکی

(۲) تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب کیف نستفید من رمضان ۴۸، ۴۹

(۳) سنن ابوداؤد الصلاۃ ۱۳۹ حدیث: ۸۳۰، ۸۳۱ مسند احمد ۳/۳۹۷

قرآن کو اللہ کی رضا جوئی کے لئے پڑھو قبل ازیں کہ ایک ایسی جماعت پیدا ہو جو قرآن کو تیر کے مانند سیدھا کرنے لگے (یعنی تجوید وقراءت میں مبالغہ کرنے لگے) اور قرآن کی اس تلاوت سے ان کا مقصود دنیا ہو نہ کہ آخرت۔

۲۔قاری کو چاھئے کہ یہ تصور بیدار ہو کہ وہ اللہ سے سر گوشی کر رہا ھے ۔ارشادنبوی ہے: ”اذا احب احد کم ان یحدث ربه فلیقرأ القرآن“ (۱)

جب تم میں سے کوئی اپنے رب سے ہم کلامی کا شرف حاصل کرنا چاہے تو وہ قرآن مجید کی تلاوت کرے۔

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی تلاوت کرنا رب سے ہم کلامی کے مترادف ہے۔اس لئے قرآن کی تلاوت انتہائی خشوع اور خضوع کے ساتھ معانی پر غور کرتے ہوئے اور دل دماغ کو حاضر رکھ کر کرے۔

۳۔دوران تلاوت ھر آیت میں غورو فکر کرے اور اللہ کی عظمت اور بڑائی کو محسوس کرے ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إقرأ علىَّ مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ میں نے عرض کیا أقرأ عليك وعليك أنزل یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں آپ کو قرآن پڑھ کر سناؤں حالانکہ یہ آپ پر نازل ہوا ہے آپ نے فرمایا: إنى أحب أن اسمعه من غيرى میں اپنے علاوہ کسی اور سے سننا چاہتا ہوں۔حکم کی تعمیل میں میں نے سورۃ النساء پڑھنی شروع کی یہاں تک کہ میں اس آیت پر پہونچا ﴿كيف إذا جئنا من كل أمة بشهيد وجئنا بك على هؤلاء شهيدا﴾ پھر سوچو اس وقت یہ کیا کریں گے جب ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور ان لوگوں پر آپ کو گواہ کی حیثیت سے کھڑا کریں گے حضور نے فرمایا: حسبكِ اب بس کرو‘ عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ

(۱) والحدیث ضعفہ الألبانی رحمہ اللہ انظر ضعیف الجامع الصغیر حدیث رقم: ۲۹۳

میں آپ کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔(۱)

۴۔انتھائی خشوع وخضوع کے ساتھ تلاوت کرے ۔ امام احمد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں رسول کریم ﷺ اپنے ساتھیوں کے ساتھ غزوۃ ذات الرقاع کے لئے نکلے واپسی میں ایک وادی میں پہونچتے ہیں رات کا وقت ہے آنحضرت ﷺ اپنے ساتھیوں سے فرماتے ہیں ”من یکلؤ نا“ کون ہے جو آج رات چوکیداری کرے دو صحابہ عرض کرتے ہیں ” نحن یا رسول اللہ“ آج اسلامی لشکر کو پہرہ دینا ہماری ڈیوٹی ہے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں ”کونا بفم الشعب“ وادی کے کنارے کھڑے ہو جاؤ لشکر اسلام سو جاتا ہے اور یہ دونوں صحابہ ایک مہاجر اور دوسرے انصاری ہیں انصاری صحابی اپنے مہاجر بھائی سے کہتا ہے بتلاؤ رات کا کون سا حصہ تم پسند کرتے ہو کہ میں چوکیداری کروں اور تم سو جاؤ اور رات کے دوسرے حصہ میں تم چوکیداری کرنا اور میں سو جاؤں گا مہاجر صحابی کہتے ہیں ”اکفلنی اولہ“ رات کے ابتدائی حصہ میں تم چوکیداری کرو اور رات کے آخری حصہ میں میں چوکیداری کروں گا اب مہاجر صحابی سو جاتے ہیں انصاری مسلمان فارغ ہیں لشکر اسلام سویا ہوا ہے اب سوچتے ہیں کہ رات بسر کروں تو کس طرح کروں کھڑے ہوتے ہیں اللہ کے حضور قیام میں اور قرآن مجید کی تلاوت شروع کرتے ہیں اور بعض روایات میں ہے کہ سورہ کہف کی تلاوت شروع کر دیتے ہیں ایک دشمن جو لشکر اسلام کے پیچھے پیچھے آ رہا ہے وہ سمجھ جاتا ہے کہ یہی لشکر کی پہرہ داری کر رہا ہے دور سے وہ اپنے تیر سے نشانہ بناتا ہے اللہ کی حکمت وہ تیر انصاری صحاب کے جسم میں پیوست ہو جاتا ہے اور وہ قرآن پڑھ رہے ہیں نماز کی حالت میں راوی کہتے ہیں” فنزعه وهو قائم يصلى“ جسم سے تیر کو نکال زمین پر رکھ دیتے ہیں اور اپنی نماز جاری رکھتے ہیں اللہ کی حکمت دوسرا تیر ان کے جسم میں پیوست ہوتا ہے” فنزعه وثبت قائما“ دوسرے تیر کو بھی جسم سے نکالتے ہیں اور تیر کو زمین پر رکھ دیتے ہیں اور اپنی نماز کو جاری رکھتے ہیں اب تھوڑی دیر بعد تیسرا تیر آتا ہے اور ان کے جسم میں پیوست ہو جاتا ہے اس تیر کو

(۱) صحیح بخاری حدیث رقم: ۴۷٦۸ صحیح مسلم حدیث ۸۰۰

نکالتے ہیں رکوع میں جاتے ہیں اور نماز سے فارغ ہوتے ہیں اپنے ساتھی کو اٹھاتے ہیں اور فرماتے ہیں اٹھو مجھ پر حملہ ہو چکا ہے ساتھی اٹھتا ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ انصاری ساتھی خون میں لت پت ہے فوراوہ چیخ پڑتے ہیں ''سبحان اللہ الا انبھتنی اول ما رمی'' اللہ پاک ہے تو نے کتنی زیادتی کی ہے مجھ کو پہلے کیوں نہیں اٹھادیا انہوں نے جواب دیا'' كنت في سورة أقرأها فلم أحب أن أقطعا حتى انفذها '' ساتھی میں قرآن کریم کی ایک سورت کو پڑھ رہا تھا میں نے یہ بات پسند نہ کی کہ اس سورت کو مکمل کرنے سے پہلے قرآن کریم کی تلاوت ختم کرلوں لیکن جب کیفیت وہ ہوئی جو تم دیکھ رہے ہو تو میں نے رکوع کیا نماز سے سلام پھیرا اور تم کو بتلایا اور آگے فرمایا'' وأيم الله لو لم ازين طغرا امرني رسول الله اللہ کی قسم اگر میرے دل میں یہ خیال نہ ہوتا کہ رسول ﷺ نے میرے ذمہ اسلامی لشکر کی چوکیداری لگائی ہے تو اللہ کی قسم میری جان کٹ جاتی لیکن میں سورة کو مکمل کئے بغیر اپنی نماز سے فارغ نہ ہوتا میں نے اگر تمہیں بیدار کیا ہے تو اس لئے نہیں کہ مجھے اپنی جان پیاری ہے میری توجہ تو سرت کے مکمل کرنے میں تھی' میں نے تو تمہیں بیدار کیا ہے تاکہ چوکیداری میں کوئی کمی واقع نہ ہو جائے۔

۵۔تلاوت کے لئے صاف ستھری جگہ کا انتخاب کریے شور غل کی جگھوں پر قرآن نہ پڑھے کیونکہ ایسی جگھوں پر قرآن کی تلاوت نہیں تلاعب ہے' اس سے قرآن کی توہین ہوگی۔

۶۔پاک صاف اور با وضوء ہو کر قرآن کی تلاوت شروع کریے۔ناپاک شخص اگر پانی پر طاقت نہیں رکھتا تو تیمّم کر کے قرآن کی تلاوت کرے۔(۱)

۷۔تلاوت کے آداب میں سے ایک اهم چیز یه بھی ہے کہ قرآن پڑھنے سے پہلے تعوذ یعنی (اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم) پڑھے ارشاد باری تعالیٰ ہے
﴿فإذا قرأت القرآن فاستعذ بالله من الشيطن الرجيم﴾(۲)

(۱) آداب تلاوت قرآن کی تفصیل کے لئے دیکھیں کیف نبنی جیلا خلقه القرآن''اعداد: حنان بنت صلاح النملی
(۲) النحل ۹۸

اور رہی بات بسملہ یعنی (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) کی تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ اگر قرات کی ابتداء ہے اور تلاوت درمیان سورت سے ہو تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ پڑھے لیکن اگر شروع سورہ ہے تو بسملہ کرے سوائے سورہ توبہ کے کیونکہ اس میں بسملہ نہیں ہے۔

۸۔اگر ہو سکے تو قبلہ رخ ہوکر قرآن کی تلاوت کریے۔

۹۔ترتیل کے ساتھ کریے: قرآن کی تلاوت ٹھہر ٹھہر کر کرنی چاہئے آپ ﷺ کی قراءت سے متعلق ام سلمہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ ایک ایک آیت الگ الگ کر کے پڑھتے تھے۔(۱)

۱۰۔تجوید سے پڑھے: قرآن کریم کی تلاوت نہ صرف یہ کہ ٹھہر ٹھہر کر کرنی چاہئے بلکہ دوران تلاوت تجوید بھی مطلوب ہے اور تجوید کا مطلب ہے تجوید کے اصول وضوابط کا لحاظ رکھتے ہوئے پڑھنا' یعنی زیر' زبر' پیش کو کس طرح پڑھنا ہے' الف واؤ وغیرہ حروف کو کیسے پڑھنا ہے کئی لوگ زبر کو کھینچ کر الف اور الف کو بغیر کھینچے زبر کی طرح پڑھتے ہیں 'علاوہ ازیں اس طرح کی اور کئی موٹی موٹی غلطیاں کرتے ہیں' اس قسم کی غلطیوں سے معنیٰ کچھ کا کچھ بن جاتے ہیں' اس لئے تھوڑی سی محنت اور توجہ کے ذریعہ کسی ماہر استاذ کی رہنمائی میں قرآن کریم کا لہجہ اور تلفظ ضرور درست کرلیا جائے۔

۱۱۔خوش الحانی: دوران تلاوت اس بات کی بھی پوری کوشش کرے کہ اس کی آواز خوب سے خوب تر ہو۔نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:''زينوا القرآن بأصواتكم فإن الصوت الحسن يزيد القرآن حسنا''(۲)
قرآن کو اپنی آوازوں کے ساتھ سنوارو اس لئے کہ خوبصورت آواز قرآن کے حسن کو بڑھا دیتی ہے۔

(۱) صحیح بخاری التفسیر ۴۸۵۴ حدیث رقم: ۷۶۵ صحیح مسلم: ۱۷/۴
(۲) مستدرک حاکم ۱/ ۷۶۱ حدیث ۲۰۹۸ سنن ابوداؤد الصلاۃ ۳۵۵ حدیث ۱۴۶۸ سنن نسائی الإفتتاح ۸۳ حدیث ۱۰۱۶ صحیح الجامع الصغیر ۳۵۸۱ سنن دارمی فضائل القرآن ۳۴ حدیث ۳۵۴۴

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''سمعت النبی ﷺ یقرأ فی المغرب بالطور فما سمعت أحدا أحسن صوتا أو قراءة منه ﷺ'' (۱)

آپ ﷺ صلاۃ مغرب میں سورۃ طور پڑھ رہے تھے میں نے آپ سے اچھی قراءت اور اچھی آواز کسی کی نہیں سنی۔

۱۲۔ دوران تلاوت غیر مناسب حرکات سے گریز کرے۔

۱۳۔ جمائی یا ہوا خارج ہونے کے دوران تلاوت سے گریز کرے۔

۱۴۔ سجود تلاوت کا اہتمام کرے: دوران تلاوت اگر آیت سجدہ سے گزرے تو رک کر سجدہ تلاوت کرے۔

۱۵۔ آداب تلاوت میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ ایک دن میں زیادہ سے زیادہ دس پارے پڑھے، زیادہ پڑھنے کے شوق میں اس قدر تیزی سے قرآن پڑھنا کہ سننے والوں کو کچھ پلے نہ پڑے نزول قرآن کے مقصد اور سنت نبوی کے خلاف ہے اور فلاح وسعادت اتباع سنت ہی میں ہے۔

صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا معمول ہر روز ایک قرآن ختم کرنے کا تھا آپ ﷺ نے انہیں طلب کیا اور ایک مہینے میں ایک قرآن ختم کرنے کی ہدایت کی انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے اس سے زیادہ کی استطاعت ہے آپ نے ان کے اصرار پر پہلے بیس، پھر دس دن اور آخر میں ہر سات دن کے بعد ایک قرآن ختم کرنے کی اجازت ان الفاظ میں عطا فرمائی ''إقرأه فی كل سبع'' سات دن میں ایک قرآن پڑھ لیا کرو۔ (۲)

ابوداؤد کی روایت میں مزید صراحت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو اللہ کے رسول نے ان کے اصرار پر تین دن میں ایک قرآن ختم کرنے کی اجازت

(۱) سنن ابوداؤد ۳۲۶ حدیث ۱۳۹۴ سنن ابن ماجہ ۱۷۸ حدیث رقم: ۱۳۴۶

(۲) صحیح الترغیب والترہیب ۱/ حدیث رقم: ۵۰۱۰ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔

عطا فرمائی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا: ''لا یفقه من قرأ القرآن فی أقل من ثلاث'' (۱)

جو شخص قرآن کو تین دن سے کم میں پڑھتا ہے، سمجھتا نہیں ہے۔

نبی ﷺ نے ایک رات میں کبھی بھی پورا قرآن نہیں پڑھا لہٰذا مروجہ شبینہ جائز نہیں۔

اس سلسلے میں بطور دلیل حضرت عثمان سے منسوب ایک اثر بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک رات میں پورا قرآن پڑھ لیتے تھے لیکن یہ اثر غیر ثابت ہے۔ اس لئے بے اثر ہے دلیل نہیں بن سکتا۔

اس سلسلے میں مزید تفصیل کے لئے محلی ابن حزم کا مطالعہ بے حد مفید ہے۔ (۲)

۴۔ صدقہ:

رمضان صدقہ وانفاق اور بڑھ چڑھ کر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا مہینہ ہے، یوں تو آپ ﷺ کی عادت مبارکہ صدقات وخیرات کے تعلق سے عام دنوں میں یہ تھی کہ کوئی سوالی آپ کے در سے خالی نہیں لوٹتا تھا، لیکن رمضان المبارک میں صدقہ وخیرات کی مقدار باقی مہینوں کی نسبت اور زیادہ بڑھ جاتی۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کان رسول اللہ اجود الناس بالخیر وکان اجود ما یکون فی رمضان کان جبریل یلقاه کل لیلة فی رمضان یعرض علیه النبی القرآن فاذا لقیه جبریل کان اجود با لخیر من الریح المرسلة'' (۳)

رسول اللہ ﷺ تمام انسانوں سے زیادہ سخی اور فیاض تھے اور آپ کی فیاضی رمضان میں بہت زیادہ بڑھ جاتی تھی خصوصاً جب جبریل علیہ السلام آپ سے ملتے تھے، جبریل علیہ السلام

(۱) سنن ترمذی/ القراءات ۱۳ حدیث رقم: ۲۹۴۹ سنن ابن ماجہ إقامة الصلاة ۱۷۸ حدیث رقم: ۱۳۴۷ احمد/ ۱۶۴/ ۲ دارمی/ فضائل القرآن ۳۲ حدیث رقم ۳۵۱۴ تلخیص صفة الصلاة ۶۷

(۲) المحلی ۲/ ۹۶، ۹۷

(۳) تخریج گزر چکی ۵۴

آپ سے رمضان کی ہر رات ملتے تھے اور قرآن پڑھاتے تھے، اس وقت رسول اللہ ﷺ رحمت بھری ہواؤں سے زیادہ سخی ہوتے تھے۔

۵۔ صائم کو افطار کروانا:

کسی دوسرے صائم کو افطار کروانا بڑے ثواب کا کام ہے نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''من فطر صائما کان له مثل اجره من غیر ان ینتقص من اجره شئی'' جس نے کسی صائم کو افطار کروایا اس کو صائم کے اجر میں کمی ہوئے بغیر صائم کے ثواب جیسا ثواب ملے گا۔(۱)

سلف صالحین سے افطار صائم کے سلسلے میں بکثرت واقعات منقول ہیں بالخصوص عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ہمیشہ یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ ہی افطار فرماتے تھے اور اپنا افطار بھی دوسروں کو سونپ دیتے تھے۔

ابوسوار عدوی کا بیان ہے کہ بنی عدی کے لوگ مسجد میں صلاۃ پڑھتے اور ان میں سے کوئی اکیلا صوم افطار نہیں کرتا۔(۲)

۶۔ عمرہ:

عمرہ کرنا یوں بھی ایک افضل عمل ہے لیکن رمضان میں عمرہ کا ثواب بڑھ جاتا ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''عمرة فی رمضان تعدل حجة'' وفی روایة تعدل حجة معی''(۳)

رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے اور ایک روایت میں ہے میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔

رمضان میں عمرے کا حج کے برابر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ثواب حج کے برابر ملے گا اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ حج اسلام کی جانب سے کفایت کرے گا لہذا اگر کسی مسلمان پر حج فرض ہو تو اسے الگ سے ادا کرنا پڑے گا۔

(۱) سنن ترمذی: ۸۰۷، ابن ماجہ ۱۷۴۶، صححہ الألبانی، صحیح الجامع حدیث رقم: ۶۴۱۵

(۲) تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب ''کیف نعیش رمضان ۱۵

(۳) تخریج گزر چکی ص۳۸

۷۔ اعتکاف:

لغوی معنی:

لفظ اعتکاف عربی زبان کا ایک لفظ ہے، اعتکف یعتکف (افتعال) سے ماخوذ ہے اردو زبان میں یہ لفظ بطور اسم مصدر مستعمل ہے جسکا لغوی معنی ہے کسی چیز سے چمٹ جانا اور اپنے نفس کو اس پر روکے رکھنا خواہ وہ چیز اچھی ہو یا بری۔(۱)

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وانظر إلی الٰهك الذی ظلت علیه عاکفا﴾ (۲)

اپنے معبود کو دیکھو جس کی عبادت پر تم جمے رہے تھے۔

شرعی معنی:

اللہ تعالی کی قربت حاصل کرنے کی نیت سے مسجد کو لازم کر لینا اور اسی میں ٹھہرنا۔(۳)

مشروعیت:

اعتکاف سنت ہے لیکن اگر کوئی شخص اسے نذر کے ذریعہ اپنے اوپر لازم کر لے تو اسے بجالانا واجب ہوگا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اعتکاف بالاجماع واجب نہیں ہے الا کہ جو اس کی نذر مان لے اس پر واجب ہے۔(۴)

ابن المنذر رحمہ اللہ نے بھی اعتکاف کے مسنون ہونے پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے(۵)

(۱) لسان العرب لابن منظور ۹/۳۴۰ مفردات راغب ص ۳۴۳

(۲) طٰہ ۹۷

(۳) تحفۃ الأحوذی ۳/۵۰۱ سبل السلام ۲/۹۰۹ توضیح الأحکام ۳/۲۲۳

(۴) فتح الباری ۴/۲۷۱

(۵) الاجماع لابن المنذر ص۴۷

شروط اعتکاف:

۱۔ **نیت** ۔عبادت کوئی بھی ہو اس کے لئے نیت ضروری ہے نبی ﷺ کا ارشاد ہے:'' إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ''(۱)

اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

۲۔ **مسجد**: اعتکاف صرف مسجد میں مشروع ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ (۲)

عورتوں سے اس وقت مباشرت نہ کرو جب کہ تم اس وقت مسجدوں میں اعتکاف میں ہو۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر مسجد کے علاوہ جگہ میں اعتکاف درست ہوتا تو مباشرت کی تخصیص آیت کریمہ میں مسجد کے ساتھ نہ ہوتی کیونکہ بیوی سے صحبت بالکل اعتکاف کے منافی عمل ہے۔

نبی کریم ﷺ کے معمول سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ اعتکاف مسجد میں کیا کرتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں''أنها كانت ترجل النبي ﷺ وهي حائض وهو معتكف في المسجد''(۳)

وہ ایام ماہواری میں رسول ﷺ کی مانگ نکالا کرتی تھیں اور آپ ﷺ مسجد میں اعتکاف بیٹھے ہوتے۔

۳۔ **جامع مسجد**: اعتکاف والی مسجد کے لئے بعض علماء نے ایک شرط یہ بھی لگائی ہے کہ اس میں جمعہ ہوتا ہو' تاکہ معتکف نماز جمعہ کے لئے اس سے باہر نکلنے پر مجبور نہ ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے۔

(۱) تخریج گزر چکی ۴۶
(۲) البقرۃ/۱۸۷
(۳) صحیح بخاری الاعتکاف:۲ حدیث ۲۰۲۸ صحیح مسلم الاعتکاف:۱ حدیث رقم:اسنن ابوداؤد الصیام/ ۷۶ حدیث رقم:۲۴۶۷ حم ۶/۱۰۴

اس سلسلے میں صحیح اور درست بات یہ لگتی ہے کہ جس پر جمعہ فرض نہیں وہ ہر اس مسجد میں اعتکاف کرسکتا ہے جس میں صلاۃ باجماعت ہوتی ہو'لیکن جس پر جمعہ فرض ہے اس کو ایسی مسجد میں اعتکاف کرنا چاہیئے جہاں صلاۃ جمعہ بھی ہوتی ہو۔

اس سلسلے میں شیخ البانی رحمہ اللہ کی رائے منفرد ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ مساجد ثلاثۃ یعنی مسجد حرام' مسجد نبوی اور بیت المقدس کے علاوہ میں اعتکاف درست نہیں ہے' شیخ محترم نے حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث سے استدلال کیا ہے'' لااعتكاف الا في المساجد الثلاثة''(۱)

تین مساجد کے علاوہ اعتکاف نہیں۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ سے جب اس بارے میں دریافت کیا گیا تو ان کا جواب کچھ یوں تھا: تینوں مساجد: مسجد حرام' مسجد نبوی' اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ باقی مساجد میں بھی اعتکاف مشروع ہے اور یہ صرف تین مساجد کے ساتھ خاص نہیں' بلکہ ان تینوں مساجد میں اور ان کے علاوہ باقی دوسری مساجد میں بھی اعتکاف ہوسکتا ہے. کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:[عورتوں سے اس وقت مباشرت نہ کرو جب کہ تم اس وقت مسجدوں میں اعتکاف میں ہو]

آیت کریمہ میں مساجد کا لفظ عام ہے جو زمین میں پائی جانے والی تمام مساجد کے لئے ہے' اور غور کرنے کی بات یہ ہے کہ یہ جملہ صوم کی آیات کے آخر میں بیان ہوا ہے' لہٰذا اس حکم میں وہ سارے ہی لوگ شامل ہوں گے جو صوم رکھنے کے مکلّف ہیں' کیونکہ یہ بات عقل سے بہت بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ امت کو ایسے خطاب سے مخاطب ہو جس میں امت کے بہت تھوڑے سے لوگ شامل ہوں۔

اور رہی بات حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث'' تین مساجد کے علاوہ اعتکاف نہیں'' تو اگر یہ قدح وجرح سے محفوظ رہے تو یہ نفی کمال کے لئے ہے نہ کہ حقیقت اور صحت کی

(۱) سنن بیہقی ۴/ ۳۱۵ صححہ الألبانی انظر سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ حدیث رقم: ۲۷۸۶ حالانکہ علماء اس روایت کو شاذ قرار دیتے ہیں۔

نفی یعنی سب سے زیادہ کامل اعتکاف وہ ہے جو ان تین مساجد میں ہو اور یہ ان مساجد کے شرف اور فضل کی بناء پر ہے اور اس طرح کی ترکیب بہت زیادہ ہے۔

مثلاً نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ''کھانے کی موجودگی میں صلاۃ نہیں ہوتی'' اور اس طرح کی دیگر احادیث.(۱)

۴۔ **صوم**: معتکف کے لئے سنت ہے کہ وہ صوم سے ہو کیونکہ آپ ﷺ سے بغیر صوم کے اعتکاف ثابت نہیں ہے، لیکن اعتکاف کے لئے صوم شرط ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں علماء کے مابین اختلاف ہے، جمہور اہل علم کی رائے یہ ہے کہ بغیر صوم کے اعتکاف درست نہیں کیونکہ آپ ﷺ سے بغیر صوم کے اعتکاف ثابت نہیں ہے(۲)

انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس قول سے بھی استدلال کیا ہے وہ بیان فرماتی ہیں ''لااعتکاف إلا بصوم''(۳)

ان کے برخلاف علماء کی ایک جماعت کا یہ کہنا ہے کہ مذکورہ مسئلہ میں نبی ﷺ سے کوئی واضح نص منقول نہیں ہے اس لئے اعتکاف کے لئے صوم شرط ہونا لازم نہیں آتا۔

اس سلسلے میں صحیح اور درست بات یہ ہے کہ رمضان کے علاوہ مہینے میں صوم کے بغیر اعتکاف جائز ہے لیکن صوم کے ساتھ افضل ہے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ''أن النبی ﷺ قال: لیس علی المعتکف صیام إلا أن یجعله علی نفسه''(۴)

معتکف کے لئے صوم شرط نہیں ہے الا کہ وہ اپنے اوپر لاگو کر لے۔

اس بات کی مزید وضاحت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ہوتی ہے وہ

(۱) (دیکھیں فتاوی الصیام ص۴۹۳)

(۲) تفصیل کے لئے دیکھیں زاد المعاد ۲/۸۷ توضیح الأحکام ۳/۲۲۴

(۳) سنن ابوداؤد الصیام/ ۸۰ حدیث رقم: ۲۴۷۳ مصنف عبدالرزاق ۸۰۳۷

(۴) سنن نسائی الصیام باب الاعتکاف حدیث ۲۲/ ۱۹۹ حدیث مرفوعا نہیں بلکہ موقوفا صحیح ہے امام بیہقی حافظ ابن حجر وغیرہ نے صراحت کی ہے دیکھیں توضیح الأحکام ۳/۲۳۲

فرماتے ہیں کہ ''أن عمر سأل النبی ﷺ قال کنت نذرت فی الجاهلیة أن أعتکف لیلة فی المسجد الحرام قال أوف بنذرك''(۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے دریافت کرنے کی غرض سے کہا کہ میں نے جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ میں مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف کروں گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی نذر پوری کرو۔

اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ رات کو صوم نہیں رکھا جاتا۔

ایک دن یا ایک رات کا اعتکاف:

اگر کوئی شخص ایک دن کا اعتکاف کرنا چاہتا ہے تو یہ بھی جائز اور درست ہے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: ''من اعتکف یوما ابتغاء وجه الله تعالیٰ جعل الله بینه وبین النار ثلاث خنادق کل خندق ابعد ما بین الخافقین''(۲)

اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کی خاطر ایک دن بھی کوئی اعتکاف میں بیٹھا تو اللہ تعالیٰ اس کے اور عذاب جہنم کے مابین تین خندقوں کو حائل کر دے گا ایک خندق کا دوسری خندق سے فاصلہ بعد المشرقین سے بھی زیادہ ہوگا۔

معلوم ہوا کہ اعتکاف ایک دن کا بھی درست اور جائز ہے ہاں مگر مسجد میں کیونکہ مسجد کے سوا اور مقام میں رہنے کو شرعا اعتکاف نہیں کہتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث جو ابھی گزری اس کے لئے واضح دلیل ہے انہوں نے جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ میں مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف کروں گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی نذر پوری کرو۔

(۱) صحیح بخاری الاعتکاف: ۶ حدیث رقم: ۲۰۳۲ صحیح مسلم حدیث رقم: ۱۶۵۶، ابوداؤد الصیام/۸۰ حدیث رقم: ۲۴۷۴ سنن ترمذی/ الأیمان والنذور ۱۱ حدیث رقم: ۱۵۳۹۔ ابوداؤد کے علاوہ سب کے یہاں صرف ''تم اپنی نذر پوری کرو'' کا لفظ ہے۔

(۲) شعب الإیمان ضعفه الألبانی فی صحیح الجامع الصغیر حدیث رقم: ۶۶۲

ماہ رمضان کے علاوہ میں بھی اعتکاف:

ماہ رمضان کے علاوہ میں بھی اعتکاف سنت ہے کیونکہ رسول ﷺ سے شوال کے آخری عشرہ کا اعتکاف بھی ثابت ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں:''•••••• فترك الاعتكاف ذلك الشهر ثم اعتكف عشرا من شوال''(۱)

آپ ﷺ نے اس ماہ (یعنی رمضان) کا اعتکاف چھوڑ دیا اور شوال کے عشرے کا اعتکاف کیا

مذکورہ حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اعتکاف غیر رمضان میں بھی جائز اور درست ہے لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف زیادہ افضل ہے اسی ناطے آپ ﷺ ہر سال رمضان کے آخری دس دنوں کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں:''أن النبی ﷺ كان يعتكف العشر الأواخر من رمضان حتى توفاه الله ثم اعتكف أزواجه من بعده''(۲)

نبی ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے حتی کہ آپ ﷺ وفات پا گئے پھر آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اعتکاف کرتیں۔

حدیث مذکور سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ عورت بھی اعتکاف کر سکتی ہے ہاں مگر شوہر کی اجازت کے بعد۔

ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ بیوی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف بیٹھے اور نہ ہی کسی غلام کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے مالک کی اجازت کے بغیر اعتکاف بیٹھے۔(۳)

(۱) صحیح بخاری الاعتکاف/۶ حدیث رقم::۲۰۳۳ صحیح مسلم الاعتکاف/۲ حدیث ۱۱۷۳' ابوداؤد الصیام/۷۶ حدیث رقم:۲۴۶۴ سنن ترمذی/ الصوم ۷۱ حدیث رقم:۷۹۱ سنن ابن ماجہ/ الصوم ۵۹ حدیث رقم:۱۷۷۱

(۲) صحیح بخاری الاعتکاف:۱' ۲۰۲۶' صحیح مسلم حدیث رقم:۱۱۷۳' ابو داؤد الصیام/ ۷۶ حدیث رقم: ۲۴۶۲ سنن ترمذی/ الصوم ۷۱ حدیث رقم:۷۹۰ حم ۶/۶۹

(۳) المغنی ۴/۴۸۵

واضح رہے خواتین بھی اعتکاف بیٹھ سکتی ہیں لیکن ان کے لئے اعتکاف بیٹھنے کی جگہ مساجد ہی ہیں نہ کہ گھر کیونکہ قرآن کریم میں اعتکاف کے متعلق جو حکم وارد ہوا ہے اس میں مسجد کی صراحت ہے اور یہ حکم دونوں کو یکساں طور پر شامل ہے۔

کسی بھی حدیث سے اس بات کا ثبوت نہیں ملتا کہ عہد رسالت میں عورتوں نے گھروں میں اعتکاف کیا ہو۔لہذا اعتکاف کے تعلق سے مرد وعورت کے درمیان تفریق من مانی ہوگی۔

صحیح بخاری میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ امہات المؤمنین اعتکاف بیٹھتی تھیں اوران کے خیمے مسجد نبوی ہی میں لگتے تھے۔

معتکف میں داخل ہونے اوراس سے نکلنے کا وقت:

جو رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا چاہے رمضان کی ۲۱/تاریخ کی صبح کو فجر پڑھ کے اپنے معتکف میں داخل ہو اور مسجد ہی میں رہے پھر وہیں سے صلاۃ عید کے لئے نکلے ۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں''كان رسول الله ﷺ اذا اراد ان يعتكف صلى الفجر ثم دخل فی معتكفه''(۱)

رسول ﷺ جب اعتکاف بیٹھنے کا ارادہ فرماتے تو فجر کی نماز پڑھ کر معتکف میں داخل ہوتے۔

مستحبات ومکروہات:

اگر عام مصلیوں کے لئے تنگی کا خوف نہ ہو تو معتکف کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ مسجد میں ایک حجرہ بنالے اوراسی میں رہے بلاضرورت اس سے نہ نکلے' اس حجرہ میں تزکیہ نفس کرے اور اپنے آپ کو صلاۃ ، تلاوت قرآن، تسبیح وتحمید، تہلیل وتکبیر، درود واستغفار، دعا اور دیگر اطاعت کے کاموں میں مشغول رکھے' اپنے اعمال کا محاسبہ اور اپنے احوال پر غور وفکر کرے' بحث ومباحثہ' عبث وفضول گفتگو اور لایعنی باتوں اور کاموں سے اپنے آپ کو بچائے۔رسول

(۱) صحیح بخاری الاعتکاف ۶ حدیث ۲۰۳۳ صحیح مسلم الاعتکاف ۲ حدیث ۱۱۷۲ سنن ابو داؤد/ الصیام ۷۸ حدیث ۲۴۶۴ سنن ترمذی الصوم ۷۱ حدیث:۷۹۱ سنن ابن ماجہ ۵۹ حدیث ۱۷۷۱

ﷺ کا ارشاد ہے:من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه''(۱)
آدمی کے اسلام کی خوبی سے ہے کہ وہ فضول ولایعنی کاموں کو چھوڑ دے۔

آج کل چونکہ عام طور پر ایمانی لحاظ سے طبیعتوں میں صلاح کی جگہ فساد نے اور علم کی جگہ جہل نے لے لی ہے اس لئے بعض معتکفین دوران اعتکاف فرصت کے لمحات کو گلہ' شکوہ 'غیبت اور چغلی نیز دیگر خرافات کو اللہ کے گھر میں سرانجام دیکر ثواب کے بجائے گناہ کماتے ہیں' یہ سب کام تو عام حالت میں بھی مناسب نہیں چہ جائیکہ انہیں دوران اعتکاف اختیار کیا جائے اللہ کے گھر میں بیٹھ کر۔

معتکف کے لئے جائز امور:

اعتکاف والا آدمی مسجد میں بستر چارپائی استعمال کرسکتا ہے' قضائے حاجت کے لئے باہر جا سکتا ہے' غسل اور بالوں میں کنگھی کے لئے سر بھی باہر نکال سکتا ہے' گھر والوں سے ضروری بات کرسکتا ہے اور انہیں رخصت کرنے کے لئے باہر کے دروازے تک آ سکتا ہے، سر میں تیل لگا سکتا ہے، اس کو مونڈانے کے لئے باہر نکل سکتا ہے، بدن کی صفائی ستھرائی غسل وخوشبو وغیرہ کرسکتا ہے' اگر کوئی گھر سے کھانا لانے والا نہیں ہے تو وہ گھر جا کر کھانا کھا سکتا ہے اور افطاری بھی کرسکتا ہے' کوئی ضرورت کی چیز خرید سکتا ہے' اذان دینے کی مقررہ جگہ جا کر اذان دے سکتا ہے۔

ایک شخص مصروف کار ہے وہ اگر اعتکاف کرنا چاہے تو عصر کی نماز کے بعد مسجد میں داخل ہو جائے رات بھر مسجد میں بسر کرے فجر کی نماز ادا کر کے اپنے مشاغل میں مصروف ہو جائے۔

اعتکاف کو باطل کردینے والی چیزیں:

۱۔کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرنا: اگر اعتکاف کرنے والا کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے گا تو اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا کیونکہ کبیرہ گناہ عبادت کی ضد ہے جیسا کہ حدث طہارت اور

(۱) صحیح ترمذی ۱۸۸۶'۹۵۱۱ صحیح الجامع الصغیر

صلاۃ کی ضد ہے(۱)

۲۔ بلاضرورت عمداً مسجد سے نکلنے کی وجہ سے خواہ تھوڑی ہی دیر کے لئے ہو اعتکاف باطل ہو جائے گا۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں''ولا يخرج إلا لما لا بد منه''(۲)

اعتکاف کرنے والا کسی ضرورت کے لئے مسجد سے باہر نہ نکلے الا کہ جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔

ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر اعتکاف بیٹھنے والا کسی ایسے کام کے لئے مسجد سے باہر نکلا جس کے بغیر گزارہ ممکن تھا تو اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا خواہ وہ کچھ ہی دیر کے لئے نکلے(۳)

۳۔ جماع سے اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ارشاد باری تعالی ہے:﴿وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾(۴)

عورتوں سے اس وقت مباشرت نہ کرو جب کہ تم اس وقت مسجدوں میں اعتکاف میں ہو۔

۴۔اعتکاف والا آدمی اپنی بیوی کو شہوت کے ساتھ نہیں چھو سکتا ہے نہ بوس وکنار کرسکتا ہے

۵۔عورت کے لئے حیض ونفاس کا خون شروع ہونے سے اعتکاف باطل ہو جائے گا کیونکہ ایسی صورت میں طہارت وپاکیزگی کی شرط فوت ہو جاتی ہے۔

۸۔شب قدر کی تلاش:

اس مہینہ کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے افضل اور بہتر ہے یعنی اسے عبادت وریاضت کی حالت میں پالینے والے کو ہزار مہینوں کی عبادت کا ثواب

(۱) قرطبی ۲/۳۳۰
(۲) سنن ابوداؤد الصوم: ۸۰ حدیث: ۲۴۷۳ تفصیل کے لئے دیکھیں توضیح الأحکام ۳/۲۳۱
(۳) المغنی ۴/۴۷۲
(۴) البقرة /۱۸۷

مل جائے گا۔اس مبارک رات کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ إِنَّـا أَنْزَلْنَـاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ، وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ، لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ﴾(۱)

یقیناً ہم نے اسے شب قدر میں نازل فرمایا،تو کیا سمجھا کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

غور فرمائیں امت محمد یہ پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا کس قدر خصوصی انعام واحسان ہے کہ مختصر عمر میں زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کرنے کی سہولت فرمادی لیکن سوال یہ ہیکہ یہ دولت کن کے ہاتھ لگے گی صرف اللہ کے انہیں نیک بندوں کے ہاتھ جو اپنے خانہ دل کو محبت الٰہی سے سجائیں گے رب کی کبریائی کا نغمہ جنکی زبان پر رواں دواں ہوگا رات کی تنہائیوں میں استغفار والتجا کی لئے جن کے ہونٹ تھرتھراتے ہونگے اپنی کوتاہیوں اور عصیان وتمرد میں گزرے ہوئے لمحات کو یاد کرکے جن کی آنکھیں اشک بار ہونگی۔

قدر کی رات کونسی ہے:

کثرت احادیث کی بناء پر شب قدر کے سلسلے میں علماء کے مابین بکثرت اقوال پائے جاتے ہیں،ان میں سب سے صحیح اور دلیل سے زیادہ قریب تر بات یہ ہے کہ شب قدر رمضان میں ہے، پھر راجح یہ ہے کہ وہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہے،اس کے لئے ستائیسویں رات کو مخصوص کرنا غیر مناسب ہے کیونکہ یہ رات گھومتی رہتی ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ اللہ کے رسول نے فرمایا:''تحرو ليلة القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان''(۲)

شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ,,التمسوھا

(۱) سورۃ القدر

(۲) صحیح بخاری فضل لیلۃ القدر ۳ حدیث:۲۰۱۷، صحیح مسلم ۱۱۲۹

فی العشر الأواخر من رمضان ليلة القدر فی تاسعة تبقی فی سابعة تبقی فی خامسة تبقی ،،(۱)

شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔جب نو راتیں باقی رہ جائیں یا سات راتیں باقی رہ جائیں یا جب پانچ باقی رہ جائیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

,,التمسوھافی العشر الأواخر من رمضانوالتمسوھا فی التاسعة والسابعة والخامسة قال قلت يا أبا سعيد انكم أعلم بالعدد منا قال أجل قلت: ما التاسعة والسابعة والخامسة قال إذا مضت واحدة وعشرون فالتی تليها التاسعة وإذا مضیٰ ثلث وعشرون فالتی تليها السابعة وإذا مضیٰ خمس وعشرون فالتی تليهاالخامسة قال ابو داؤد لا أدری أخفی علی منه شئ أم لا؟(۲)

شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو،اور اسے نویں،ساتویں،اور پانچویں شب میں تلاش کرو۔

ابونضرہ کہتے ہیں: میں نے کہا: اے ابوسعید! آپ ہم میں سب سے زیادہ اعداد شمار جانتے ہیں،انہوں نے کہا: ہاں میں نے کہا نویں،ساتویں،اور پانچویں شب سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: جب(۲۱) دن گزر جائیں تو اس کے بعد والی رات نویں ہے اور جب (۲۳) دن گزر جائیں تو اس کے بعد والی رات ساتویں ہے اور جب (۲۵) دن گزر جائیں تو اس کے بعد والی رات پانچویں ہے۔

ابوداؤد کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم اس میں سے کچھ مجھ پر مخفی رہ گیا ہے یا نہیں۔

(۱) صحیح بخاری فضل لیلۃ القدر: ۵ حدیث:۲۰۲۱، سنن ابوداؤد الصلاۃ ۳۲۰ حدیث رقم:۱۳۸۱ مسند احمد ا/۲۳۱،۲۷۹،۳۶۰،۳۶۵

(۲) سنن ابوداؤد الصلاۃ ۳۲۰ حدیث رقم:۱۳۸۳، سنن نسائی/ السہو ۹۸ حدیث رقم:۱۳۵۷ سنن ابن ماجہ/ الصیام ۴۰ حدیث رقم:۱۱۶۷ احمد ۳/۹۴

شب قدر نا معلوم ہونے کا سبب:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں ”خرج النبی ﷺ لیخبرنا بلیلة القدر فتلاحی رجلان من المسلمین فقال :خرجت لأخبرکم بلیلة القدر فتلاحی فلان وفلان فرفعت وعسی أن یکون خیرا لکم(۱)

رسول ﷺ ہمیں شب قدر کی خبر دینے کے لئے تشریف لا رہے تھے کہ دو مسلمان آپس میں جھگڑا کرنے لگے۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: میں آیا تھا کہ تمہیں شب قدر بتا دوں لیکن فلاں اور فلاں نے آپس میں جھگڑا کر لیا پس اس کا علم اٹھا لیا گیا اور امید ہے کہ تمہارے حق میں یہی بہتر ہوگا۔

شب قدر کی علامات ونشانیاں:

شب قدر کی کچھ علامات اور نشانیاں ہیں جن کا ذکر احادیث میں ملتا ہے اور علماء نے انہیں بیان کیا ہے۔

۱۔ یہ رات بالکل صاف اور روشن ہوتی ہے اس میں سکون اور دلجمعی ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:”لیلة القدر طلقة ‘لا حارة ولا باردة تصبح الشمس یومها حمراء ضعیفة “(۲)

شب قدر آسان اور معتدل رات ہے جس میں نہ گرمی ہوتی ہے اور نہ سردی اس صبح کو سورج اس طرح طلوع ہوتا ہے کہ اس کی سرخی مدہم ہوتی ہے۔

۲۔صبح کو جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کی روشنی نیزہ کے مانند پھیلی ہوئی نہیں ہوتی بلکہ اس کی شعائیں مدہم ہوتی ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:”تصبح الشمس صبیحة تلك

(۱) صحیح بخاری فضل لیلۃ القدر:۴ حدیث رقم:۲۰۲۳ صحیح مسلم/ الصوم ۴۰ حدیث رقم:۱۱۶۷ سنن ابن ماجہ/ الصیام ۵۶ حدیث رقم:۱۷۶۶

(۲) مسند بزار ۶/ ۴۸۶ ابن خزیمہ ۳/ ۲۳۱ شیخ سلیم ہلالی نے اسے حسن کہا ہے۔

اللیلة مثل الطست لیس لها شعاع حتی ترتفع“ (۱)

شب قدر کی صبح کو سورج کے بلند ہونے تک اس کی شعاع نہیں ہوتی وہ ایسے ہوتا ہے جیسے تھالی۔

۳۔اس رات میں چاند نکلتا ہے تو ایسے ہوتا ہے جیسے بڑے تھال کا کنارہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:”أیکم یذکر حین طلع القمر وهو مثل شق جفنة“ (۲)

تم میں سے کون اسے (شب قدر کو) یاد رکھتا ہے اس میں جب چاند نکلتا ہے تو ایسے ہوتا ہے جیسے بڑے تھال کا کنارہ۔

۴۔ بسا اوقات اس رات میں بارش ہوتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے ”وقد أریت هذه اللیلة ثم أنسیتها ‘فابتغوها فی العشر الآواخر وابتغوها فی کل وتر وقد رأیتنی أسجد فی ماء وطین فاستهلت السماء تلك الیلة فأمطرت“ (۳)

مجھے شب قدر دکھلائی گئی پھر اس کو بھلا دیا گیا پس تم رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو‘ میں نے اپنے آپ کو پانی اور کیچڑ میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا اور ایسا حق اور سچ تھا۔

انکے علاوہ بھی علامات اور نشانیاں ہیں جنہیں علماء نے ذکر کیا ہے لیکن ان میں سے بیشتر نشانیاں ایسی ہیں جنکا کوئی ثبوت کتاب وسنت سے نہیں ملتا ہے بلکہ وہ تجربات ومشاہدہ کے بھی خلاف ہیں مثلا یہ کہا جانا کہ اس رات میں کتے کا بھونکنا کم ہو جاتا ہے‘ تمام درخت زمین پر

(۱) صحیح مسلم المسافرین ۲۵ حدیث: ۷۶۲‘ سنن ابو داؤد الصلاۃ ۳۱۹ حدیث رقم:۱۳۷۸ سنن نسائی/ الاعتکاف حدیث رقم:۳۴۰۶ سنن ترمذی/ الصوم ۷۳ حدیث رقم:۷۹۳

(۲) صحیح مسلم/ الصوم ۴۰ حدیث رقم:۱۱۷۰

(۳) صحیح بخاری فضل لیلۃ القدر ۳ ،حدیث رقم:۲۰۱۸،صحیح مسلم الصوم:۴۰ حدیث:۲۱۳ سنن ابو داؤد الصلاۃ ۳۲۰ حدیث رقم:۱۳۸۲

گر کر اللہ کے حضور سجدہ کرتے ہیں اور پھر اپنی اصلی حالت میں لوٹ جاتے ہیں‘ اس رات میں کھارا پانی میٹھا ہو جاتا ہے وغیرہ۔ دیکھئے تفصیل کے لئے (۱)

شب قدر کی دعا:

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے بتلایئے کہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کون سی رات شب قدر ہے تو میں اس میں کیا دعا کروں؟ آپ نے فرمایا: کہو: اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِي (۲)

اے اللہ! تو بڑا معاف کرنے والا ہے، معافی کو پسند کرتا ہے، مجھ کو معاف کردے۔

آخری عشرہ کی فضیلت:

رمضان المبارک کو جس طرح سال کے دوسرے مہینوں کے مقابلے میں فوقیت اور برتری حاصل ہے اسی طرح اس کے آخری عشرہ کو پہلے دونوں عشرہ پر فوقیت اور برتری حاصل ہے۔

رسول ﷺ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں نماز وتلاوت اور ذکر ومناجات کا خاص اہتمام کرتے اور پہلے سے زیادہ پرشوق، تازہ دم اور سرگرم عمل ہو جاتے تھے۔ صحیح بخاری کی حدیث ہے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: "کان رسول اللہ ﷺ یجتهد فی العشر الأواخر ما لا یجتهد فی غیره" (۳)

یعنی رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں باقی دنوں کی نسبت عبادت میں بہت زیادہ کوشش فرماتے تھے۔

(۱) دروس رمضان ۹۲ الشرح الممتع ۶/ ۴۹۸، ۴۹۹

(۲) سنن ترمذی ۳۵۱۳، سنن ابن ماجہ ۳۱۰۵ صحیح الجامع الصغیر ۴۴۲۳

(۳) صحیح مسلم الاعتکاف: ۸، ۱۱۷۵ ابن ماجہ الصیام: ۵۷ حدیث: ۱۷۶۷

آپ ﷺ رمضان کے دوسرے عشروں میں رات کو سوتے بھی تھے اور قیام بھی کرتے تھے لیکن جب آخری عشرہ آتا تھا تو آپ اپنی راتوں کو زندہ کرتے تھے اور اپنا بستر چھوڑ دیتے تھے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کیفیت کو یوں بیان کیا ہے "إذا دخل العشر شد مئزره وأحیا لیله وأیقظ أهله" (۱)

یعنی جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو آپ کمر کس لیتے اور پوری رات شب بیداری کرتے اور اپنے گھر کے لوگوں (یعنی ازواج مطہرات اور دیگر لوگوں) کو جگاتے

ایک روایت میں ہے "ایقضوا صواحب الحجر فرب کاسیة فی الدنیا عاریة یوم القیامة" (۲)

گھر والیوں کو بیدار کرو، بہت سی دنیا میں پہننے والیاں آخرت میں خالی نظر آئیں گی۔

یہ محض اس لئے کہ وہ بھی ان راتوں کی برکتوں اور سعادتوں میں حصہ لے لیں۔

افسوس آج کے دور میں لوگ ذکر واذکار، دعا اور مناجات کے بجائے رات کا بیشتر حصہ فسق وفجور، عصیان وطغیانی اور بے حیائی، غفلت اور بے پروائی میں گزار کر غضب الٰہی کے مستحق بن جاتے ہیں۔

(۱) صحیح بخاری فضل لیلة القدر: ۵ حدیث: ۲۰۲۴، صحیح مسلم الاعتکاف باب الاجتهاد فی العشر الاواخر حدیث رقم ۱۱۷۴ صحیح الجامع حدیث رقم: ۴۷۱۳ ابن ماجہ الصیام: ۵۷ حدیث: ۱۷۶۸

(۲) صحیح الجامع ۳۵۹۹

احکام صدقۃ الفطر

فطر کا معنی روزہ کھولنا' یا روزہ ترک کرنا ہے چونکہ یہ صدقہ رمضان المبارک کے صوم پورے کرنے کے بعد ان کے ترک پر دیا جاتا ہے لہٰذا صدقۃ الفطر کہلاتا ہے۔

شریعت کی اصطلاح میں اس سے مراد بدن کا صدقہ ہے۔

صدقۂ فطر کا حکم:

صدقۂ فطر ہر مسلمان پر فرض ہے' اس کی فرضیت قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

دلیل کتاب:

صدقۂ فطر اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَاٰتُوْا الزَّکٰوۃَ﴾ (۱)

''زکاۃ ادا کرو'' کے عموم میں داخل ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی﴾ (۲)

یقیناً ان لوگوں نے فلاح پالی جو پاک ہوگئے۔

علماء مفسرین نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ یہ آیت صدقۂ فطر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (۳)

دلیل سنت:

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے: '' فرض رسول اللہ ﷺ زکاۃ الفطر

(۱) البقرۃ ۴۳

(۲) الاعلیٰ ۱۴

(۳) تفسیر ابن کثیر ۴/ ۲۵۰۳ فتح القدیر ۵/ ۴۲۵

صاعا من تمر او صاعا من شعیر علی العبد والحر والذکر والانثی والصغیر والکبیر من المسلمین وامر بھا ان تودیٰ قبل خروج الناس الی الصلاۃ ''(۱)

ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو ہر مرد وعورت، چھوٹے بڑے اور آزاد وغلام مسلمان پر فرض فرمایا ہے اور صلاۃ عید کے لئے نکلنے سے پہلے ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔

اس حدیث میں اللہ کے رسول نے زکاۃ فطر کی فرضیت کی تصریح فرمائی ہے اسے زکاۃ فطر سے تعبیر کرنے میں بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ (۲)

دلیل اجماع:

ابن منذر وغیرہ نے اس کے وجوب پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے۔ (۳)

تاریخ مشروعیت:

شعبان ۲ھ ہجری میں صدقۂ فطر کی مشروعیت ہوئی۔ (۴)

صاحب تحفۃ الاحوذی محدث عبدالرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں: ۲ھ ہجری ماہ رمضان میں عید سے دو روز قبل صدقۃ فطر فرض ہوا۔ (۵)

(۱) صحیح بخاری: الزکاۃ: ۷۰ حدیث: ۱۵۰۳ صحیح مسلم: الزکاۃ: باب زکاۃ الفطر علی المسلمین لا من التمر والشعیر (۹۸۴) ابو داؤد: الزکاۃ: حدیث: ۱۶۱۱ ترمذی: الزکاۃ: ۳۵، ۳۶ (۶۷۶) نسائی: الزکاۃ: ۳۳ (۲۵۰۵) ابن ماجہ: الزکاۃ ۲۱ (۲۶)

(۲) تفصیل کے لئے دیکھئے: سبل السلام ۲/ ۸۲۹ فقہ السنۃ ۱/ ۳۷۱' توضیح الاحکام شرح بلوغ المرام ۳/ ۳۷۱' فتاوی اسلامیہ ۲/ ۹۸ وغیرہ۔

(۳) الاجماع لابن المنذر (۴۹)

مزید دیکھئے الاجماع فی الفقہ الاسلامی (۱/ ۴۹۲) نیل الأوطار ۳/ ۱۴۳

(۴) المرقاۃ ۴/ ۱۵۹' فقہ السنۃ ۱/ ۳۷۲' فقہ الزکاۃ ۲/ ۱۹۸' توضیح الاحکام شرح بلوغ المرام ۳/ ۳۷۱' الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲/ ۹۰۰

(۵) تحفۃ الاحوذی ۳/ ۳۹۱

صدقۂ فطر کا مقصد:

۱۔صوم کی تکمیل، قیام اللیل کی ادائیگی، اور دیگر اعمال صالحہ کی انجام دہی کی نعمت پر اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری۔

۲۔صوم کی حالت میں سرزد ہونے والی لغو اور بیہودہ باتوں سے پاکیزگی حاصل ہو۔

۳۔غریب اور ضرورتمندوں کو مدد بہم پہونچے، ان کے گھر بھی خوشیاں دوڑ جائیں اور عید کے دن وہ بھیک مانگنے پر مجبور نہ ہوں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: فرض رسول الله ﷺ زكاة الفطرطهرة للصائم من اللغو والرفث وطعمة للمساكين (۱)

رسول اللہ ﷺ نے زکاۃ فطر کو صائم (روزہ دار) کی لغو اور بیہودہ باتوں سے پاکی کے لئے اور مسکینوں کی خوراک کے لئے مقرر فرمایا۔

صدقۂ فطر میں کون سی چیز نکالنی چاہئے؟

اس سلسلے میں صحیح اور درست بات یہ ہے کہ جن غلہ جات کو انسان بطور خوراک استعمال کرتا ہے ان سے صدقۂ فطر ادا کر سکتا ہے اس کے لئے کوئی متعین قسم کے غلہ کی شرط نہیں ہے رسول ﷺ کے زمانہ میں چونکہ لوگ عموما جو، کھجور، منقہ اور پنیر کھاتے تھے اس لئے آپ نے صحابہ کرام کو ان اجناس سے صدقۃ الفطر ادا کرنے کا حکم دیا جیسا کہ اس بات کی صراحت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے وہ بیان کرتے ہیں: ”كنا نعطيها فی زمان النبی ﷺ صاعا من طعام أو صاعا من تمر أ و صاعا من شعيرأو صاعامن من زبيب فلما جاء معاوية وجاء ت السمراء قال ارى مدا من هذا يعدل مدين“ (۲)

(۱) ابوداؤد: الزکاۃ: باب زکاۃ الفطر (۱۶۰۹) ابن ماجہ: الزکاۃ: ۲۱ (۱۸۲۷)

(۲) صحیح بخاری: الزکاۃ: ۷۵ (۱۵۰۸)

ہم رسول ﷺ کے زمانہ میں عید الفطر کے دن (فی کس) کھانے کا ایک صاع ہم دیا کرتے تھے اور اس زمانہ میں ہمارا کھانا جو، کھجور، کشمش ہوا کرتا تھا جب معاویہ آئے تو انہوں یہ رائے ظاہر کی کہ شام کا دو مد سمراء گیہوں ایک صاع کھجور کے برابر ہے۔

ہمارے ملک میں گیہوں، چنا جو، مکئی، باجرہ، چاول اور جوار وغیرہ اجناس خوردنی ہیں اور لوگ انہیں خوراک کے طور پر استعمال کرتے ہیں لہٰذا جس علاقہ میں جو جنس زیادہ استعمال ہوتی ہو اس سے صدقۂ فطر ادا کر سکتے ہیں۔

صدقۂ فطر کتنا دیا جائے؟

صدقۂ فطر کی صحیح اور شرعی مقدار ایک صاع ہے۔ایک صاع دو کیلو چالیس گرام کا ہوتا ہے چاہے جس جنس سے ادا کیا جائے رسول ﷺ کے زمانہ میں یہی دستور اور یہی معمول تھا جیسا کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی درج ذیل حدیث سے پتہ چلتا ہے وہ بیان کرتے ہیں: ” كنا نخرج اذا كان فينا رسول الله ﷺ زكاة الفطر عن كل صغير و كبير حر او مملوك صاعا من طعام او صاعا من اقط او صاعا من شعير او صاعا من تمر او صاعا من زبيب فلم نزل نخرجه حتىٰ قدم علينا معاوية بن ابی سفيان حاجا او معتمرا فكلم الناس على المنبرفكان فيما كلم به الناس ان قال انی ارى ان مدين من سمراء الشام تعدل صاعا من تمر فاخذ الناس بذالك قال ابو سعيد فاما انا فلا ازال اخرجه كما كنت اخرجه ابدا ما عشت“ (۱)

جب رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان باحیات تھے ہم لوگ صدقہ فطر برابر ہر چھوٹے اور بڑے آزاد اور غلام کی طرف سے ایک صاع کھانا یا ایک صاع پنیر یا کھجور یا کشمش

(۱) صحیح بخاری: الزکاۃ: ۷۳ (۱۵۰۶) صحیح مسلم: الزکاۃ (۹۸۵) ابوداؤد: الزکاۃ: باب کم یؤدی فی صدقۃ الفطر (۱۶۱۶) ترمذی الزکاۃ: ۳۵ (۶۷۳) نسائی: الزکاۃ: ۳۷ (۲۵۱۳) ابن ماجہ: الزکاۃ: ۲۱ (۱۸۲۹)

یا کشمش نکالتے تھے، پھر ہم اسی طرح نکالتے رہے یہاں تک کہ معاویہ بن ابی سفیان (اپنے

دورحکومت میں) حج یا عمرہ کرنے آئے توانہوں نے ممبر پر چڑھ کراپنی یہ رائے ظاہر کی کہ شام کا دومد سمراء گیہوں ایک صاع کھجور کے برابر ہے پھر کیا تھا کچھ لوگوں نے ان کی رائے کواپنالیا مگر میں اب بھی جس طرح اللہ کے رسول کی زندگی میں کیا کرتا تھااس پر باقی ہوں ۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے **قال**: امر النبی ﷺ بزکاۃ الفطر صاعا من تمر او صاعا من شعیر(۱)

آپ ﷺ نے صدقۂ فطر کی مقدار ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو مقرر فرمایا۔

مذکورہ احادیث اوراس معنی کی دیگر صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صدقۂ فطر کی صحیح اور شرعی مقدار ایک صاع ہے خواہ وہ کسی جنس سے ہو' اس سلسلے میں سستا اور مہنگا کو بنیاد بنا کر کسی بھی قسم کی تفریق درست نہیں کیونکہ جن اجناس کو صدقۂ فطر کے طور پر دینے کی صراحت آپ ﷺ کے زمانہ میں ہے وہ بھی قیمت کے اعتبار سے آپس میں اس زمانہ میں برابر نہیں تھیں مگر نصاب کے اعتبار سے سب ایک صاع متعین تھی' ہاں بعض صحابہ کے تعلق سے اس بات کا ذکر ملتا ہے کہ انہوں نے گیہوں کو گراں سمجھ کر نصف صاع دینے کا فتویٰ دیا تھا لیکن یہ ان کا اپنا اجتہاد تھا جسے دوسرے صحابہ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ سنن کی بعض کتابوں میں" نصف صاع من بر" یا" نصف صاع من قمح " کے الفاظ بھی آتے ہیں لیکن یہ احادیث محدثین کے نزدیک پایۂ ثبوت کو نہیں پہونچتیں لہٰذا قابل اعتبار نہیں۔

صدقۂ فطر میں نقدی (قیمت) دینے کا حکم:

صدقۂ فطر میں نقدی (قیمت) نکالنا قطعاً جائز نہیں ہے کیوں کہ آپ ﷺ سے نقد دینے کا ثبوت نہیں باوجود اس کے کہ اس وقت درہم ودینار کی شکل میں نقدی کا وجود تھا اور لوگ اس کے ضرورت مند بھی تھے۔

نبی ﷺ نے صدقہ فطر مختلف اجناس میں متعین کیا ہے جن کی قیمتیں غالباً مختلف ہوتی ہیں اگر قیمت کا اعتبار ہوتا تو کسی ایک جنس کا ایک صاع واجب ہوتا اور دوسرے اجناس سے اس

(۱) صحیح بخاری :الزکاۃ ۳۴۷(۱۵۰۷) صحیح مسلم:الزکاۃ:باب زکاۃ الفطر علی المسلمین (۹۸۴)

کی قیمت کے مطابق مقدار واجب ہوتی۔

آپ کے بعد کسی ایک صحابی سے بھی یہ بات ثابت نہیں کہ انہوں نے صدقۂ فطر میں قیمت نکالی ہو جبکہ وہ سنت رسول ﷺ کے سب سے بڑے جانکار اور سمجھ رکھنے والے تھے۔

مزید براں قیمت نکالنے سے فطرہ کی حقیقت ختم ہو جاتی ہے کیونکہ وہ ایک ظاہری شعار ہے جسے سب جانتے ہیں جبکہ قیمت نکالنے کی شکل میں وہ ایک مخفی صدقہ ہو جاتا ہے جسے صرف دینے اور لینے والے ہی جانتے ہیں۔

صدقۂ فطر کن لوگوں کی طرف سے ادا کیا جائے؟

صدقۂ فطر کنبہ کے چھوٹے' بڑے مرد' عورت آزاد غلام ہر فرد کی طرف سے ادا کیا جاتا ہے ان میں شیر خوار بچوں سے لیکر شیخ فانی تک سب ہی لوگ شامل ہیں کوئی شخص مستثنیٰ نہیں ہے حتیٰ کہ اگر کسی شخص کا انتقال عید کی رات سورج غروب ہونے کے بعد ہو جائے تو اس کی طرف سے بھی صدقۂ فطر نکالنا ضروری ہوگا اسی طرح اگر غروب سے پہلے کسی بچہ کی پیدائش ہو جائے تو اس کی طرف سے بھی صدقۂ فطر واجب ہے اور اگر غروب کے بعد پیدائش ہوئی تو واجب نہیں ہے' لیکن مستحب۔ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں:" فرض رسول اللہ ﷺ زکاۃ الفطر صاعا من تمر اوصاعا من شعیر علی العبد والحر والذکر والانثی والصغیر والکبیر من المسلمین وامر بها ان تودی قبل خروج الناس الی الصلاۃ"(۱)

ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو ہر مرد وعورت، چھوٹے بڑے اور آزاد وغلام مسلمان پر فرض فرمایا ہے اور صلاۃ عید کے لئے نکلنے سے پہلے ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ اپنے کنبہ کے ہر چھوٹے بڑے افراد حتیٰ کہ اپنے غلاموں اور ان کے بچوں کی طرف سے فی کس کھجور کا ایک صاع صدقۂ فطر ادا کیا کرتے تھے ایک سال مدینہ میں کھجوریں پیدا نہ ہوئیں تو انہوں نے اس سال جو سے صدقۂ فطر ادا کیا۔

(۱) تخریج گزر چکی ۱۰۳

آنحضرت ﷺ کے اس فرمان کے پیش نظر کنبہ کے رکن اعلیٰ کو اپنے بیوی بچوں، غلاموں اوران بے کس محتاجوں کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا پڑے گا جن کے پاس مال نہیں ہے اوران کی خوراک کا اس نے ذمہ لے رکھا ہے۔

☆ اسی طرح کافر آدمی اگر غروب آفتاب سے پہلے مسلمان ہو جائے تو اس پر صدقہ واجب ہے، اور اگر غروب آفتاب کے بعد اسلام لائے تو واجب نہیں ہے۔

کیا حمل کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کیا جائے؟

علامہ ابن حزم واجب قرار دیتے ہیں جبکہ ان کے برخلاف جمہور اہل علم یہ کہتے ہیں کہ حمل کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں (۱)

اس سلسلے میں صحیح اور درست بات یہ ہے کہ پیٹ کے بچے پر صدقۂ فطر واجب نہیں ہے لیکن مستحب ہے۔ حضرت عثمان سے یہ عمل ثابت ہے۔ (۲)

ابو قلابہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام ہر چھوٹے اور بڑے کی طرف سے صدقہ فطر نکالتے یہاں تک کہ ماں کے پیٹ میں جو بچہ ہوتا ہے اس کی طرف سے بھی (ابو بکر نے اسے مسند شافعی میں روایت کیا ہے)

ملحوظہ:

کھیتی باڑی، دوکان یا گھر کے کام کاج کے لئے رکھے ہوئے ملازم، غلاموں کے حکم میں نہیں ہیں یہ اپنا اور اپنے بال بچوں کا صدقہ خود ادا کریں گے آقا پر ان کا صدقہ لازم نہیں ہے۔

یتیم اور دیوانے کا صدقہ:

اگر یتیم اور مجنون صاحب مال ہیں تو ان کے مال کی زکاۃ اور صدقۂ فطر ان کے مال

(۱) تفصیل کے لئے دیکھیں المحلی ۶/ ۱۳۲ فقہ الزکاۃ ۲/ ۹۲۷ المغنی ۴/ ۳۱۷

(۲) الارواء (۸۴۱) تفصیل کے لئے دیکھیں: نیل الاوطار ۳/ ۱۴۴، توضیح الاحکام شرح بلوغ المرام ۳/ ۳۷۵، المغنی لابن قدامہ ۴/ ۳۱۷، فقہ الزکاۃ ۲/ ۹۲۷

سے ادا کیا جائے گا اور اگر یہ لوگ محتاج ہیں ان کے پاس کوئی مال نہیں تو ان کی طرف سے صدقۂ فطر وہ شخص ادا کرے جس نے ان کے طعام وخوراک کا انتظام اپنے ذمہ لے رکھا ہو ایک روایت میں اس کا ذکر ملتا ہے ”ادوا صدقة الفطر عمن تمونون“ (۱)

یعنی ان لوگوں کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرو جن کے اخراجات نان ونفقہ تم نے برداشت کر رکھے ہیں۔

صدقۂ فطر واجب ہونے کا وقت:

تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ صدقۂ فطر رمضان کے آخر میں واجب ہے لیکن وقت کے تعین میں ان کا اختلاف ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ رمضان کی آخری تاریخ کو سورج ڈوبنے سے صدقۂ فطر واجب ہو جاتا ہے، کیونکہ رمضان سے آزاد ہونے کا یہی وقت ہے۔

صدقۂ فطر کب دیا جائے؟

فطرہ ادا کرنے کے دو اوقات ہیں ایک فضیلت کا وقت اور ایک جواز کا وقت۔

افضل یہ ہے کہ صدقۂ فطر عید کے دن صلاۃ عید سے پہلے نکالی جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”امرنا رسول الله ﷺ بزكاة الفطر ان تؤدى قبل خروج الناس الى الصلاة“ (۲)

یعنی آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو صلاۃ کے لئے نکلنے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔

لیکن مصلحت عامہ کے پیش نظر صدقۂ فطر عید سے ایک یا دو دن پہلے بھی نکال سکتے ہیں اور یہ چیز صحابہ کرام کے عمل سے ثابت ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام نافع صدقہ فطر کے بارے میں کہتے ہیں: كانوا يعطون قبل الفطر بيوم أو يومين (۳)

صحابہ کرام اسے عید الفطر سے ایک یا دو دن پہلے دے دیا کرتے تھے۔

(۱) ارواء الغلیل (۸۳۵) دار قطنی (۲۲۰) بیہقی ۴/ ۱۶۱ یہ روایت حسن درجہ کی ہے۔

(۲) تخریج گزر چکی ۱۰۳

(۳) صحیح بخاری: الزکاۃ: باب صدقة الفطر علی الحر والمملوک (۱۵۱۱)

ابوداؤد میں صحیح سند سے ثابت ہے" وکان ابن عمر یؤدیھا قبل ذلك باليوم واليومين" (۱)
عبداللہ بن عمر عید سے ایک یا دو دن پہلے ہی فطرہ ادا کر دیا کرتے تھے۔

صدقۂ فطر کا آخری وقت:

صدقۂ فطر صلاۃ عید سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو اس بات کی تاکید فرمائی تھی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تاحیات اس پر کاربند رہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے: "فرض رسول الله ﷺ زكاة الفطر طهرة للصائم من اللغو والرفث وطعمة للمساكين فمن اداها قبل الصلاة فهي زكاة مقبولة ومن اداها بعد الصلاة فهي صدقة من الصدقات" (۲)

جس نے اسے صلاۃ عید سے پہلے ادا کر دیا تو یہ قابل قبول زکاۃ ہوگی اور جس نے صلاۃ کے بعد اسے ادا کیا تو وہ صرف صدقات میں سے ایک صدقہ ہی ہے۔

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ صدقۂ فطر کا آخری وقت لوگوں کے صلاۃ عید کے لئے نکلنے سے پہلے کا وقت ہے صلاۃ عید کے بعد صدقۂ فطر ادا کرنا نہ دینے کے برابر ہے' اس کا شمار عام صدقہ میں تو ہوگا لیکن صدقہ فطر کے طور پر نہیں۔

علامہ ابن رسلان فرماتے ہیں وقت وجوب سے تاخیر کر کے ادا کرنا حرام ہے' اس لئے کہ فطرہ ایک زکاۃ ہے اور زکاۃ کو تاخیر سے ادا کرنا گناہ ہے جس طرح کہ صلاۃ کو وقت نکل جانے کے بعد ادا کرنا۔ (۳)

ہاں اگر کسی نے گھر کے تمام افراد کی طرف سے فی کس ایک صاع کے حساب سے غلہ الگ کر دیا ہے' کچھ مساکین میں تقسیم کر دیا ہے اور کچھ خاص قسم کے غرباء کو دینے کے لئے رکھ دیا ہے جو اس وقت وہاں موجود نہیں ہیں تو انشاء اللہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(۱) صحیح بخاری الزکاۃ ۷۰ حدیث: ۱۵۰۳ صحیح مسلم الزکاۃ ۵ حدیث ۹۸۶ ابوداؤد: الزکاۃ (۱۶۱۰)
(۲) ابوداؤد الزکاۃ: باب زکاۃ الفطر (۱۶۰۹) ابن ماجہ: الزکاۃ: باب صدقۃ الفطر (۱۸۲۷)
(۳) فقہ السنۃ ۲/ ۱۰۹

غرباء بھی صدقہ فطر ادا کریں:

صدقۂ فطر کے وجوب کے لئے صاحب نصاب ہونا ضروری نہیں بلکہ صدقۂ فطر ہر اس شخص پر واجب ہے جس کے پاس صدقۃ الفطر کے علاوہ ایک دن اور رات کی خوراک موجود ہے کیونکہ صدقۂ فطر اشخاص پر عائد ہوتی ہے جبکہ عام زکاۃ اموال پر عائد ہوتی ہے اس لئے صدقۂ فطر کے لئے نصاب وغیرہ کی شرط لگانا درست نہیں' مزید برآں صدقۂ فطر کا مقصد جس طرح شارع علیہ السلام نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اس سے غرباء اور مساکین کے لئے خوراک مہیا ہو اسی طرح یہ بھی فرمایا ہے کہ اس سے صوم لغو ورفث سے پاک وصاف ہو جائے اور صوم کی تطہیر امیر وغریب دونوں کے لئے ضروری ہے نیز جن احادیث سے صدقۂ فطر کا وجوب اور فرضیت ثابت ہوتی ہے ان میں امیر وغریب کا کوئی امتیاز نہیں کیا گیا ہے بلکہ احادیث میں تو صراحتا امیر وغریب دونوں کو صدقۂ فطر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ ابوداؤد میں ہے: "اما غنيكم فيزكيه الله وأما فقيركم فيرد الله عليه اكثر مما اعطاه" (۱)

رہا تمہارے مالدار کا معاملہ تو اس کی تطہیر ہو جائے اور رہا تمہارے فقیر کا معاملہ تو اللہ اس پر لوٹائے گا اس سے زیادہ جتنا کہ اس نے دیا ہے۔

اس حدیث کے تحت امام خطابی ابوداؤد کی شرح معالم میں لکھتے ہیں: یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اگر فقیر کے پاس صدقۂ فطر ادا کرنے کی گنجائش ہے تو اس پر صدقہ دینا لازم ہے کیونکہ اللہ کے رسول نے فرمایا ہے کہ "فقیر جتنا دے گا اللہ تعالیٰ اس کے گھر اس سے زیادہ لوٹا دے گا"۔ اس میں جہاں آپ نے اسے دوسروں سے صدقہ لینے کی اجازت دی ہے وہاں اس پر اپنی طرف سے صدقہ کرنا واجب ٹھہرایا ہے۔ (۲)

(۱) ابوداؤد: الزکاۃ باب من روی نصف صاع من قمح (۱۶۱۹) وقد أخرجه: حم (۵/ ۴۳۲) (ضعیف)
یہ روایت ضعیف ہے نعمان بن راشد کے سبب
(۲) المصدر السابق

امام شوکانی فرماتے ہیں کہ یہ دوسرا مسلک ہی حق اور صحیح ہے اور نصوص شرعیۃ کا یہی تقاضا ہے۔(۱)

☆ بعض ائمہ کے نزدیک صدقۂ فطر صرف اغنیاء پر واجب ہے غرباء پر نہیں اور یہ مذہب احناف کا ہے۔ ہدایہ میں ہے: "صدقة الفطر واجبة على الحر المسلم اذا كان مالكا لمقدار نصاب فاضلا عن مسكنه وثيابه واثاثه وفرسه وسلاحه وعبده"(۲)

صدقہ فطر واجب ہے آزاد مسلمان پر جبکہ وہ مالک ہو نصاب کا اور زائد ہو اس کی گھریلو ضروریات مثلاً گھر کپڑا، سامان زیست، سواری کا گھوڑا، ہتھیار، غلام وغیرہ۔

صدقۂ فطر کو اجتماعی طور پر کسی ایک جگہ جمع کرنا:

مصلحت کے پیش نظر صدقۂ فطر کی نگرانی کی ذمہ داری کسی معتبر ادارہ یا تنظیم کو سونپنا جائز اور درست ہے۔ ذات رسالت مآب ﷺ نے یہ ذمہ داری ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کو سونپی تھی وہ خود بیان کرتے ہیں" وكلني رسول الله ﷺ بحفظ زكاة رمضان" (۳)

رسول ﷺ نے مجھے صدقہ فطر کی نگرانی کی ذمہ داری سونپی تھی۔

صدقۂ فطر کے حقدار:

صدقہ فطر کے حقدار مساکین ہیں یعنی ایسے محتاج اور ضرورت مند اور غریب قسم کے لوگ جن کی اگر خبر گیری نہ کی جائے تو نوبت فقر تک پہونچ جائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:"فرض رسول الله ﷺ زكاة الفطر طهرة للصائم من اللغو والرفث وطعمة للمساكين"(۴)

(۱) نیل الاوطار ۳/ ۲۹۷

(۲) الہدایۃ مع نصب الرایۃ ۲/ ۴۲۹ بیروت

(۳) صحیح بخاری/ فضائل القرآن: ۱ (۲۱۲۳)

(۴) تخریج گزر چکی ۱۰۴

رسول اللہ ﷺ نے صدقۂ فطر فرض کیا لغو اور بیہودگی سے صائم کی پاکی اور مسکینوں کی خوراک کے لئے۔

نیز بیہقی اور دارقطنی میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:"اغنوهم في هذا اليوم"(۱)

آج کے دن انھیں بے نیاز کر دو۔ بیہقی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:" آج کے دن چکر لگانے سے انھیں بے نیاز کر دو۔

کچھ لوگوں کی رائے یہ ہے کہ صدقہ فطر کے حقدار وہی لوگ ہیں جو زکاۃ کے حقدار ہیں یعنی جن لوگوں کو زکاۃ دی جاتی ہے انہیں ہی فطرانہ دیا جائے گا لیکن یہ رائے درست نہیں کیونکہ رسول ﷺ نے فطرانہ کے لئے" مساکین" کا ذکر بطور خاص فرمایا ہے۔

دیکھنے میں یہ بھی آتا ہے کہ کچھ لوگ صدقۂ فطر رشتہ داروں، پڑوسیوں یا باہمی تبادلہ کے طور پر یا ہر سال چند متعین خاندانوں ہی کو صدقہ فطر دیا کرتے ہیں اور ان کے مالی حالات پر غور نہیں کرتے کہ وہ صدقہ فطر کے حقدار ہیں بھی یا نہیں۔ یہ تمام باتیں غلط ہیں۔

صدقۂ فطر کی ادائیگی کا طریقہ:

صدقہ فطر کئی فقیروں پر تقسیم کر دینا بھی جائز ہے اور اس کے برعکس کئی لوگوں کا صدقہ فطر ایک ہی فقیر کو دینا بھی درست ہے۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" ایک سے زیادہ ضرورت مندوں میں صدقۂ فطر کی تقسیم جائز ہے، اسی طرح کئی لوگوں کا فطرہ کسی ایک ضرورت مند کو دینا بھی جائز ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے مقدار کی تحدید تو فرمادی ہے، لیکن کس کو دیا جائے اس کی تحدید نہیں کی ہے (۲)

(۱) البیہقی/ ۱۷۵، دارقطنی: ۲۲۵ عن سعید بن منصور۔ البانی رحمہ اللہ نے سند کو ضعیف قرار دیا ہے دیکھیں ارواء (۸۴۴) ۳/ ۳۳۲

(۲) مجالس شہر رمضان ۳۳۲

صدقۂ فطر دینے کی جگہ:

ہونا تو یہی چاہئے کہ آدمی جہاں پر موجود ہے خواہ وہ اس کا وطن ہو یا عارضی طور پر مقیم ہو وہیں کے فقیروں کو صدقۂ فطر دے دے' کیونکہ صدقۂ فطر کا تعلق بدن سے ہے۔ لہٰذا جب صدقۂ فطر کی ادائیگی کا وقت آئے تو آپ جس جگہ رہیں وہیں صدقہ ادا کردیں' لیکن اگر وہاں لینے والے نہ ہوں یا کوئی شرعی مصلحت ہو تو دوسری جگہ رہنے بسنے والے فقیروں کو دیا جاسکتا ہے کیونکہ اصل جواز ہے اور دوسری جگہ بھیجنے سے روکنے والی کوئی دلیل موجود نہیں۔

ایک اہم گزارش:

صدقہ فطر میں گھٹیا اور ردی مال نکالنے سے پرہیز کرنا ضروری ہے کیونکہ صدقہ کی قبولیت کے لئے جہاں یہ ضروری ہے کہ وہ حلال اور پاکیزہ کمائی سے ہو اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ ردی اور نکمی نہ ہو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ﴾ (۱)

جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرو گے ہرگز بھلائی نہ پاؤ گے اور تم جو خرچ کرو اسے اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے۔

اس آیت کریمہ کا شان نزول میں مفسرین لکھتے ہیں کہ بعض انصار مدینہ خراب اور نکمی کھجوریں بطور صدقہ مسجد میں دے جاتے جس پر یہ آیت نازل ہوئی (۲)

اس مفہوم کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ

(۱) آل عمران ۹۲

(۲) تفسیر بن کثیر ۱/۵۰۶ فتح القدیر

تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ﴾ (۳)

اے ایمان والو اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور زمین میں سے تمہارے لئے ہماری نکالی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرو اور خراب چیز دینے کا قصد بھی نہ کرو' تم اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو اگر تم کو کوئی ایسی چیز دے تو نہ لو گے مگر آنکھیں بند کرلو تو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ بے پرواہ اور خوبیوں والا ہے۔

نبی ﷺ کا ارشاد ہے "لاتطعموهم مما لا تأكلون يعنى المساكين" (۲)
تم انہیں یعنی مسکینوں کو ایسی چیز نہ کھلاؤ جنہیں تم خود نہیں کھا سکتے۔

(۱) البقرة ۲۶۷

(۲) (السلسلة الصحيحة (۲۴۲۶)

عید کے احکام ومسائل

عید کا معنی:

عید عربی لفظ ہے جو عاد یعود عوداً سے مشتق ہے جس کے معنی بار بار لوٹ کر آنا کے ہوتے ہیں چونکہ یہ دن تمام مسلمانوں کے لئے خوشی کے طور پر ہر سال لوٹ کر آتا ہے اس لئے عید کو عید کہتے ہیں۔ (۱)

رسول ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''یا ابا بکر !إن لکل قوم عیداً وھذا عیدنا ''(۲)

اے ابوبکر! ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔

ابن عابدین کہتے ہیں: عید کا نام عید اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس میں اللہ تعالی نے کچھ ایسی خوبیاں اور اچھائیاں رکھی ہیں جو اس کے بندوں پر ہر سال لوٹ کر آتی ہیں مثلا دن میں کھانے سے روک دیئے جانے کے بعد پھر سے کھانے کی اجازت مل جانا اور صدقہ فطر وغیرہ (۳)

تاریخ مشروعیت:

صلاۃ عید کی مشروعیت ۲ھ میں ہوئی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اپنی کتاب تلخیص میں لکھتے ہیں ''اشتھر فی السیر ان اول عید شرع عید الفطر وانہ فی السنۃ الثانیۃ

(۱) القاموس المحیط ص۲۷۴، المنجد ص۵۹۰، نیل الأوطار ۲/۵۷۹ توضیح الأحکام ۲/۳۷۹

(۲) صحیح بخاری کتاب العیدین، باب سنۃ العیدین لأہل الإسلام حدیث رقم: ۹۵۲ صحیح مسلم حدیث رقم: ۸۹۲ وانظر صحیح الجامع ۱۲/۸۷

(۳) حاشیہ ابن عابدین ۳/۴۴

من الھجرۃ (۱)

اہل سیرت کے نزدیک مشہور ہے کہ سب سے پہلے عید جو ہوئی وہ عید الفطر تھی اور یہ ۲ھ میں ہوا۔

بعض حضرات نے یہ موقف ظاہر کیا ہے کہ عید ہجرت کے پہلے سال مشروع ہوئی (۲)

صلاۃ عید کا حکم:

اس مسئلہ میں فقہاء کے مابین اختلاف ہے۔

محققین علماء کی ایک بڑی جماعت مثلا شیخ الاسلام ابن تیمیہ، علامہ شوکانی، امیر صنعانی، نواب صدیق حسن خان، علامہ البانی اور دیگر اہل علم کا کہنا ہے کہ صلاۃ عید ہر مکلّف شخص پر واجب ہے جو عذر کے بغیر ساقط نہیں ہوگی انہوں نے حضرت ام عطیہ سے مروی ایک حدیث سے استدلال کیا ہے۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''امرنا رسول اللہ ﷺ ان نخرج الحیض یوم العیدین وذوات الخدور فیشھدن جماعۃ المسلمین ودعوتھم وتعتزل الحیض عن مصلاھن قالت امرأۃ یا رسول اللہ احدانا لیس لھا جلباب قال لتلبسھا صاحبتھا من جلبابھا''(۳)

ہم کو نبی ﷺ نے حکم دیا کہ ہم عید الفطر اور عید الأضحیٰ میں کنواری، پردہ نشین اور حائضہ عورتوں کو عیدگاہ لے چلیں شادی شدہ، حیض والیوں اور غیر شادی شدہ پردہ دار خواتین کو لے کر نکلیں۔ البتہ حیض والیاں عیدگاہ سے الگ رہیں گی اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہوں گی۔ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو؟ آپ نے فرمایا: اس کی بہن اسے اپنی چادر اڑھا لے۔

☆ حدیث مذکور میں اللہ کے رسول نے عورتوں کو صلاۃ عید کے لئے نکلنے کا حکم دیا ہے اور کسی کام کا حکم دینا اس کے وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

(۱) التلخیص ۱/۱۴۲

(۲) الفقہ الإسلامی وادلتہ ۲/۱۳۸۶

(۳) تخریج آئے گی عورت بھی۔۔۔۔

☆ مزید برآں یہ دین کے شعائر میں سے ہے اور دین کے شعائر واجب ہوا کرتے ہیں۔

☆ اگر عید اور جمعہ ایک ہی دن جمع ہو جائیں تو عید صلاۃ جمعہ کو ساقط کر دیتی ہے اور یہ معلوم ہے کہ نوافل فرائض کو ساقط نہیں کر سکتے۔(۱)

ان کے برخلاف امام مالک امام شافعی اور دیگر اہل علم کا یہ موقف ہے کہ صلاۃ عید سنت مؤکدہ ہے انہوں نے حدیث اعرابی سے استدلال کیا ہے کہ جب دیہاتی نے نبی کریم ﷺ سے استفسار کیا کہ فرائض اسلام اور صلاۃ پنجگانہ کے علاوہ بھی کیا مجھ پر کوئی فرض باقی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ,,إلا أن تطوع،، اس کے علاوہ کوئی فرض نہیں الا یہ کہ تم اسے نفلی طور پر ادا کرو۔(۲)

صلاۃ عید کا وقت:

صلاۃ عید کا وقت سورج نکلنے اور کچھ اوپر اٹھنے (تقریبا سورج نکلنے کے پندرہ منٹ بعد) سے شروع ہوتا ہے حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں ’’أنه خرج مع الناس يوم عيد فطر أو أضحى فأنكر إبطاء الإمام وقال إنا كنا قد فرغنا ساعتنا هذه وذلك من التسبيح‘‘ (۳)

وہ لوگوں کے ساتھ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن نکلے تو انہیں امام کے تاخیر کر دینے پر نہایت تعجب ہوا اور انہوں نے کہا کہ بیشک ہم تو اس وقت صلاۃ سے فارغ ہو چکے ہوتے تھے اور وہ تسبیح کا وقت تھا۔

تسبیح کے وقت سے مراد صلاۃ چاشت کا وقت ہے یعنی جب سورج طلوع ہونے کے بعد مکروہ وقت ختم ہو جاتا ہے۔

(۱) تفصیل کے لئے دیکھیں تمام المنۃ: ص۳۴۴ الروضۃ الندیۃ ۱/ ۳۵۸ سبل السلام ۲/ ۶۷۷ وقفات مع شہر الصیام: ص۱۴۹

(۲) .... تفصیل کے لئے دیکھیں المغنی ۲/ ۳۶۷ المہذب ۱/ ۱۱۸ توضیح الأحکام ۲/ ۳۸۸

(۳) سنن ابوداؤد کتاب الصلاۃ ۲۴۶ باب وقت الخروج الی العید حدیث رقم: ۱۱۳۵ و ابن ماجہ کتاب إقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا باب فی وقت صلاۃ العیدین ۱۷۰ حدیث رقم: ۱۳۱۷

معلوم ہوا کہ صلاۃ عید میں خواہ مخواہ کی تاخیر نہیں ہونی چاہئے۔

صلاۃ عیدین کا آخری وقت سورج ڈھلنے سے کچھ پہلے (تقریبا ظہر کا وقت شروع ہونے سے دس منٹ پہلے) تک ہوتا ہے جمہور اہل علم کی یہی رائے ہے(۱)

اگر عید کے ہونے کا پتہ عید کے دن دیر سے لگے:

ابر کی وجہ سے شوال کا چاند دکھائی نہ دے اور صوم رکھ لینے کے بعد زوال سے قبل یہ بات معلوم ہو جائے کہ چاند نظر آ چکا ہے تو صوم کھول دیں اور تمام لوگ ایک ساتھ فورا صلاۃ عید کے لئے نکلیں۔

اگر چاند کی اطلاع زوال کے بعد ملے تو اس دن کا صوم کھول دیں اور تمام لوگ ایک ساتھ اگلے دن صلاۃ عید پڑھیں۔ ,,عن ابی عمیر بن انس عن عمومة له من الانصار رضی الله عنهم قالوا :غم علينا هلال شوال فاصبحنا صياما فجاء ركب من آخر النهار فشهدوا عند رسول الله ﷺ انهم رأؤ الهلال بالأمس فأمر الناس ان يفطروا من يومهم وان يخرجوا لعيد هم من الغد (۲)

ابو عمیر بن انس رحمہ اللہ نے اپنے انصاری چچاؤں سے روایت کی ہے انہوں نے کہا ہمیں شوال کا چاند ابر کی وجہ سے دکھائی نہیں دیا اور ہم نے صوم رکھ لیا پھر دن کے آخر حصہ میں ایک قافلہ آیا قافلے والوں نے رسول ﷺ کے پاس گواہی دی کہ انہوں نے رات چاند دیکھا تھا تو آپ نے انہیں افطار کرنے اور دوسرے دن صبح ہوتے ہی اپنی عید گاہ جانے کا حکم دیا۔

عیدین میں اذان اور اقامت نہیں:

صلاۃ عید کے لئے نہ اذان کہی جائے گی اور نہ اقامت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ’’كان رسول الله ﷺ يخرج يوم العيد والأضحىٰ إلى المصلىٰ

(۱) المغنی ۲/ ۳۸۷، نیل الأوطار ۲/ ۵۹۲) الروضۃ الندیۃ ۱/ ۳۶۵

(۲) سنن ابوداؤد الصلاۃ ۲۵۵ حدیث رقم: ۱۱۵۷، سنن نسائی العیدین ۲/ ۱۵۵۸ ابن ماجہ الصیام ۶ حدیث رقم: ۱۶۵۳ مسند احمد ۵/ ۵۷، ۵۸ وصححہ الألبانی انظر الإرواء ۳/ حدیث رقم: ۶۳۴

فأول شئ یبدأ به الصلاۃ‘‘(۱)

رسول ﷺ عیدالفطر اور عیدالأضحیٰ کے دن عید گاہ تشریف لے جاتے اور وہاں پہونچ کر سب سے پہلے صلاۃ کا آغاز فرماتے۔

عبداللہ ابن عباس اور جابر رضی اللہ عنہم کہتے ہیں ’’لم یکن یؤذن یوم الفطر ولا یوم الأضحی ‘‘(۲)

عیدالفطر اور عیدالأضحیٰ کے دن اذان نہیں دی جاتی تھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ’’أن لنبی ﷺ صلی العیدبلا اذان و لااقامۃ (۳)

نبی اکرم ﷺ نے بغیر اذان واقامت کے صلاۃ عید ادا کی۔

مذکورہ احادیث اور اس معنیٰ کی دیگر روایات سے پتہ چلتا ہے کہ عہد رسالت مآب ﷺ میں عیدین کی صلاۃ کے لئے نہ ہی اذان دی جاتی تھی اور نہ ہی اقامت کہی جاتی۔ لہٰذا لوگوں کو آگاہ کرنے کے لئے بآواز بلند ’’صلاۃ العید‘‘ کہنا یا کوئی اور آواز پیدا کرنا تاکہ لوگ جان سکیں کہ صلاۃ عید شروع ہو رہی ہے سب کچھ خلاف سنت ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اذان اور اقامت فرض کفایہ ہیں صلاۃ پنجگانہ اور صلاۃ جمعہ کے لئے صلاۃ استسقاء اور صلاۃ عیدین کے لئے اذان اور اقامت مشروع نہیں۔

ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں جب نبی اکرم ﷺ عید گاہ پہونچتے تو بغیر اذان واقامت کے اور بغیر ’’الصلاۃ جامعۃ‘‘ کہے نماز شروع کر دیتے‘ لہذا سنت یہی ہے کہ اس میں سے کوئی بھی

(۱) صحیح بخاری کتاب العیدین باب ۶ حدیث رقم: ۹۱۳ صحیح مسلم کتاب صلاۃ العیدین فی فاتحۃ حدیث رقم: ۸۸۹ سنن نسائی کتاب العیدین باب استقبال الإمام الناس بوجہہ فی الخطبۃ ۳/ ۱۸۷

(۲) صحیح بخاری کتاب العیدین‘ المشی والرکوب إلی العید حدیث رقم: ۹۵۹‘ وصحیح مسلم ۶۷۷

(۳) صحیح بخاری کتاب العیدین‘ المشی والرکوب إلی العید حدیث رقم: ۹۶۰ صحیح مسلم کتاب صلاۃ العیدین فی فاتحۃ حدیث رقم: ۸۸۶ سنن ابوداؤد الصلاۃ ۲۵۱ حدیث رقم: ۱۱۴۷ سنن نسائی کتاب العیدین باب ترک الاذان للعیدین ۳/ ۱۸۲

چیز نہ کہی جائے۔(۱)

صلاۃ عید کا طریقہ:

صلاۃ عید کا طریقہ بھی دیگر صلاۃ کی طرح ہے البتہ اس میں تکبیرات زائدہ ہیں۔ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد سات تکبیریں کہیں گے اور دوسری میں دوسری رکعت سے اٹھنے کے لئے پکاری جانے والی تکبیر کے سوا پانچ تکبیریں کہی جائیں گی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں: أن رسول اللہ ﷺ کان یکبر فی الفطر والأضحیٰ فی الأولیٰ سبع تکبیرات وفی الثانیۃ خمساسوی تکبیرتی الرکوع‘‘(۲)

نبی کریم ﷺ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی صلاۃ میں پہلی رکعت میں سات تکبیر اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیر پکارتے تھے (دونوں رکعتوں کی یہ تکبیریں) رکوع کی تکبیروں کے علاوہ ہیں۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ’’عیدالفطر کی پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں ہیں، اور دونوں میں قرأت تکبیر (زوائد) کے بعد ہے‘‘۔

ابوداؤد کہتے ہیں: اسے وکیع اور ابن مبارک نے بھی روایت کیا ہے ان دونوں نے سات اور پانچ تکبیریں نقل کی ہیں۔(۳)

جمہور محدثین اور فقہاء کی اکثریت کی یہی رائے ہے البتہ امام مالک اور امام احمد کے نزدیک پہلی رکعت میں سات تکبیریں تکبیر تحریمہ ملا کر ہیں، اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں قیام کے علاوہ جبکہ امام شافعی کے نزدیک پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ زائد سات تکبیریں اور

(۱) زاد المعاد ۱/ ۴۴۲) تفصیل کے لئے دیکھیں (الدر المختار ۱/ ۵۸۳ وکشف القناع ۲/ ۵۰ توضیح الأحکام ۲/ ۳۹۳

(۲) سنن ابوداؤد الصلاۃ ۲۵۱ حدیث رقم: ۱۱۴۹‘ ابن ماجہ الصلاۃ حدیث: ۱۲۸۰

(۳) (۱) ابوداؤد کتاب الصلاۃ ۲۵۱ حدیث رقم: ۱۱۵۱ سنن ابن ماجہ/ اقامۃ الصلاۃ ۱۵۶ حدیث رقم: ۱۲۷۸ احمد ۲/ ۱۸۰ (حسن)

دوسری رکعت میں قیام کی تکبیر کے علاوہ زائد پانچ تکبیرات (اورسبھی کے نزدیک یہ تکبیریں دونوں رکعتوں میں قرأت سے پہلے کہی جائیں گی۔

اس سلسلے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے دیگر فقہاء سے بالکل مختلف ہے ان کے نزدیک پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے تکبیر تحریمہ کے علاوہ تین تکبیریں ہیں اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد تکبیر رکوع کے علاوہ تین تکبیریں ہیں، لیکن اس کے لئے کوئی مرفوع صحیح حدیث نہیں ہے۔

واضح رہے عیدین کی صلاۃ میں اضافی تکبیریں اگر بھول کر چھوٹ جائیں یا جان بوجھ کر چھوڑ دے تو اس سے صلاۃ باطل نہیں ہوگی البتہ جان بوجھ کر اضافی تکبیروں کو چھوڑنے والا مخالف سنت قرار پائے گا(۱)

عیدین کی تکبیروں میں رفع الیدین کیا جائے گا یا نہیں؟

تکبیرات زوائد کے دوران رفع الیدین کی سنیت کے سلسلے میں علماء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے اہل علم کی ایک جماعت کا خیال یہ ہے کہ تکبیرات زوائد کے دوران رفع الیدین کیا جائے گا یہی رائے امام شافعی، احمد بن حنبل، عطاء ابن ابی رباح، امام اوزاعی، ابن قیم اور دیگر اہل علم کا ہے۔(۲)

ان کی دلیل حضرت ابن عمر سے منقول ایک اثر ہے کہ وہ ''صلاۃ جنازہ اور صلاۃ عید میں سب تکبیروں کے ساتھ کیا کرتے تھے۔

جبکہ علامہ البانی رحمہ اللہ اس اثر کے بارے میں فرماتے ہیں ''لم أجده إلى الآن'' ابھی تک ایسا کوئی اثر مجھے نہیں ملا(۳)

تکبیرات عیدین میں رفع الیدین کے قائلین نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث کے عموم سے بھی استدلال کیا ہے ,,ویرفعهما فی کل رکعة وتکبیرة

(۱) المغنی لابن قدامہ•••
(۲) سنن بیہقی ۳/۲۹۳ ارواء الغلیل ۳/۱۱۳
(۳) ارواء الغلیل حدیث رقم: ۶۴۰

کبرها قبل الرکوع ،،(۱)
نبی ﷺ ہر رکعت اور ہر اس تکبیر میں دونوں ہاتھ اٹھاتے جو آپ ﷺ رکوع سے پہلے کہتے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اس حدیث کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ حدیث عید کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرنے کو شامل ہے۔(۲)

اس سلسلے میں صحیح اور درست بات یہ ہے کہ تکبیرات زوائد کے دوران رفع الیدین نہ کیا جائے کیونکہ اس سلسلے میں کوئی صحیح مرفوع روایت نہیں ملتی، رہا حضرت ابن عمر کا اثر تو اس کی صحت پر بھی علماء نے کلام کیا ہے، اور اگر اس کو صحیح مان بھی لیا جائے تو اس میں رفع الیدین کا جو بیان ہے وہ فرض نمازوں کی کیفیت کے بیان میں ہے نہ کہ عیدین میں تکبیر زوائد کے تعلق سے اس بات کی صراحت علامہ البانی رحمہ اللہ نے بڑی باریک بینی سے کی ہے۔(۳)

☆ تکبیرات زوائد کے دوران ہر دو تکبیروں کے درمیان ایک معتدل آیت کے برابر ٹھہرنا چاہئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے قولاً اور فعلاً اسی طرح سے مروی ہے۔(۴)

☆ تکبیرات زوائد کے دوران ہر دو تکبیروں کے درمیان کیا کوئی مستقل ذکر یا دعا مسنون ہے یا نہیں؟

اس سلسلے میں امام شافعی وغیرہ سے منقول ہے کہ تکبیرات زوائد کے دوران خاموش رہنے سے بہتر ہے کہ مصلی یہ دعا پڑھے ''الله أكبر كبيرا والحمد لله كثيرا وسبحان الله بكرة وأصيلا'' جبکہ شیخ الإسلام ابن تیمیہ کی رائے یہ ہے کہ خاموشی بہتر ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں ''کان ﷺ یسکت بین کل تکبیرتین سکتة یسیرة'

(۱) صحیح بخاری الأذان ۸۳ حدیث رقم: ۷۳۵ صحیح مسلم الصلاۃ ۹ حدیث رقم: ۳۹۰ سنن ابوداؤد/ الصلاۃ ۱۱۶ حدیث رقم: ۷۲۲ سنن ترمذی الصلاۃ ۷۶ حدیث رقم: ۲۵۵ مسند احمد ۲/۱۳۴
(۲) سنن بیہقی ۳/۲۹۱ ارواء الغلیل ۳/۱۱۴ وصححہ الألبانی حدیث رقم: ۶۴۲
(۳) دیکھیں الإرواء حدیث رقم: ۶۴۰-۶۴۱
(۴) تلخیص الحبیر ۲/۸۵ سنن بیہقی ۳/۲۹۱ وصححہ الألبانی فی الإرواء حدیث رقم: ۶۴۲

"ولم يحفظ عنه ذكر معين بين التكبيرات" (۱)

تکبیرات زوائد کی ہر دو تکبیروں کے درمیان نبی ﷺ تھوڑی دیر خاموش رہتے تھے اور آپ ﷺ سے تکبیرات زوائد کے دوران کوئی خصوصی ذکر ثابت نہیں ہے۔

☆ قرات جہری ہوگی۔

☆ مسنون یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورہ اعلی کی تلاوت کی جائے اور دوسری میں سورہ غاشیہ کی، یا پہلی میں سورہ ق اور دوسری میں سورہ قمر کی۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ عیدین میں "سبح اسم ربك الأعلى" اور "هل أتاك حديث الغاشية" کی قراءت کرتے تھے۔ (۲)

حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ عید الفطر اور عید الأضحیٰ میں "ق والقرآن المجيد" اور "اقترب الساعة" کی قراءت فرماتے (۳)

اس کے علاوہ عیدین کی صلاۃ باقی صلاتوں کی طرح ہی ہے کوئی اور فرق نہیں۔

امام صلاۃ کے بعد خطبہ دے:

صلاۃ عید کے بعد ایک خطبہ دیں گے، نبی ﷺ نے اسی طرح کیا ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے "كان رسول الله وأبو بكر وعمر يصلون العيدين قبل الخطبة" (۴)

رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبے سے پہلے صلاۃ عیدین پڑھاتے تھے۔

(۱) توضیح الأحکام ۲/ ۳۹۷

(۲) صحیح مسلم/ الجمعۃ ۱۶ حدیث رقم: ۸۷۸ سنن ابوداؤد/ الصلاۃ ۲۴۲ حدیث رقم: ۱۱۲۲ سنن ابن ماجہ/ اقامۃ الصلاۃ ۱۵۸ حدیث رقم: ۱۲۸۱ احمد ۴/ ۲۷۱، ۲۷۳، ۲۷۶

(۳) صحیح مسلم کتاب العیدین حدیث رقم: ۸۹۱ سنن ابوداؤد/ الصلاۃ حدیث رقم: ۱۱۵۴،

(۴) صحیح بخاری/ العیدین ۸ حدیث رقم: ۹۶۳ صحیح مسلم/ العیدین حدیث رقم: ۸۸۸ سنن ترمذی/ العیدین حدیث رقم: ۵۳۱ سنن نسائی/ العیدین ۳/ ۱۸۳

حضرت ابن عباس سے بھی اسی معنی میں حدیث مروی ہے ,,فكلهم كانوا يصلون قبل الخطبة ،،(۱)

یہ سب لوگ خطبے سے پہلے صلاۃ عید پڑھاتے تھے۔

معلوم ہوا کہ عیدین میں آپ ﷺ کی عادت شریفہ نیز خلفاء راشدین کا عمل یہی تھا کہ پہلے صلاۃ عید پڑھاتے پھر خطبہ دیتے۔

عیدین میں خطبہ صرف ایک ہوگا:

عیدین میں خطبہ صرف ایک ہوگا دوسرے خطبہ کے لئے کوئی واضح دلیل احادیث صحیحہ میں موجود نہیں اور خطبہ عید کو خطبہ جمعہ پر قیاس کرنا کسی بھی اعتبار سے مناسب نہیں کیونکہ عبادات میں قیاس نہیں۔ (۲)

علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص صحیحین کی حدیث میں غور کرے گا تو اس کے لئے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ نبی کریم ﷺ نے صرف ایک ہی خطبہ دیا ہے۔ (۳)

جس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ خطبہ سے فراغت کے بعد وعظ ونصیحت کے لئے عورتوں کے پاس تشریف لے جاتے اس سے بھی دوسرے خطبے کی مشروعیت کے لئے دلیل پکڑنا درست نہیں کیونکہ دوسری روایت میں یہ وضاحت ہے کہ ,,ثم خطب فرأى أنه لم يسمع النساء فأتاهن وذكرهن ،،(۴)

پھر آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور آپ ﷺ نے یہ خیال کیا کہ عورتیں دور پڑ گئیں اور آپ انہیں نہیں سنا سکے لہذا آپ ﷺ ان کے پاس آئے اور انہیں نصیحت کی۔

(۱) صحیح بخاری/ العیدین ۸ حدیث رقم: ۹۶۲ صحیح مسلم/ العیدین حدیث رقم: ۸۸۴ سنن ابوداؤد حدیث رقم: ۱۱۴۷، سنن ابن ماجہ حدیث رقم: ۱۲۷۴

(۲) زاد المعاد ۱/ ۴۴۷

(۳) الشرح الممتع ۵/ ۱۹۲

(۴) صحیح مسلم صلاۃ العیدین ۸۸ حدیث رقم: ۱۴۶۵

اس حدیث میں صرف ایک خطبہ کا ذکر ہے ایسا نہیں کہ عورتوں کے پاس جا کر انہیں وعظ ونصیحت کرنے کو دوسرا خطبہ شمار کیا جائے گا بالخصوص موجودہ زمانہ میں لاؤڈ اسپیکر اور دیگر سہولیات کے بعد اس کی قطعاً ضرورت باقی نہیں رہتی۔

☆ واضح رہے عیدین کے خطبوں کا آغاز بھی دیگر خطبوں کی طرح اللہ کی حمد وثناء سے کی جائے گی عیدین کے خطبہ کا آغاز تکبیرات سے کرنا خلاف سنت ہے کیونکہ خطبہ کے آغاز ٬ درمیان٬ اور اختتام میں تکبیر بلند کرنے کی روایت ضعیف ہے

خطبہ عید کے لئے منبر مشروع نہیں:

عید کے دن نبی کریم ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ صبح تڑکے عیدگاہ پہونچتے اور دوگانہ سے فراغت کے بعد مردوں کے بالمقابل کسی مناسب اور اونچی جگہ کو دیکھ کر کھڑے ہو جاتے تھے خطبہ عید کے اہتمام کے لئے کسی قسم کا لکڑی وغیرہ کا کوئی منبر باہر سے حاضر نہیں کیا جاتا تھا۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے صلاۃ عید کے متعلق مروی ہے ”کان النبی ﷺ یخرج یوم الفطر والأضحی إلی المصلی فأول شئ یبدأ به الصلاة ثم ینصرف فیقوم مقابل الناس والناس جلوس علی صفوفهم “ (۱)

نبی ﷺ عید الفطر اور عید الأضحیٰ کے دن عیدگاہ کے لئے نکلتے اور سب سے پہلے صلاۃ ادا کرتے صلاۃ کی ادائیگی کے بعد رخ پھیرتے اور لوگوں کے بالمقابل کھڑے ہو جاتے اور لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے۔

صحابہ کرام کے اعتراض کے باوجود جس شخص نے سب سے پہلے یہ بدعت ایجاد کی وہ مروان بن الحکم تھا (۲)

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے ,,إن أول من اتخذ المنبر فی مصلی العید مروان،، (۳)

سب سے پہلے مروان نے عیدگاہ میں منبر رکھوایا۔

(۱) صحیح بخاری٬ العیدین حدیث رقم: ۹۵۶ وصحیح مسلم حدیث رقم: ۸۸۹

(۲) تفصیل کے لئے دیکھیں زاد المعاد ۱/ ۴۴۷

(۳) صحیح بخاری حدیث رقم: ۹۵۶

آداب

(۱) عید کی رات سے لے کر صلاۃ عید پڑھ لینے تک تکبیر پکارنا مشروع ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ (۱)

تم گنتی پوری کرلو اور اللہ تعالی کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی تکبیر بیان کرو اور اس کا شکر کرو۔

نبی کریم ﷺ کے بارے میں صحابی بیان کرتے ہیں ”کان ﷺ یخرج یوم الفطر فیکبر حتیٰ یأتی المصلیٰ وحتیٰ یقضی الصلاة فإذا قضی الصلاة قطع التکبیر“ (۲)

آپ ﷺ عید الفطر کے دن صلاۃ کے لئے نکلتے تو تکبیر بلند کرتے رہتے یہاں تک کہ عیدگاہ پہونچتے ازور صلاۃ ادا کرتے اور اس کے بعد تکبیر روک دیتے۔

تکبیر کے متعین الفاظ اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت نہیں ہیں البتہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس بارے میں متعدد صحیح روایات ملتی ہیں ان میں سے کسی پر بھی عمل کیا جا سکتا ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ تکبیر بلند کیا کرتے تھے: اللہ اکبر٬ اللہ اکبر ٬لا إله إلا الله ٬والله أکبر ٬الله أکبر٬ ولله الحمد“ (۳)

اللہ ہی کی بڑائی٬ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے اور اللہ ہی کے لئے حمد کے ترانے اور نغمے ہیں۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ کے الفاظ یہ ہیں ”اللہ اکبر٬ اللہ اکبر٬ اللہ اکبر کبیرا“ (۴)

(۱) البقرۃ/ ۱۸۵

(۲) سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ حدیث رقم: ۱۷۱

(۳) المستدرک ۱/ ۲۹۹ تمام المنۃ ص ۳۵۶٬ نیل الأوطار ۳/ ۶۲۱

(۴) بیہقی ۳/ ۳۱۶) حدیث رقم: ۶۰۷۶ صلاۃ العیدین باب ۶۶

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے درج ذیل الفاظ کو بیان کیا ہے ” الله اكبر‘الله اكبر و لا اله الا الله و الله اكبر‘ الله اكبر ولله الحمد“(۱)

☆ مسنون یہ ہے کہ ہر شخص باآواز بلند تنہا تنہا تکبیر پکارے اجتماعی تکبیر بلند کرنا بدعت ہے۔

☆ واضح رہے عورتیں بھی تکبیرات کہیں گی لیکن اپنی پردہ داری کے مطابق اتنی پست اور دھیمی آواز میں کہ اس کے ساتھ والی عورتیں اس کی آواز سن سکیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿لتكبروا الله علىٰ ما هداكم﴾ (۲)

تا کہ تم اس عطاء ہدایت پر اللہ کی بڑائی کرو۔

آیت کریمہ کا حکم مرد وزن دونوں کے لئے ہے۔

حضرت ام عطیہ کی روایت ہے کہ ہمیں عید کے دن عید گاہ کی طرف نکلنے کا حکم دیا جاتا تھا یہاں تک کہ ہم دوشیزاؤں کو گھروں سے نکالیں اور حیض والی عورتوں کو بھی نکالیں البتہ وہ لوگوں کے پیچھے رہیں اور ان کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہیں اور ان کی دعاؤں کے ساتھ دعا کریں وہ سب اس دن کی برکت اور پاکی کی امید رکھیں۔(۳)

حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دسویں تاریخ کو تکبیرات کہتی تھیں اور دیگر خواتین بھی ابان بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پیچھے مسجد میں مردوں کے ساتھ تکبیرات کہا کرتی تھیں۔(۴)

(۲) غسل کرنا: صلاۃ عید کے لئے غسل کرنا مستحب ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بسند صحیح ثابت ہے کہ آپ ﷺ عید الفطر کے دن عید گاہ جانے سے پہلے غسل کیا کرتے تھے (۵)

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۴۸۸) ارواء الغلیل ۳/ ۱۲۵‘۱۲۶
(۲) البقرۃ ۱۸۵
(۳) صحیح بخاری حدیث رقم: ۹۷۱ صحیح مسلم ۸۹۰
(۴) صحیح بخاری تعلیقا کتاب العیدین باب نمبر ۱۲
(۵) دروس رمضان ۹۷

البتہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ایسی کوئی صحیح روایت نہیں ملتی جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ آپ ﷺ عید کی صلاۃ کے لئے خصوصی طور پر نہایا کرتے تھے اس سلسلے میں سنن ابن ماجہ کی ایک روایت ضرور بیان کی جاتی ہے لیکن اس کی سند بے حد کمزور ہے اس لئے کہ اس میں جبارہ ہیں‘ جن کی حدیثوں میں غفلت کی وجہ سے اضطراب ہے‘ نیز حجاج بن تمیم کی مروی حدیثوں کی کوئی متابعت نہیں اس لئے دلیل نہیں بن سکتی۔(۱)

امام بزار کہتے ہیں کہ عیدین میں غسل کی کوئی صحیح حدیث مجھے یاد نہیں ہے (۲)

(۳) خوشبو لگانا، حسب استطاعت نئے‘ خوبصورت اور صاف ستھرے کپڑے پہننا۔ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ عید کے موقع پر سرخ رنگ کا ایک حلہ زیب تن فرماتے تھے۔(۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عیدین کے موقع پر عمدہ سے عمدہ لباس زیب تن کرتے تھے۔(۴)

علامہ شوکانی فرماتے ہیں: دونوں عیدوں میں میسر لباس میں سے سب سے اچھا پہننا اور اسی طرح سب سے عمدہ خوشبو لگانا مسنون ہے (۵)

(۴) عید کے دن صوم رکھنا درست نہیں ہے اگر کوئی صوم رکھتا ہے تو وہ وعید میں ہے اس روز طاق عدد کھجور کھا کر عید گاہ آئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں ”كان رسول الله ﷺ لايغدو يوم الفطر حتى يأكل تمرات ويأكلهن وترا“(۶)

(۱) ابن ماجہ حدیث رقم ۱۳۱۵ دیکھیں ارواء الغلیل حدیث رقم ۱۴۶
(۲) دیکھیں التلخیص الحبیر ۲/ ۶۱
(۳) السلسلۃ الصحیحۃ ۳/۴/ ۲۷ حدیث رقم: ۱۲۷۹
(۴) صحیح بخاری مع الفتح ۲/ ۵۱۰ کتاب العیدین قبل الحدیث ۹۴۹ سنن بیہقی ۳/ ۲۸۱
(۵) السیل الجرار ۱/ ۳۲۰
(۶) صحیح بخاری کتاب العیدین باب الأکل یوم الفطر قبل الخروج: ۴ حدیث رقم: ۹۵۳

رسول ﷺ صلاۃ عید الفطر کے لئے نکلنے سے پہلے چند کھجوریں تناول فرمایا کرتے تھے اور طاق عدد میں کھجوریں کھایا کرتے تھے۔

حدیث کے ظاہری الفاظ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص ایک کھجور کھائے تو اس سے سنت ادا نہ ہوگی کیونکہ حدیث میں وارد لفظ ,, تمرات ،، یہ جمع کا صیغہ ہے جو کم سے کم تین پر دلالت کرتا ہے۔اس لئے بہتر ہوگا کہ کم سے کم تین کھائے اور ہو سکے تو سات یا پھر حسب رغبت۔

اس سلسلے میں شیخ عبدالرحمٰن سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں وارد لفظ ,, تمرات ،، بطور مثال ہے اس سے جمع مقصود نہیں ہے اس لئے ایک عدد کھجور کھانے سے بھی سنت ادا ہو جائے گی۔(۱)

(۵) صلاۃ عید کے لئے پیدل چل کر عیدگاہ جانا چاہئے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ”من السنة أن يخرج إلى العيد ماشيا“ (۲)

عیدگاہ کی جانب پیدل چل کر جانا سنت ہے۔

پیدل چل کر عیدگاہ جانے میں گرچہ تکفیر سیئات، تواضع اور انکساری ہے لیکن اگر کوئی عذر ہو مثلاً عیدگاہ کا دور ہونا، بیماری، بارش وغیرہ تو ایسی صورت میں سواری کا استعمال بلا کسی کراہت کے کر سکتا ہے۔

ابن المنذر ررحمہ اللہ فرماتے ہیں: پیدل چل کر عیدگاہ جانا زیادہ بہتر اور تواضع کے زیادہ قریب ہے اور جو سوار ہو کر عیدگاہ جائے اس پر کچھ نہیں ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر عیدگاہ قریب ہو تو پیدل عیدگاہ جائے اگر دور ہو تو سوار ہو کر جانے میں کوئی مضائقہ نہیں (۳)

(۱) وقفات مع شہر الصیام: ص، ۱۵۰

(۲) سنن ترمذی باب ماجاء فی المشی یوم العید حدیث رقم: ۱۵۳۰ ابن ماجہ اقامۃ الصلاۃ ۱۲۹۶ (حسن)

(۳) المغنی ۲/۴۷۳ توضیح الأحکام ۲/۴۰۴

(۶) بہتر یہ ہے کہ ایک راستے سے جائے اور دوسرے راستے سے واپس لوٹے گرچہ گھر سے عیدگاہ کی دوری مختصر ہو کیونکہ مسجد نبوی اور عیدگاہ کے درمیان کل مسافت ایک ہزار ہاتھ کی تھی اس کے باوجود بھی آپ ﷺ واپسی پر راستہ تبدیل کر لیتے تھے۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ”كان النبی ﷺ إذا كان يوم عيد خالف الطريق (۱)

جب عید کا دن ہوتا تو نبی ﷺ راستہ تبدیل کر لیتے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ عید کے دن ایک راستے سے گئے پھر دوسرے راستے سے واپس آئے۔(۲)

آپ ﷺ ایسا کیوں کرتے تھے؟ علماء نے متعدد حکمتیں بیان کی ہیں:

۱۔تاکہ دونوں راستے کے لوگوں کو سلام کریں، دونوں طرف کے لوگ آپ کی برکت سے فائدہ اٹھا سکیں۔

۲۔دونوں طرف کے لوگوں میں جو ضرورت مند ہو اس کی ضرورت پوری کی جائے۔

۳۔گلیوں اور راستوں میں اسلامی شعائر کا اظہار ہو سکے۔

زمین کی شہادت و گواہی زیادہ سے زیادہ حاصل کی جا سکے اس کے علاوہ بھی متعدد حکمتیں ہیں جسے علماء نے ذکر کیا ہے۔(۳)

(۷) صلاۃ عید اگر کھلے میدان یا عیدگاہ میں ادا کی جارہی ہے تو صلاۃ عید سے پہلے یا بعد میں کوئی سنت نہیں ہے، البتہ عیدگاہ سے فارغ ہونے کے بعد گھر جا کر دو رکعتیں پڑھی جا سکتی

(۱) صحیح بخاری کتاب العیدین باب ما خالف الطریق إذا رجع یوم العید حدیث رقم: ۹۸۶

(۲) ابو داؤد کتاب الصلاۃ ۲۵۴ حدیث رقم: ۱۱۵۶ ابن ماجہ اقامۃ الصلاۃ ۱۶۲ حدیث رقم: ۱۲۹۹ حم ۲/۱۰۹ (صحیح)

(۳) فتح الباری ۲/۵۴۸، زاد المعاد ۱/۴۴۹ توضیح الأحکام ۲/۳۹۹ وقفات مع شہر الصیام ص ۱۵۲، ۱۵۳

ہیں۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں ’’کان النبی ﷺ لا یصلی قبل العید شیئا فإذا رجع إلی منزله صلی رکعتین ‘‘(۱)

نبی ﷺ عید سے پہلے کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے البتہ جب اپنے گھر کی طرف لوٹتے تو دو رکعت صلاۃ ادا فرما لیتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو صلاۃ عید سے پہلے عیدگاہ میں نفلی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو منع فرمایا اس نے فرمایا کیا مجھے اللہ صلاۃ پڑھنے پر بھی عذاب دے گا تو انہوں نے جواب دیا کہ تجھے اللہ نبی ﷺ کی سنت کی خلاف ورزی پر ضرور عذاب دے گا۔

عیدگاہ کو نکلنا:

صلاۃ عیدین میں مرد‘ عورتیں اور بچے سب حاضر ہوں گے‘ عورت اگر ایام ماہواری سے گزر رہی ہے تو بھی اسے عیدگاہ جانا چاہئے وہ صلاۃ تو نہ پڑھیں گی مگر دعا میں شریک رہیں گی۔ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:’’امرنا رسول اللہ ﷺ ان نخرج الحیض یوم العیدین وذوات الخدور فیشهدن جماعة المسلمین ودعوتهم وتعتزل الحیض عن مصلاهن قالت امرأة یا رسول الله احدانا لیس لها جلباب قال لتلبسها صاحبتها من جلبابها‘‘(۲)

ہم کو نبی ﷺ نے حکم دیا کہ ہم عید الفطر اور عید الأضحیٰ میں کنواری‘ پردہ نشین اور حائضہ عورتوں کو عیدگاہ لے چلیں شادی شدہ ،حیض والیوں اور غیر شادی شدہ پردہ دار خواتین کو لے کر نکلیں۔البتہ حیض والیاں عیدگاہ سے الگ رہیں گی اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہوں گی۔

(۱) سنن ابن ماجہ اقامۃ الصلاۃ ۱۶۰ حدیث رقم ۱۲۹۳ (حسن وانظر حدیث رقم:۴۸۵۹ فی صحیح الجامع حافظ ابن حجر نے اسے حسن قرار دیا ہے فتح الباری ۳/ ۱۵۹ دیکھیں توضیح الأحکام ۲/ ۳۹۱

(۲) صحیح بخاری کتاب العیدین باب خروج النساء والحیض إلی المصلی ۱۵ حدیث رقم:۹۷۴ ومشکاۃ المصابیح ۱/حدیث رقم:۱۴۳۱

میں نے پوچھا:اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو؟ آپ نے فرمایا:اس کی بہن اسے اپنی چادر اڑھا لے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بیٹیوں‘ بیویوں کو صلاۃ عید کے لئے عیدگاہ نکلنے کا حکم دیتے تھے۔(۱)

عید کے دن عورتوں کو وعظ ونصیحت کرنے کا خصوصی اہتمام:

امام بخاری نے باب باندھا ہے’’امام کا عید کے دن عورتوں کو نصیحت کرنا‘‘اور اس کے تحت حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک حدیث ذکر کی ہے کہ رسول ﷺ نے عید الفطر کی صلاۃ ادا کی پھر خطبہ دیا‘ جب آپ خطبہ سے فارغ ہوئے تو عورتوں کی طرف آئے اور انہیں وعظ ونصیحت فرمائی۔(۲)

رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو الگ وعظ ونصیحت کرنے کا اہتمام اس لئے فرمایا کہ ان تک پہلے وعظ کی آواز نہیں پہونچی تھی‘ جیسا کہ ایک حدیث میں اس کی صراحت ہے حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن عباس ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ سے پہلے صلاۃ ادا کی پھر خطبہ دیا‘ آپ کو خیال آیا کہ عورتوں تک آواز نہیں پہونچ پائی ہے اس لئے آپ ان کے پاس آئے اور انہیں نصیحت فرمائی اور صدقہ کے لئے حکم دیا۔(۳)

لیکن دور حاضر میں لاؤڈ اسپیکر نے اس ضرورت کو پورا کر دیا ہے مردوں کے ساتھ ہی عورتوں تک خطبہ کی آواز بحمد اللہ بآسانی پہونچ جاتی ہے لہٰذا عورتوں کی طرف الگ وعظ ونصیحت کرنے کے لئے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔اب اگر بجلی کی بندش یا لاؤڈ اسپیکر میں کسی تکنیکی خرابی کی وجہ سے ان تک آواز نہ پہونچ سکے تو ان کے لئے خصوصی وعظ ونصیحت کا اہتمام کیا جا سکتا ہے لیکن اس کے لئے خصوصی پردہ کا اہتمام ازبس ضروری ہوگا۔

(۱) مسند احمد ۱/ ۲۳۱ السلسلۃ الصحیحۃ حدیث رقم:۲۱۱۵

(۲) صحیح بخاری عیدین ۹۷۸

(۳) صحیح مسلم‘ صلاۃ العیدین ۸۸ حدیث رقم:۱۴۶۵

بچوں کوعیدگاہ لے جانے کی شرعی حیثیت:

امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک عنوان بایں الفاظ قائم کیا ہے ”بچوں کوعیدگاہ لے جانے کا بیان“ پھر اس کے تحت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کونقل فرمایا ہے ”خرجت مع النبی ﷺ یوم فطر أو أضحیٰ فصلیٰ ثم خطب ثم اتیٰ النساء فوعظهن وذکرهن وأمرهن بالصدقة“(۱)

میں عید الفطر یا عید الأضحیٰ کے دن نبی کریم ﷺ کے ہمراہ نکلا آپ نے صلاۃ ادا کی پھر خطبہ دیا پھر عورتوں کی طرف تشریف لے گئے اور انہیں وعظ ونصیحت فرمائی اور صدقہ کے لئے حکم دیا۔

اس حدیث میں بچوں کوعیدگاہ لے جانے کا کوئی ذکر نہیں ہے، دراصل امام بخاری کا وجہ استدلال یوں ہے کہ خود عبداللہ بن عباس اس وقت چھوٹی عمر کے تھے جب نبی ﷺ کے ساتھ عیدگاہ گئے اس سے بچوں کا عیدگاہ جانا ثابت ہوتا ہے۔

صلاۃ عید کے لئے آبادی سے باہر نکلنا مستحب ہے:

صلاۃ عید کھلے میدان میں پڑھنا افضل ہے نبی ﷺ صلاۃ عید کے لئے مسجد نہیں عیدگاہ کو ہی اختیار فرماتے تھے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے وہ بیان کرتے ہیں: ”کان النبی ﷺ یخرج یوم الفطر والاضحیٰ الی المصلیٰ“ (۲)

نبی ﷺ عید الفطر اور عید الأضحیٰ کے لئے عیدگاہ کی طرف نکلا کرتے تھے۔

آپ ﷺ کے بعد آپ کے صحابہ بالخصوص خلفاء راشدین کے مبارک دور میں بھی یہی معمول تھا جس سے یہ بات سمجھی جاسکتی ہے کہ آبادی سے باہر نکل کر عیدین کی صلاۃ ادا کرنے

(۱) صحیح بخاری حدیث رقم: ۹۷۵ (باب ۱۶اعیدین ۹۷۵)

(۲) صحیح بخاری کتاب العیدین: باب الخروج إلی المصلی بغیر منبر حدیث رقم: ۹۵۶ صحیح مسلم حدیث رقم: ۸۸۹

میں کوئی چیز ان کے پیش نظر ضرور تھی ورنہ بلا وجہ وہ اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالتے۔(۱)

امام ابن الحاج المالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ”عیدین کی صلاۃ میں یقینی سنت یہ رہی ہے کہ مسجد کے بجائے عیدگاہ میں ادا کی جائیں، کیونکہ رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ: صلاۃ فی مسجدی هذا خیر من ألف صلاة فیما سواه الا المسجد الحرام (۲)

اور یہ فرمانے کے ساتھ اس عظیم فضیلت کو چھوڑ کر عیدین کی صلاۃ اپنی مسجد میں ادا نہیں کی بلکہ بیرونی مصلیٰ یعنی عیدگاہ تشریف لے گئے۔(۳)

کسی عذر کی وجہ سے مسجد میں صلاۃ عید:

اگر بارش وغیرہ کی وجہ سے کوئی پریشانی ہو تو مسجد میں بھی صلاۃ عید پڑھنا جائز ہے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں ”اصابهم مطر فی یوم عید فصلی بهم النبی ﷺ صلاة العید في المسجد“(۴)

ایک دفعہ عید کے روز بارش ہونے لگی تو نبی ﷺ نے عید کی صلاۃ مسجد میں پڑھائی۔

یہ حدیث اگرچہ سندی اعتبار سے کمزور ہے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفا بھی ایسی روایت موجود ہے کہ بارش ہونے پر صلاۃ عید مسجد میں پڑھی جاسکتی ہے۔(۵)

مزید برآں یہ قاعدہ بھی ہمارے پیش نظر رہے کہ ضروریات، ممنوع کاموں کو جائز اور مباح کردیتی ہیں۔

(۱) وقفات مع شهر الصیام: ص، ۱۵۰

(۲) رواہ الجماعۃ الا ابا داؤد) ارواء ۴ حدیث رقم: ۹۷۱

(۳) المدخل ۲/۲۸۳

(۴) سنن ابوداؤد الصلاۃ ۲۵۷ حدیث: ۱۱۶۰ ابن ماجہ ۱۶۷ حدیث رقم: ۱۳۱۳ حدیث ضعیف ہے عیسیٰ بن عبد الاعلیٰ کے مجہول ہونے کی وجہ سے وانظر صلاۃ العیدین فی المصلی للألبانی ۳۲ وتوضیح الأحکام ۲/۴۰۵

(۵) بیهقی ۳/۲۱۰

یاد رہے ایسی صورت میں تحیۃ المسجد پڑھنا ہوگا کیونکہ یہ مسجد کا نذرانہ ہے جبکہ عید گاہ میں صلاۃ عید پڑھنے کی صورت میں صلاۃ عید سے پہلے یا بعد کچھ بھی پڑھنا درست اور جائز نہیں ہے۔

خطبہ عید کے لئے منبر کا استعمال نہ کیا جائے خواہ صلاۃ عید بدرجہ مجبوری مسجد ہی میں ادا کی جائے کیونکہ رسول ﷺ سے اس کا استعمال ثابت نہیں ہے۔

جمعہ اور عید کا اجتماع:

اگر جمعہ اور عید ایک دن جمع ہو جائیں تو صلاۃ عید تو معمول کے مطابق ہی ادا کی جائے گی البتہ جمعہ میں اختیار ہوگا مگر پڑھ لینا افضل ہے رسول ﷺ نے فرمایا: ”قداجتمع فی یومکم هذا عيدان فمن شاء اجزئه عن الجمعة وانا مجتمعون ان شاء الله تعالىٰ“ (۱)

لوگو آج تمہارے لئے دو عیدیں جمع ہو گئی ہیں۔ پس جو چاہے اس کے لئے یہی عید کا اجتماع کافی ہے اور ہم تو جمع بھی پڑھیں گے۔

واضح رہے کہ جمعہ نہ پڑھنے کی صورت میں صلاۃ ظہر ادا کرنا ضروری ہوگا۔(۲)

گاؤں میں بھی صلاۃ عید پڑھنی چاہئے:

شہر اور دیہات کی تفریق کے بغیر صلاۃ عید ہر جگہ قائم کی جائے گی کیونکہ دیہاتی بھی مسلمان ہیں اور وہ بھی ایمان والے ہیں ایمان والے خواہ دیہاتی ہوں یا شہری دونوں سالانہ قومی تیوہار میں شریک ہوکر انعامات الٰہی کا شکریہ ادا کریں گے صحابہ کرام کے عمل سے بھی یہ بات ثابت ہے۔أمر انس بن مالك رضى الله عنه مولاهم ابن عتبة بالزاوية فجمع اهله وبنيه وصلى كصلاة اهل مصر وتكبيرهم وقال عكرمة اهل السواد يجتمعون فى العيد يصلون ركعتين كما يصنع الإمام وقال عطاء اذا

(۱) ابوداؤد/ الصلاۃ ۲۱۷ حدیث رقم: ۱۰۷۳، سنن ابن ماجہ ۱۶۶ حدیث رقم: ۱۳۱۱ عن طریق ابی ہریرۃ
(۲) اسئلۃ والأجوبۃ فی صلاۃ العیدین ۶، ۷

فاته العيد صلى ركعتين“(۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام ابن ابی عتبہ کو جو کہ زاویہ نامی گاؤں میں رہتے تھے حکم دیا کہ وہ اپنے گھر والوں کو اور بچوں کو جمع کر کے شہر والوں کی طرح صلاۃ عید پڑھیں اور تکبیرات کہیں۔

عکرمہ نے کہا: گاؤں کے لوگ عید کے روز جمع ہوں اور دو رکعت صلاۃ پڑھیں جس طرح امام پڑھتا ہے۔

صلاۃ عید اگر فوت ہو جائے:

اگر کوئی شخص امام کے ساتھ تکبیرات زوائد کے دوران شامل ہو جائے تو اسے چاہئے کہ پہلے تکبیر تحریمہ کہے اور پھر بقیہ چیزوں میں امام کی متابعت کرے اور جو کام رہ گئے ہیں وہ اس سے ساقط ہو جائیں گے۔(۲)

اور جب امام کو رکوع کی حالت میں پائے تو صرف تکبیر تحریمہ کہے اور فورا رکوع میں چلا جائے، اور اگر امام کو تکبیرات سے فارغ ہونے کے بعد پائے تو ان تکبیرات زائدہ کی قضا نہ کرے اس لئے کہ اس کا وقت ختم ہو چکا ہے۔اور جب ایک رکعت چھوٹ جائے تو اس کی قضا کر لے اور دوسری رکعت میں وہی کچھ کرے جو امام کرتا ہے(۳)

اگر امام کو تشہد میں پائے تو امام کے ساتھ بیٹھ جائے اور جب امام سلام پھیر لے تو کھڑے ہو کر دو رکعت صلاۃ ادا کرے ان دونوں رکعتوں میں تکبیرات زائدہ کا خیال رکھے(۴)

جس کی صلاۃ عید رہ جائے وہ اس کی قضاء اسی طرح ادا کرے جس طرح صلاۃ عید پڑھی

(۱) صحیح بخاری کتاب العیدین باب إذا فاتہ العید یصلی رکعتین ۲۵ تعلیقا
(۲) اسئلۃ وأجوبۃ فی صلاۃ العیدین لابن عثیمین ۱۲
(۳) مصنف ابن ابی شیبہ حدیث رقم: ۵۸۱۲
(۴) المغنی ۳/ ۲۷۵ فتاوی اللجنۃ الدائمۃ ۸/ ۳۰۶

جاتی ہے یعنی وہ دو رکعت ادا کرے اور اس میں اس طرح تکبیریں اور ذکر کرے جیسے صلاۃ عید میں کیا جاتا ہے۔ حضرت انس کے بارے میں آتا ہے کہ اگر صلاۃ عید ان کی فوت ہو جاتی تو اپنے گھر والوں کو جمع کر کے ان کو صلاۃ عید پڑھاتے۔ امام بخاری نے باب باندھا ہے اس بات کا بیان کہ جس شخص کو جماعت سے عید کی صلاۃ نہ ملے تو وہ دو رکعت پڑھ لے۔۔۔۔ پھر امام عطاء کا قول نقل کیا ہے کہ جب کسی کی صلاۃ عید فوت ہو جائے تو وہ دو رکعت صلاۃ ادا کر لے۔(۱)

عید کی مبارکبادی:

نبی ﷺ سے عید کے موقعہ پر عید کی نسبت سے کسی کے لئے دعا یا مبارک باد کا کوئی ثبوت نہیں البتہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عید کے دن جب وہ ایک دوسرے سے ملتے تو ان الفاظ میں دعا دیتے ''تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَمِنْك''۔(۲)

اللہ ہم سے اور تم سے قبول فرمائے۔

عمل صحابہ کے پیش نظر عید کی مبارکباد دینے کے لئے اپنے اپنے ملک کے عرف کے مطابق شرعی حدود میں رہتے ہوئے جائز الفاظ وکلمات کے ذریعہ عید کی مبارکبادی دینا' لینا جائز اور درست قرار دیا جائے گا۔

شیخ صالح عثیمین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عید کی مبارکباد دینا جائز ہے جسکے لئے کوئی متعین صیغے اور الفاظ نہیں بلکہ لوگوں میں مبارکبادی کے جو کلمات رائج ہوں وہ سب جائز ہیں بشرطیکہ وہ مبارکبادی کے کلمات گناہ پر مشتمل نہ ہوں۔(۳)

(۱) فتح الباری ۲/۵۵۱

(۲) فتح الباری ۲/ ۵۱۷' تمام المنۃ ص ۳۵۴' ۳۵۵ (۱) فتاوی ابن تیمیہ ۲۴/۲۵۳' امام احمد نے اس کی سند کو جید قرار دیا ہے (الجوہر النقی ۳/۳۲۰)

(۳) الشرح الممتع

عید کے دن کھیل کود تفریح وغیرہ جائز ہے:

عید کا دن جشن منانے اور خوشی اور مسرت کے اظہار کا دن ہے لہٰذا اسمیں جائز قسم کے اسلامی تاریخی اشعار پڑھنا جہادی کھیل کود جائز اور درست ہے۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے (تو دیکھا کہ) ان کے لئے (سال میں) دو دن ہیں جن میں وہ کھیلتے کودتے ہیں تو آپ نے پوچھا: ''یہ دو دن کیسے ہیں؟''، تو ان لوگوں نے کہا: جاہلیت میں ہم ان دونوں دنوں میں کھیلتے کودتے تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''إن الله قد أبدلكم يومين خيرا منهما يوم الفطر ويوم النحر'' اللہ نے تمہیں ان دونوں کے عوض ان سے بہتر دو دن عطا فرما دیئے ہیں: ایک عید الاضحیٰ کا دن اور دوسرا عید الفطر کا دن''۔(۱)

معلوم ہوا کہ عیدین کے موقعہ پر کھیل کود اور تفریح کی اجازت تو ہے لیکن کھیل کود ایسے ہونے چاہئے جس میں اسلام اور مسلمانوں کی شان وشوکت کا اظہار ہو سکے' طاقت وقوت کا مظاہرہ اور جنگی مہارت ہو کیونکہ ایک با مقصد ملت کے تہوار بھی با مقصد ہونے چاہئے ایسے کھیل کود جس میں مال اور وقت کا ضیاع ہو عزت وشرافت پر بٹہ لگے ان سے اجتناب ضروری ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ حبشی لوگ عید کے دن مسجد نبوی میں اپنے نیزوں سے کھیل رہے تھے' یا خود میں نے کہا یا نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ کیا تم کھیل دیکھوگی؟ میں نے کہا جی ہاں چنانچہ آپنے میرے حجرے کے دروازے پر مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا' میں آپ کے کندھے کے اوپر سے جھانک رہی تھی تو آپ نے اپنے کندھوں اور رخسار کو میرے لئے جھکا دیا آپ اپنی چادر سے مجھے چھپائے ہوئے تھے اور آپ فرما رہے تھے کھیلو کھیلو اے بنی ارفدہ (یہ حبشہ کے لوگوں کا لقب تھا) میں ان کے کھیل کود

(۱) ابوداؤد کتاب الصلاۃ ۲۴۵ حدیث رقم: ۱۱۳۴ نسائی/ العیدین ۱۵۵۷ احمد ۳/۱۰۳، ۱۷۸، ۲۳۵، ۲۵۰ (صحیح) دیکھیں توضیح الأحکام ۲/۴۰۱

کودیکھ رہی تھی یہاں تک کہ میں ان کو دیکھنے سے بیزار ہونے لگی اور تھک گئی تو آپ نے فرمایا: ''بس'' میں نے کہا جی ہاں آپ نے فرمایا: ''جاؤ'' اب تم لوگ خیال کرو جو لڑکی کم سن اور کھیل کی شوقین ہوگی وہ کتنی دیر تماشہ دیکھے گی۔(۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ''دخل علی ابو بکر وعندی جاریتان من جواری الأنصار تغنیان بما تقاولت به الأنصار فی یوم بعاث قالت ولیستا بمغنیتین فقال ابو بکر أمزمور الشیطان فی بیت النبی ﷺ فقال النبی ﷺ یا ابا بکر إن لکل قوم عید وهذا عیدنا'' (۲)

میرے گھر ابو بکر تشریف لائے اس حال میں کہ دو انصاری لڑکیاں میرے پاس جنگ بعاث کے قصوں کی نظمیں پڑھ رہی تھیں یہ دونوں گانے والی لڑکیاں نہیں تھیں ابو بکر نے کہا نبی ﷺ کے گھر میں شیطان کی بانسری آپ ﷺ نے عرض کیا اے ابو بکر ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور آج ہماری عید ہے۔

صحیح بخاری میں ایک جگہ ہے کہ آپ ﷺ یوں گویا ہوئے ''دعهما یا ابا بکر 'فإنها أیام عید''(۳)

اے ابو بکر جانے دو یہ عید کا دن ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں: اس حدیث کے متعدد فوائد ہیں:

۱۔ایک فائدہ یہ ہے کہ عید کے دنوں میں اہل وعیال پر ان تمام چیزوں کی وسعت وکشادگی کا خیال رکھنا مشروع ہے جس سے ان کو دلی خوشی اور عبادت کی کلفت ومشقت سے بدن کو سکون حاصل ہو۔

(۱) صحیح بخاری ۹۴۹ صحیح مسلم ۸۹۲

(۲) صحیح بخاری کتاب العیدین باب سنة العیدین لأہل الإسلام حدیث رقم: ۹۵۲ صحیح مسلم حدیث رقم: ۸۹۲ (ابن ماجہ ۱/۶۱۲) وانظر صحیح الجامع ۸۷۱۲

(۳) صحیح بخاری کتاب العیدین باب إذا فاته العید یصلی رکعتین ۲۵ حدیث رقم: ۹۸۷

۲۔عیدین کے موقع پر جائز حدود میں رہتے ہوئے خوشی کا اظہار شعائر دین میں سے ہے۔(۱)

واضح رہے دف کے بجائے موجودہ دور کی میوزک، فلمیں، سارنگیاں، گانے اور رقص وسرود، حرام مجلسیں، ناپسندیدہ زیب وزینت اہل وعیال کو ان پارکوں، تفریح گاہوں، کھیل کود کی جگہوں اور ساحلوں پر لے جانا جہاں کھلے عام برائیاں ہوتی ہیں بے پردہ مردوزن کا اختلاط ہوتا ہے حرام اور ناجائز ہی نہیں بلکہ یہ وہ شیطانی کام ہیں جو ایک انسان کو اللہ کے غضب کا مستحق بنا دیتی ہیں۔(۲)

(۱) فتح الباری ۲/۵۵۱ توضیح الأحکام ۲/۴۰۳

(۲) اتحاف اہل الاسلام بأحکام الصیام ۸۴ھ